ورلڈ پیس ملٹی پبلی کیشنز اور خالد انٹرنیشنل (رجسٹرڈ)

کی جانب سے

طب یونانی، مشرقی، اسلامی کی عظیم کلاسیک کتاب

بابت کلیات

"کتابُ الاخلاط"

مصنف حکیم کبیر الدین، کا اصل نسخہ

اب ڈیجیٹل بک (E-BOOK) کی شکل میں

حکیم قاضی ایم اے خالد پیش کرتے ہیں

رابطہ: ماہنامہ ورلڈ پیس انٹرنیشنل 32۔ ذیلدار روڈ نزد مزار علامہ مشرقی اچھرہ لاہور

PH: +92 42 7570354 FAX +92 42 7571659 MOB: 92 0333 4222129

اوقات ملاقات: صبح 11 تا دوپہر 1 شام 6 تا رات 9 براہ کرم آنے سے قبل فون یا موبائل پر وقت لے لیں

هو العلی الکبیر

کتاب الاخلاط

محمد کبیر الدین

محرکِ تالیف

علامۂ مفضال

حکیم نواب مقصود جنگ بہادر

دامت فیوض برکاتہم

سابق ناظم سررشتۂ طبابت یونانی

سرکار عالی

حیدرآباد دکن

مطبوعہ

انتظامی پریس حیدرآباد دکن

فہرست

باب (۹)

باب (۱۰)

ضمیمہ

جگرین	Jecorin	۲۲۷
حاصلات	Derivatives	۲۲۷
حامض بیضی	Acid albumin	۲۲۸
حامض فحمی	Carbonic acid Gas	۲۲۸
حامض نووی	Nucleic acid	۲۲۸
حمّاض آگیں	Oxalate	۲۲۸
خامرہ	Enzyme	۲۲۸
خلاصہ	Extract	۲۲۹
خلیط	Mixture	۲۲۹
خلیط غروی	Colloidal mixture	۲۲۹
خمیر لیفین	Fibrin ferment	۲۲۹
خمیرہ	Yeast	۲۲۹
داعی انعقاد	Thrombokinase	۲۳۰
دخان	Carbon dioxide	۲۳۰
دخانیت	Carbon dioxide	۲۳۰
راسب نما	Deposition	۲۳۰
رطوبت بیضیہ	Albumin	۲۳۰
زُوم	Enzyme	۲۳۱
سلالہ ہضمونہ	Peptone plasma	۲۳۱
سلب کلسیت	Decalcification	۲۳۱
سیلامیز	Fluoride	۲۳۱
بنیلیہ تکلین	Fluorin	۲۳۱
شحمانیہ	Lipoid	۲۳۱
شکل فالوذج	Gelphase	۲۳۲
شکل محلول	Sol-phase	۲۳۲
صفیحات خون	Blood platelets	۲۳۲
ضد خامرہ	Anti-enzyme	۲۳۳
ضد عاقدہ	Anti thrombin	۲۳۳
طبعی تغیر	Physical change	۲۳۳
عاقدہ	Thrombin	۲۳۳
عاقدہ ساز	Thrombogen	۲۳۳
عامل	Agent	۲۳۳
عروق	Vessels	۲۳۳
عروق دموی / عروق دمویہ	Blood Vessels	۲۳۴
غرویہ	Colloid	۲۳۴
عصارہ	Extract juice	۲۳۴
غیر محلول	Insoluble	۲۳۴
فالودہ	Jelly	۲۳۵
فعّال	Active	۲۳۵
قلم	Crystal	۲۳۵
قیفالین	Cephalin	۲۳۵
کُرویات	Corpuscles	۲۳۵
کُرَیّات	Cells	۲۳۵
کُرَیتین (دکُرَیتوین)	Globulin	۲۳۶
کلسیم	Calcium	۲۳۶
کیمیاوی تغیر	Chemical change	۲۳۶
لحمیات	Proteins	۲۳۷
لحمیت	Protein	۲۳۷
لحمی مواد	Proteins	۲۳۷

۲۴۰	Decoction	مطبوخ	۲۳۷	Fibrinogen	لیفین ساز
۲۴۱	Salt	مِلح	۲۳۸	Citrate	لیموناگیس
	Pepton	مُنہضم شدہ	۲۳۸	Albumen	لاح
۲۴۱	Physiology	منافع (منافع الاعضاء)	۲۳۸	Albumose	لاح ثالث
۲۴۱	Physiological Process	منافعی عمل	۲۳۸	Secondary albumin	لاح ثانی
۲۴۱	Soluble Form	منتخل صورت	۲۳۹	Albumin	مادہ بیضیہ
۲۴۲	Passive	منفعل	۲۳۹	Colloidal material	مادہ غرویّہ
۲۴۲	Organic Materials	مواد الیہ	۲۳۹	Ultramicroscopical	ماورائے خوردبینی
۲۴۲	Yeast	مواد تخمیر	۲۳۹	Typical threads	ریشائی خیوط
۲۴۲	Peptone	مہضومہ	۲۳۹	Lecithin	محین
۲۴۲	Tissue	نسیج	۲۴۰	Calcium compound	مرکب کلسی
۲۴۲	Oxygen	نسیمہ	۲۴۰	Albumose	مریئہ
۲۴۳	Theory	نظریہ	۲۴۰	Mixture	مزیج
۲۴۳	Thrombin Theory	نظریہ عاقدہ	۲۴۰	Observer	مُشاہدین
۲۴۳	Nucleo-Protein	نووی لحمین	۲۴۰	Derivatives	مشتقات
۲۴۳	Nuclein	نووین	۲۴۰	Blood serum	مصل دموی
۲۴۳	Gelatin	ہلام	۲۴۰	Dilute serum	مصل مائی

دیباچہ

طبِّ قدیم کا بنیادی مسئلہ

مسئلۂ اخلاط

ہمارے اطبّاء کو اچھی طرح اندازہ ہے کہ "اخلاط کا مسئلہ" طبِّ قدیم کا بنیادی مسئلہ ہے، جس کو رؤوس المسائل کے قصرِ عظیم میں سب سے بلند، اور سب سے کشادہ محراب میں جگہ دی جاتی ہے اس کے دامن کا پھیلاؤ اس قدر وسیع ہے کہ امورِ طبعیہ کے کلّی مسائل، اور کلیاتِ طب کی کوئی بحث اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

طبِّ قدیم کے اصولِ علاج کی بنیاد بیشتر امراض میں ابو الطب بقراط نے آج سے ڈھائی ہزار سال پہلے "اخلاط کے نظریۂ" پر قائم کی ہے، جس کے بے بہا فوائد کا مشاہدہ بیمار دنیا اس وقت سے

اس وقت تک برابر کر رہی ہے۔

مسئلۂ اخلاط کو اگر فن سے حذف کر دیا جائے، تو طب قدیم کا قصرِ رفیع بنیاد سے متزلزل ہو جائے۔ قانونِ نضج و استفراغ اخلاط، جو تمام مادّی امراض میں طب قدیم کا ایک عظیم الشّان اور کامیاب ترین قانونِ علاج ہے، اور عملی زندگی میں جس سے ہر طبیب کو دن میں کئی بار واسطہ پڑا کرتا ہے، اس کا تمام تر مدار اخلاط کے نظریہ اور ان کے وجود و ثبوت پر ہے۔

دورانِ علاج میں، تشخیص و تجویز کے وقت طبیب کو یہ خلجان کبھی نہیں ہوتا، اور اس کا ذہن اس طرف کبھی منتقل نہیں ہوتا کہ بدنِ مریض کی ترکیب ایک عنصر سے ہوئی ہے، یا چار سے، یا پندرہ بیس سے؛ لیکن عوارضِ مرض اور حالاتِ بدن کو دیکھتے ہی، اسے سب سے پہلے یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے، کہ آیا بدن میں پیلے صفراء کا زور ہے، لال خون کا غلبہ، اور رگوں میں امتلاء ہے، یا سفید بلغم کا تودہ اعضاء کے اندر اکٹھا ہو کر حرکت و حرارت کی تولید میں سدّہ بنا ہوا ہے؛ یا کسی کالی خلط نے مریض کے چہرہ بشرہ کی سرخی کو سیاہی میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس فیصلہ کے بغیر عملی میدان میں، وہ طب قدیم کے اصول علاج کے مطابق، ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔

طب قدیم میں "اخلاط" کی بحث اگرچہ "کلیات طب" کے مباحث میں شامل ہے، مگر علاج و دوا اور عملی نقطۂ نگاہ سے

مبحث اخلاط کو جو اہمیت حاصل، اس میں کلیات طب کی کوئی دوسری بحث ہمسری کا دعوےٰ نہیں کر سکتی؛ خواہ اسے طب قدیم میں سب سے اونچی جگہ دی گئی ہو، اور ترتیب بیان میں اُسے سب پر فوقیت دے کر مُقدّم رکھا گیا ہو۔

بعض منکرین کا مسئلۂ اخلاط سے انکار

بعض معترضین نے اس دلخراش دعوے کی دلیل میں، کہ

"طبِّ قدیم سائنس (علم و حکمت) نہیں"

سب سے زیادہ زور اخلاط ہی کے مسئلہ پر دیا ہے، اسی مسئلہ کو انھوں نے اپنے زعمِ باطل میں طب قدیم کا ضعیف ترین پہلو سمجھا ہے، اور اسی عضو ضعیف پر (بہ پندار خویش) سارا نزلہ گرایا ہے۔

لیکن کیا بقراط کا نظریۂ اخلاط — جو علماء و فضلاء کے دماغوں میں ڈھائی ہزار سال سے حکومت کر رہا ہے، اور ہزاروں مفکرین نے علمی و عملی پہلو سے اس کو موضوع فکر بنایا — اتنا ہی بے بنیاد، لغو، اور بے حقیقت ہے، جتنا منکرین کے گروہ نے سمجھا ہے؟ کیا یہ کہنا واقعۃً صحیح اور درست ہے کہ "بدن کے اندر اخلاط کو ثابت نہیں کیا جا سکتا؟" اور کیا یہ دعویٰ صادق ہے کہ "تولید خون اور تولید اخلاط میں جگر کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں؟"۔

اسی قسم کے سوالات میرے پیش نظر ہیں، اور میرے اگلے بیانات سے

جو طب قدیم و جدید کے اسناد اور حوالوں پر مشتمل ہیں، اس قسم کے تمام سوالات حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کسی فن کی سب سے بڑی تذلیل

میرے نزدیک کسی علم و فن کی سب سے بھاری تذلیل یہ ہو سکتی ہے کہ اُسے علم و حکمت (سائنس) کی صف میں جگہ نہ دی جائے اور اربابِ فن کو علماء و حکماء (سائنٹسٹ) کے گروہ سے خارج کر دیا جائے۔

جن لوگوں کی نظر میری حقیر تالیف برھان پر پڑی ہے، وہ جانتے ہیں کہ طبِ مغربی کے دوسرے حامیین کی طرح ڈاکٹر کرنل بھولا ناتھ جھانی نے اسی قسم کے دعاوی کئے ہیں، جس سے ہمارے فنی وقار کو صدمہ پہنچا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے سب سے زیادہ اس موضوع کو اہمیت دی، اور ممدوح کے طویل و عریض بیان کے متعدد دعاوی میں سے اس ذلت آفریں دعوے کو اصل اور باقی دعاوی کو فروع قرار دیا۔

طب قدیم کو علوم حکمیہ (سائنس) کے حدود سے خارج کرنے کی، ممدوح کے نزدیک، قوی ترین دلیل یہ تھی کہ طب قدیم کی بنیاد، متقدمین نے، مشاہدات کی بجائے، عقلی قیاسات اور منطقی دلائل پر رکھی ہے؛ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ سب سے پہلے طب قدیم میں مشاہدات کی فراوانی ثابت کی جائے

اس کے بعد دیگر مسائل کی طرف توجہ کی جائے، جو اُس اصلی دعوے کے مقابلہ میں محض ایک جزائی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان ہی ضمنی مسائل میں سے ایک مسئلہ اخلاط ہے، جو اس وقت میری بحث کا موضوع ہے، اور جس کو بُرھان کے مباحث کی ایک اہم کڑی تصور کرنا چاہیئے۔

بھولا ناتھ آنجہانی کے دعاوی

کرنل بھولا ناتھ آنجہانی کے دعاوی جن پر میں اس وقت گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اخلاط، جگر، اور رُوح طبعی کے بارے میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اخلاط کا وجود خون کے اندر کسی طرح ثابت نہیں کیا جاسکتا۔
(۲) خون کے اندر رُوح طبعی کا کوئی وجود نہیں۔
(۳) خون جگر کے اندر نہیں پیدا ہوتا۔
(۴) کیلوس معدہ سے جگر میں نہیں جاسکتا۔

مذکورہ دعاوی کی تردید

ان دعاوی کے مقابلہ میں ناقابلِ تردید براہین، اور غیر مبہم دلائل سے میں ثابت کروں گا کہ:

(۱) خون کے اندر یقیناً اخلاط ثابت کئے جاسکتے ہیں۔ خون

00000016 (3262x5448x2 tiff)

بذاتِ خود ایک خلط ہے، اور یہ کہ خون اخلاط مختلفہ کا مجموعہ ہے۔ بھولا ناتھ آنجہانی نے درحقیقت اخلاط کے حقیقی مفہوم ہی کو نہیں سمجھا ورنہ وہ ایسا دعوے ہرگز نہ کرتے ؛

(۲) روح طبعی خون کے اندر یقیناً موجود ہے۔ نیز روح طبعی کے متعلق، بھولا ناتھ سے، طب قدیم کی ترجمانی میں زبردست لغزش ہوگئی ہے، جس کی تلافی اب کسی طرح ممکن نہیں ؛

(۳) خون کے بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ جگر ہے ؛ یعنے جن اجزاء کے مجموعہ کا نام خون ہے ان اجزائے غذائیہ کے بنانے (ان کے اندر ہضم و تغیر کرنے) میں جگر ایک عظیم الشان اور محیر العقول کارخانہ ہے۔ جگر اپنے افعال کی نوعیت کے لحاظ سے اپنے گروہ کے اعضاء (اعضائے طبعیہ مغیرہ) میں رئیس، سردار، اور سربرآوردہ ہے۔ باقی دوسرے اعضاء، جو اس قسم کے تغیرات میں کم و بیش حصہ لیتے ہیں، وہ گویا چھوٹے چھوٹے کارخانے، جگر کے ضمیمے، اور رئیس کے خدّام ہیں ؛

(۴) خلاصۂ غذاء (جس کو قدیم اطباء کیلوس کہتے ہیں)، معدہ اور امعاء سے جگر میں یقیناً جا سکتا ہے، اور کیلوس کے بیشتر اجزاء اسی راہ سے منجذب ہوا کرتے ہیں، جو جگر میں پہونچ کر جگر کی قوت ہاضمہ سے تغیر پاتے ہیں ؛

00000017 (3196x5439x2 tiff)

جگر کا شمار اعضائے رئیسہ میں

مذکورۂ بالا چاروں مباحث کے ذیل میں جو در اصل رودادِ مسائل کی چار تنقیحات ہیں ضمناً دوسرے بہت سے اہم مسائل بھی روشنی میں آ جائیں گے، مثلاً قدماء نے دل، دماغ، اور جگر کو دیگر اعضاء کے مقابلہ میں اعضائے رئیسہ کا معزز لقب کیوں بخشا، اور طبِ قدیم نے بزبان بھولا ناتھ "بدنِ انسان کی تپائی" کو اعضائے مذکورہ کے تین پایوں پر کیوں کھڑا کیا ہے؟

پھر جگر کے تیسرے پایہ کو بھولا ناتھ نے اپنی کوششوں سے توڑنا چاہا ہے؛ آیا ان کو اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، یا اس میں وہ قطعاً ناکام و نامراد رہے؟

علیٰ ہذا "جگر کی ریاست" کیا طبِ قدیم کا مُتَّفَق عَلَیہ اور مُسَلَّم مسئلہ ہے، یا یہ اختلافی چیز ہے جس میں اطباء کے دو گروہ ہو گئے ہیں؟

لیکن بھولا ناتھ آنجہانی نے، دیدہ و دانستہ، یا محض لاعلمی کی بنا پر مسئلہ کے ایک کمزور پہلو کو طبِ قدیم کے مسلمہ کے طور پر پیش کیا ہے، جس سے پڑھنے والا بلاشبہ مغالطہ میں مبتلا ہو کر طبِ قدیم کے متعلق بُری رائے قائم کرنے کے لئے مائل ہو سکتا ہے۔

الغرض اسی نوع کے بہت سے عنوانات معرضِ بحث میں آئیں گے۔

صورتِ مسئلہ کی تحریف

کسی علم و فن پر نکتہ چینی اور اعتراض کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے، مگر کسی مسئلہ کی روایت و ترجمانی میں "غلط بیانی" سے کام لینے کا جواز کسی دار العدالت سے نہیں مل سکتا؛ اور وہ بھی حریف مقابل کے فنّی مسائل میں، جن میں نقد و نظر اور جرح وتعدیل مقصود ہے:

"جگر کا فعل اور روح طبعی" کی پیدائش کی جو صورت بھولا ناتھ آنجہانی نے، طبِ قدیم کے حوالہ سے، بیان کی ہے، وہ سراسر ان کے تخیل کی پیداوار ہے، جس کو طب قدیم سے کوئی سروکار نہیں، اور کسی معتبر کتاب میں اس کا حوالہ نہیں مل سکتا۔

ایک حیرت انگیز انکار:

مجھے اس پر بھی حیرت ہے کہ بھولا ناتھ جیسے واقف کار عالم کی زبان سے یہ مدعا کیونکر ادا ہوا کہ:

"خون کے اندر اخلاط کا وجود ثابت نہیں کیا جاسکتا۔"

میں جانتا ہوں کہ "نظریہ اخلاط" میں بعض ایسی پیچیدگیاں ضرور پائی جاتی ہیں، جن کا اس زمانہ میں طب جدید کے مسلمات کو سامنے رکھ کر، اور

اس لیے بیانات کو صداقت کا معیار قرار دے کر حل کرنا آسان نہیں ۔
اسی مسئلہ میں میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اخلاط جیسے پیچیدہ مسئلہ میں، جو درحقیقت ہزاروں نازک ترین مسائل کا ایک مجموعہ ہے، دو ہزار سال کے بعد ایسی الجھنوں کا پیدا ہوجانا کوئی امر بعید نہیں۔ اس دعوے کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ طبِ جدید کی ہر کتاب المنافع (فزیالوجی) کے تازہ وارد بیانات، رطوبات بدن (خون، صفراء، وغیرہ) کے بارے میں، بہت سے سابقہ بیانات کی تردید کردیا کرتے ہیں۔
ایسے مشتبہ مسائل یقیناً کرنل بھولاناتھ کے حدودِ علم میں تھے، اور ہمیں بجا طور پر یہ توقع ہونی چاہیئے تھی کہ وہ اسی قسم کی فنی پیچیدگیاں اور مشتبہ نظریات ہمارے سامنے پیش کریں گے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں وہ سراسر "خلط کے وجود" ہی سے انکار فرما رہے ہیں۔ معلوم ان کے متخیلہ میں خلط کا تصوّر و تصویر کیا ہے کہ وہ عجیب الخلقت شئ عالمِ وجود میں انہیں نظر ہی نہیں آتی۔

وقارِ فن کو صدمہ:

کسی ضمیر پر حملہ کرنا میرا شیوہ نہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بھولاناتھ آنجہانی نے اخلاط کے مسئلہ کی ایسی بھیانک تصویر کھینچی ہے کہ اس سے طبِ قدیم کے وقار کو سخت ترین صدمہ پہونچا ہے:
گویا اخلاط کے نظریے میں ـــــ "صداقت و حقیقت [illegible]

جھلک بھی نہیں پائی جاتی ــــ قدما کی ڈھائی ہزار سالہ محنت اور قدیم ترین مسلمہ میں علمی حیثیت سچائی کا کوئی شائبہ، اور عملی حیثیت سے علاج و مداوا میں کوئی فائدہ نہیں ــــ" حالانکہ واقعات کی ترجمانی سراسر ان بے اصل دعاوی کی تردید کرتی ہے۔ متقدمین کے "نظریۂ اخلاط" میں ہزارہا جلی و خفی حقائق و معارف پوشیدہ ہیں، جن کی عرفانی تجلیات کو آج بھی حکمتِ جدیدہ کی دلفریب آرائش و زیبائش کے زمانہ میں چھپایا نہیں جا سکتا، اور جن کی صداقت کی پُر زور قوت قیاس و گمان کی کمزور بنیادوں کی بجائے مشاهدات و تجربات کی آهنی اساس پر قائم ہے۔

رُعبِ بیجا:

یہ ایک واقعہ ہے کہ کرنل بھولا ناتھ آنجہانی کا جب یہ تنقیدی مقالہ شائع ہوا، تو موصوف کے زور بیان، شخصی وجاہت، اور علمی شہرت سے ہمارے ملک کے اطباء ایسے مرعوب ہو گئے، اور ان کے اعتراضات کو اتنا قوی اور لاجواب تصور کیا گیا کہ طبی حلقہ میں ایک قسم کی مایوسی اور اُداسی چھا گئی۔ رعبِ بیجا سے ان کے ہاتھ پاؤں ایسے پھولے کہ اتنا بھی سوچنے کا موقع نہ ملا کہ

"ــــ ہمارے مسلمات کیا ہیں، اور بھولا ناتھ ہمارے فنِ عزیز کی طرف کیا کیا غلط مسائل منسوب کر رہے ہیں۔ روح طبعی روح قلبی (روح حیوانی) سے پیدا ہوتی ہے، یا خلاصۂ غذا سے؟"

حتیٰ کہ بہت سے کمزور اطباء یہ کہنے لگے کہ

"ــــ یہ سچ ہے مسئلۂ اخلاط پر قلم نہیں اٹھایا جا سکتا، اور خون کے اندر صفراء، بلغم، اور سوداء کے وجود کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔"

تالیف کا مقصد

میری اس حقیر کاوش دماغی کا اصلی مقصد یہ ہے کہ فنّ عزیز کو حقیقی مقام بخشا جائے، اور اُس منزلت سے پست نہ کیا جائے، جس کا وہ حقیقی طور پر مستحق ہے، اس کے "قوی مسائل" کمزوریوں کے الزامات سے بری ہو جائیں، جو محض عدم وقوف اور لاعلمی کی وجہ سے عائد کئے جاتے ہیں، اور مسئلۂ اخلاط کا کوئی پہلو مغالطہ کی تاریکی میں روپوش نہ رہے۔

تشکّر

کتاب کا جو حصّہ شائع کیا جا رہا ہے، یہ اصلی کتاب کا پہلا جزو ہے۔ بقیہ اجزا تکمیل و تبییض کے بعد حسب توفیقِ ربّانی اشاعت پا سکیں گے۔

اس جزو کے شائع کرنے میں مجھے کافی پس و پیش ہو رہا تھا۔ مگر مولوی حکیم سید اختر حسن صاحب ہاشمی (اوّل مددگار سررشتۂ طبابت یونانی، سرکار عالی) نے فنّی ہمدردی کی بنا پر بڑا دباؤ ڈالا، کہ جتنا حصّہ صاف ہو چکا ہے، وہ بہرصورت شائع ہو جانا چاہیئے، جس کی میں نے شکریہ کے ساتھ تعمیل کی۔

اس موقع پر وہ پریشانیاں اور زحمتیں بلا ارادہ یاد آگئیں، جو عزیزی مولوی حکیم سید محمد شبلی صاحب طبیب ماہر، عزیزی مشتاق احمد جمیل اور عزیزی علاء الدین سلّمہم نے اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں اٹھائی ہیں، جس میں جنگ کے ماحول نے بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔

تصحیح و ترمیم، قرارت سماعت، دوڑ دھوپ اور تقاضے، ان سب چیزوں کی ذمہ داری ان عزیزوں نے اپنے سر لی اور مجھے دیگر سرکاری مشاغل کے لئے اس الجھن سے سبکدوش رکھا ——— میں ہمیشہ دعاؤں کے ساتھ اس کو یاد رکھوں گا۔

حضراتِ سامعین

ذیل میں اُن حضرات کے نام شکریہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، جن کے سامنے یہ کتاب چھپنے سے پہلے بالاستیعاب اوّل سے آخر تک پڑھی گئی، اور اُنھوں نے بہ اطمینان اسے سُننے کی زحمت گوارا فرمائی ۔

(۱) حکیم مولوی حبۃ اللہ صاحب — استاذ تشریح نظامیہ طبّی کالج حیدرآباد دکن

(۲) حکیم مولوی معین الدین صاحب — استاذ کلیات ″

(۳) ڈاکٹر مرزا حمید اللہ بیگ — استاذ جراحیات ″

(۴) حکیم مولوی شیخ عبدعلی صاحب — استاذ ادویہ ″

(۵) حکیم مولوی یوسف حسین خاں صاحب — استاذ منافع ″

(۶) حکیم مولوی سید اختر حسن صاحب ہاشمی — اوّل مددگار نظامت طبابت سرکارِ عالی

حیدرآباد دکن
۱۴ر رجب المرجب ۱۳۶۵ھ

محمد کبیر الدین

باب (۱)

اختلاط کا مفہوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی و نسلم

باب (۱)

اخلاط کا مفہوم

اخلاط کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ غیر مرئی اجزا اور لا تجزّی ہیں، جن کی تصویر ان آنکھوں کے اندر نہ چھپ سکے؛ یا یہ دقیق ترین ذرّات ہیں، جن کے مشاہدۂ حقیقت کے لئے خردبین کی دقیقہ رسی کی ضرورت پڑے۔

ہمارے دوستوں کو آج معلوم ہو جائے گا کہ خلط کوئی ایسی انوکھی چیز نہیں ہے، جس کی ماہیت جاننے کے لئے خردبین و دوربین کے عدسات سے اعانت حاصل کی جائے؛ یا لاشعاع (ایکس رے) کی عکاسی کے ذریعہ اس کی تصویر اتاری جائے؛ یا جدید کیمیائی امتحانات کی مدد سے دقیق ترین تحلیل و تجزّی عمل میں لائی جائے۔

وہ سادہ اور بہت ہی سادہ حقیقت ہے، جس کے سمجھنے کے لئے معمولی فہم

وادراک، دیکھنے کے لئے ہماری ننگی آنکھ؛ اور تسلیم کرنے کے لئے سادہ ضمیر کافی ہے جو کسی قسم کی عصبیت سے گرد آلود نہ ہو۔

ایسی سادہ اور واضح چیز کو دیکھنے کے لئے اگر زیادہ دقیقہ رسی سے کام لیا جائیگا، تو وہ ہرگز نظر نہ آسکے گی؛ کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ قریب ترین چیز دور بین اور عظیم ترین کو ہمارا خرد بین سے دکھائی نہیں دیا کرتے۔

میرے اس بیان کو جب منکرین پڑھیں گے، تو یہ باور کرنے پر وہ مجبور ہوں گے کہ "اخلاط کو ہم معمّہ سمجھے ہوئے تھے، حالانکہ یہ تو ایک عریاں حقیقت ہے؛ اور اس کا کھوج ہم منزلِ اقصیٰ میں لگا رہے تھے، درآنحالیکہ یہ تو رگِ جان سے بھی قریب تر ہے"۔

مادّہ کی تین شکلیں:

کائنات عالم میں مادّہ کی محض تین شکلیں پائی جاتی ہیں: ہوائی ــــ سیّال ــــ جامد۔

یہی تینوں شکلیں اس چھوٹی سی دُنیا میں بھی جلوہ افروز ہیں جس کا دوسرا نام بدن انسان ہے۔ اس لحاظ سے عالمِ اصغر کی مناسبت عالمِ اکبر کے ساتھ المضاعف ہوجاتی ہے۔

بدن انسان کے اندر کوئی جسم اور جسمانی چیز ان تین کے سوا، چوتھی شکل میں پائی نہیں جاتی؛ اور نہ اس تین کے عدد کو کوئی علمی طاقت گھٹا کر کسی طرح چھوٹا کر سکتی ہے: یعنی عالم اکبر کی طرح عالم اصغر کی تخمیر میں بھی قدرت کے ہاتھوں، یہی تین چیزیں ابتدائے تکوین سے رکھی گئی ہیں، اور آخر بقائے حیات یہی قائم رہیں گی۔ یہ مشاہدات کے ٹھوس حقائق ہیں؛ جن میں تبدیل زمان و مکان سے کوئی تغیر واقع نہیں ہوا کرتا۔

بدن کا جزو سیّال: اخلاط:

حکمائے متقدمین نے جب بدن انسان کو اپنے غور و فکر کا موضوع قرار دیا، اور قالبِ آدم کے ترکیبی اجزاء پر مشاہدہ کی نگاہ ڈالی، تو کائنات بدن میں کائنات عالم

کی طرح یہی تین چیزیں نظر آئیں، اور انہیں تین قسم کی چیزوں کا مجموعہ "انسانی جسم" ثابت ہوا:

(۱) بدن کا ٹھوس اور جامد حصہ، جس کو ترتیب بیان کے وقت اعضاء کا نام دیا گیا؛

(۲) سیّال اور مائع حصہ (رطوباتِ بدن) جس کو انہوں نے اخلاط کا لقب بخشا؛

(۳) بخاری اور لطیف اجزاء (بشکل ہوا) جن کو انھوں نے ارواح کا عنوان عطا فرمایا۔

یہ ہے سادہ ترین حقیقت "اخلاط کی"، جس کو نہ سمجھنے والوں نے خواہ مخواہ معمہ بنا دیا ہے، اور جس کے کھوج میں اُن کا تخیّل بھٹک کر نہ معلوم کہاں سے کہاں پہونچ گیا ہے۔

میں اِس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں، ہر علمی انسان کو اُس کی تردید کے لئے "صلائے عام" ہے۔ اُنہیں یاد رکھنا چاہئے کہ میرے اس بیان کی پشت پر متقدمین کی بے شمار تصریحات، پہاڑ کی طرح، اٹل کھڑی ہیں، اور اس دعوے کی تائید میں دلائل و براہین کا دراز ترین فولادی سلسلہ قوتِ بازو بنا ہوا ہے۔

لیجئے، سب سے پہلے ابو سہل مسیحی کے چند مشہور اقوال سُنئے، جو ہمیشہ پُر مغز اور مختصر باتیں کہا کرتے ہیں:

ابو سہل مسیحی اور اخلاط

ابو سہل مسیحی، جو طب قدیم میں امام فن کی حیثیت رکھتے ہیں، اور شیخ الرئیس بو علی سینا کے استاذ ہیں، جن کے زرین اقوال "تبرهان" کے مقالات میں بھی بار بار آچکے ہیں، اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "کتاب المئة" بحث اخلاط میں لکھتے ہیں:

(سلسلہ بر صفحہ ۲۲)

حوالہ (۱)

جملة البدن تشتمل على ثلاثة اصناف من الاجسام:

احدها — الاجسام التي لها في انفسها تماسك وصلابة لا تحتاج الى الانحصار في الاوعية بحيث تمنعها من السيلان وهذه هي الاعضاء"

"مجموعۂ بدن تین قسم کے اجسام پر مشتمل ہے":

"(۱) وہ اجسام جن کے اجزا میں فی نفسہٖ تماسک (پکڑ) اور سختی پائی جاتی ہے اسلئے انہیں اس امر کی کوئی حاجت نہیں کہ انہیں برتنوں (عروق) میں بند کیا جائے، تاکہ وہ بہنے سے باز رہیں۔ بدن کے اندر اس قسم کے اجسام اعضاء ہیں"۔

والثاني — اجسام رطبة سيالة محصورة في اوعية تمنعها من السيلان وهذه هي الاخلاط؛

"(۲) وہ رقیق اور سیال اجسام ہیں جو ایسے برتنوں (عروق وتجاویف) میں بند کر کے رکھے گئے ہیں، جو انہیں بہ جانے سے (بہہ کر ضائع ہوجانے سے) باز رکھتے ہیں۔ اس قسم کے سیال اجسام کو اخلاط کہا جاتا ہے"۔

والثالث — اجسام رقيقة بخارية محصورة في اوعية صفيقة تمنعها عن التحلل سريعا، وهذه هي الارواح

(کتاب سادس، کتاب الاخلاط، مسیحی)۔

"(۳) وہ باریک، لطیف، بخاری (ہوا کی شکل کے) اجسام ہیں، جو ایسے ٹھوس ظروف میں گھیر کر بند رکھے گئے ہیں، جو انہیں جلد تحلیل ہونے سے باز رکھتے ہیں۔ اس قسم کے لطیف اجسام (بدن انسان میں) ارواح کہلاتے ہیں"۔

ہر شخص کو میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ "ابو سہل مسیحی" کے اس قول کو بار بار غور سے پڑھے [illegible]

کیا فاضل مسیحی کھلے الفاظ میں یہ نہیں کہہ رہا ہے:

"کائنات بدن میں محض تین قسم کی چیزیں ملا کرتی ہیں،

(۱) ٹھوس قسم کے اجسام، جن کو "اعضاء" کہا جاتا ہے، جن میں نہ پانی کی طرح سیلان (بہاؤ) ہوتا ہے، اور نہ ہوا اور بخارات کی طرح لطافت، کہ ان کے رکھنے کے لئے عروق بجاویف اور برتنوں کی ضرورت ہو،

(۲) سیال اور مرطوب اجسام، جن کو "اخلاط" کہا جاتا ہے، جن میں پانی کی طرح بہنے کی قابلیت ہوا کرتی ہے، اور جن کو گھیر کر رکھنے کے لئے عروق و تجاویف جیسے قدرتی ظروف کی حاجت ہوا کرتی ہے ——— بالفاظ دیگر ——— ہماری ننگی آنکھیں، بلا خرد بین کے، جن اجسام کو بدن کے اندر "رطوبات" کی شکل میں بہتا ہوا دیکھتی ہیں، انہیں ہم اخلاط بدن کہتے ہیں ——— اور بس۔

(۳) لطیف اجسام، بشکل ہوا، جن کو "ارواح" اور "بخارات" اور گاہے "ریاح"[1] بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اپنی لطافت و رقت کی وجہ سے ظروف میں بند کئے جانے کے محتاج ہوتے ہیں؛ ورنہ وہ غیر محسوس طور پر یوں ہی ہوا ہو جائیں۔

اب چند سوالات منکرین اخلاط سے پوچھے جا سکتے ہیں:

(۱) کیا اس حقیقت سے کوئی صائب الرائے انکار کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ بدن انسان کے اندر جامد، سیال، اور ہوائی، تینوں قسم کی چیزیں نہیں ملتی ہیں؟

(۲) ان تین کے علاوہ، چوتھی قسم کی کوئی شئے، ہمارے جسم کی چھوٹی سی

---

[1] حتیٰ کہ بعض قدماء روح کو ریح کے نام سے یاد کرتے ہیں، مثلاً ربن طبری، مولف "فردوس الحکمۃ"۔

دُنیا میں کسی قوت سے ثابت کی جا سکتی ہے، جس کا پتہ جدید ترین تحقیقات سے، علم کیمیا کے اعمال، یا خردبین کی دقیقہ نگاری سے لگایا ہو ؟

(۳) کیا مذکورہ بالا دعوے کی کسی طرح تردید کی جا سکتی ہے ؟ یعنی کیا مشاہدہ کی طاقت سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ کائنات بدن میں محض ایک چیز — اعضاء — ملتے ہیں، اور رطوبات و ارواح کا کوئی وجود نہیں : — یا محض دو چیزیں ملتی ہیں، اور تیسری چیز' ارواح ' یا رطوبات کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ؟

سہ گانہ کائنات بدن

ابو سہل مسیحی کا دوسرا قول

کتاب ۴۹، کتاب الحمیات میں ابو سہل مسیحی بخاروں کو تین گروہ میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بدن کے اندر اعضاء، اخلاط، اور ارواح کے سوا چوتھا کوئی جسم ہی نہیں ہے :

حوالہ (۲)

والحمی حرارة خارجة عن الطبع، فهی تکون فی موضوع لا محالة، ولیس فی البدن جسم هو جزء من اجزائه غیر الاعضاء والاخلاط والارواح ؛	حُمّٰی (بخار) ایک ایسی حرارت کا نام ہے، جو خارج از طبع (غیر طبعی) ہوتی ہے۔ پس اس حرارت کے لئے کوئی نہ کوئی موضوع (محل) ہونا چاہئے۔ اور بدن کے اندر اعضاء، اخلاط اور ارواح کے سوا، کوئی ایسا جسم ہی نہیں ہے، جو بدن کا جزء ہو۔
فمتی کانت فی الارواح، کانت حمی یوم، وهی تنقضی اما فی یوم	چنانچہ جب یہ حرارت ارواح میں ہوتی ہے، تو حمی یوم پیدا ہوتا ہے؛

واحد، واما فی نوبة واحدة، وقلّما بقیت اکثر من یوم واحد ۲

جو یا ایک ہی دن میں، یا ایک ہی باری میں ختم ہو جایا کرتا ہے۔ اور ایک دن سے زیادہ کمتر ہی رہا کرتا ہے +

ومتی کانت فی الاخلاط، کانت حمی العفونة ومنها حمی العفونة الدائمة، وهی التی مادتها محصورة فی العروق، ومنها ذات فترات ونوائب وهی التی مادتها خارجة عن العروق

اور جب وہ حرارت اخلاط میں ہوتی ہے، تو حمی عفونة لاحق ہوتا ہے، جس کی ایک قسم حمی عفونة دائمہ ہے، جس کا مادہ رگوں کے اندر محصور ہوتا ہے: اور اُس کی دوسری قسم نائبہ (باری والی) ہے، جس میں وقفے اور باریاں ہوتی ہیں۔ ایسے بخار کا مادہ عروق سے باہر ہوا کرتا ہے +

۳

ومتی کانت فی الاعضاء، حدث حمی الدق وهی اِمّا مسخنة للاعضاء الاصلیة، واما ذبولیة، واِمّا مفتّتة۔

اور جب حرارت اعضاء میں ہوتی ہے، تو حمی دق لاحق ہوتا ہے، جس کی تین قسمیں (یا تین درجے) ہیں: مُسَخِّنَہ، یعنی اصلی اعضاء کو گرم کرنے والی؛ (۲) ذُبولیہ (اعضاء کو گھلانے والی)؛ (۳) مُفَتِّتَہ (اعضاء کو ریزے ریزے کر دینے والی) +

صفحہ (۲۲۹) قلمی نسخہ

پھر چند سطروں کے بعد اسی قول کے ذیل میں حرارتِ حمی کے ہر سہ موضوع کو فاضل مسیحی اس طرح بیان کرتے ہیں:

حوالہ (۳)

وموضوعات الحمی اما الاعضاءُ فحاویة للرطوبات، واما الرطوباتُ فمحویة

بخار کے موضوع و محل یا (۱) اعضاء ہوتے ہیں جو رطوبات کو اپنے گھیرے میں لئے رہتے ہیں (محیط رطوبات،

واما الارواح فمنتشرۃ.

حاوی رطوبات)؛ یا (۲) رطوبات ہوتی ہیں، جو (اعضاء کے اندر) گھری رہتی ہیں؛ یا (۳) ارواح ہوتی ہیں، جو (اعضاء و رطوبات میں) بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔

(صفحہ (۲۲۹) ماۃ مسیحی)

اخلاط کے مفہوم کو بتانے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور واضح تر قول اور کیا ہو سکتا ہے:

بدن کے اندر تین ہی قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں، جامد (اعضاء)، سیال (اخلاط)، اور ہوائی (ارواح)؛ چوتھی قسم کی کوئی دوسری چیز ملتی ہی نہیں، جو ترکیبِ بدن میں شامل ہو، اور جزءِ جسم کہلا سکے؛ اس لئے بخار کی بھی تین ہی قسمیں ہیں:

(۱) حمّیٰ دق، جس کی حرارت اعضاء سے وابستہ ہوتی ہے۔

(۲) حمّیٰ عفونۃ، جس کی حرارت اخلاط (رطوبات بدن) سے متعلق ہوتی ہے، جس کا دوسرا نام حمّیٰ خلط بھی ہے، جیسا کہ شیخ الرئیس کے قول میں آنے والا ہے۔

(۳) حمّیٰ یوم، جس کی حرارت ارواح سے وابستگی رکھتی ہے۔

اگر عام رطوبات بدن کا نام اخلاط نہ ہوتا، بلکہ مخصوص قسم کی رطوبات کا نام اخلاط ہوتا، تو ظاہر ہے کہ بدن کے اندر اخلاط کے علاوہ دوسری قسم کی رطوبات بھی ہوتیں، اور ان رطوبات کی تعداد کے لحاظ سے بخار کی متعدد قسمیں ہوتیں، یعنے ان رطوبات کے جتنے نام ہوتے، اُن ناموں کے ساتھ بخار کو منسوب کیا جاتا؛ جس طرح ہر سہ اقسام میں سے بخار کی ایک قسم کو خلط کی طرف منسوب کیا گیا ہے[1]۔

[1] مثلاً یوں کہا جاتا کہ "بدن کی رطوبات کی ایک قسم کا نام اخلاط ہے، اس سے جو بخار وابستہ ہوگا،

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۷)

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ابو سہل مسیحی کے یہ دونوں اقوال ایک ہی باب (بابِ حمیات) کے ہیں، اور دونوں اقوال قریب ہی قریب ہیں، نیز دونوں قولوں میں اُس نے حرارتِ حمی کے ہر سہ موضوع (محل) کا ذکر کیا ہے، ان دونوں اقوال میں آپ غور فرمائیں، کچھ فرق نظر آتا ہے، یا نہیں۔

آپ کو صرف اس قدر فرق محسوس ہو گا کہ پہلے قول میں اخلاط کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور دوسرے قول میں اخلاط کی جگہ، رطوبات کا، اس کا مدعا یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ مفہوم کے لحاظ سے متحد ہیں، ورنہ ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال کرنا کسی طرح جائز نہ ہوتا۔

انتباہ:

ممکن ہے کہ بعض لوگ اخلاط و رطوبات کی اصلی بحث کو چھوڑ کر بخاروں کی تقسیم میں اولجھ جائیں، اور لفظاً یا معنےً اپنے معتقدات اور مسلمات کے خلاف پاکر جو ان کے نزدیک سچائی کا معیار ہیں، اس تقسیم کو غلط صحیح کہنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اس سلئے بتانا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا، اس قول کو پیش کرنے سے اس وقت میرا مدعا محض یہ بتانا ہے کہ اطبائے قدیم قائل ہیں کہ بدن کے اندر تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان تین قسم کی چیزوں میں سے سیّال چیزوں کو وہ اخلاط کے لقب سے یاد کرتے ہیں — بس اس سے زیادہ اس موقعہ پر میرا کوئی اور منشا نہیں۔

اُسے حمی خلطیہ کہا جائیگا" اور دوسری قسم کا نام رطوبات ثانیہ ہے۔ اس سے تو بخار والا یہ ہوگا، اسے حمی رطوبات ثانیہ کہا جائیگا" حالانکہ ایسا کسی نے نہیں کہا ہے۔

شیخ الرئیس بو علی سینا کی ہمنوائی

جملہ رطوباتِ بدن اخلاط کہلاتے ہیں:

کائنات بدن کے اجزائے ثلاثہ

حمیات کی تقسیم، حمی عرض اور حمی مرض کی طرف، کرنے کے بعد شیخ الرئیس اپنی پسندیدہ تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو ابو سہل مسیحی کے قول کے بالکل مطابق ہے:—

حوالہ (۱۴)

ولنقل انہ لما کان جمیع ما فی البدن ثلثۃ اجناس:

ہم کہتے ہیں کہ بدن انسان میں مجموعی طور پر محض تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں: اعضاء، رطوبات اور ارواح و بخارات۔

(۱) اعضاء حاویۃ لما فیہ من الرطوبات والارواح، قیاسھا قیاس حیطان الحمام۔

(۱) چنانچہ پہلی چیز اعضاء، جو رطوبات اور ارواح کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو بمنزلہ حمام کی دیواروں کے سمجھنا چاہئے۔

(۲) ورطوبات محویۃ قیاسھا قیاس میاہ الحمام۔

(۲) دوسری چیز رطوبات بدن، جو اعضاء کے اندر گھری ہوتی ہیں، ان کو حمام کے پانی کی طرح مان لینا چاہئے۔

(۳) وارواح نفسانیۃ وحیوانیۃ وطبعیۃ وابخرۃ مبثوثۃ قیاسھا قیاس ھواء الحمام۔

(۳) تیسری چیز ارواح نفسانیہ، حیوانیہ، اور طبعیہ، اور بخارات جو تمام بدن میں بکھرے ہوئے ہیں، ان کی مثال بدن انسان میں حمام کی ہوا کے مطابق ہے۔

فالمشتعلُ بالحرارةِ الغريبةِ اشتعالًا اوليًا وهو الذي اذا اطفأ هو بردما يجاوره. واذا بردما يجاوره لم يجب ان يطفأهو بل يمكن ان يبقى وان يعود، فيسخن ما يجاوره يكون احد هذه الاجسام الثلثة التي لا يوجد في الانسان جنس جسماني خارجٌ عنها ٭

پس حرارت غریبہ سے جو چیز اولاً اور بالذات مشتعل ہوگی، وہ یقیناً ان ہی تین مذکورہ بالا اجناس میں سے کوئی ایک جنس ہوگی، کیونکہ بدن انسان کے اندر کوئی چوتھی جسمانی چیز، ان سے الگ نہیں ہے۔ اور جو چیز اولاً اور بالذات مشتعل ہوتی ہے اُس کے معنے یہ ہیں کہ اُس کے بجھنے اور سرد ہونے سے دوسری متصلہ چیزیں سرد ہوجاتی ہیں، اور جب دوسری متصلہ چیزیں سرد ہوجائیں، تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اصلی گرم چیز بھی سرد ہوجائے، بلکہ اس کے برعکس یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی حالت پر باقی رہے، اور لوٹ کر دوسری متصلہ چیزوں کو از سرِ نو گرم کردے۔

فان تشبثت الحمى بالاعضاء الاصلية التشبث الاول كما يتشبث الحريق مثلاً بحيطان الحمام، او بزق الحداد او بقدر الطباخ، فذلك جنس من الحميات يسمى حمى الدق

پس اگر بخار کی حرارت اعضاء اصلیہ کے ساتھ اصالۃً وابستہ ہوگی، یعنی اشتعال اولی (اصلی اشتعال) اعضاء اصلیہ کے ساتھ قائم ہوگا، تو اس جنس کو حمی دق کہینگے، جس طرح آنچ حمام کی دیواروں یا لوہار کی دھونکنی، یا باورچی کی پتیلی کو مشتعل کردے (اور ان کے گرم ہونے کے بعد ان کے اندر کی ہوا، یا پانی وغیرہ ثانوی طور پر گرم ہوجائے)۔

وان تشبثت الحمى

اور اگر بخار کی حرارت اصالۃً

تشبّثها الاولیّ بالاخلاط ثم فشت منها فی الاعضاء کما یتفق ان یُصبّ الماءُ الحارّ فی الحمامات.

فتحمی جدرانه بسببه، او مرقةٌ حارةٌ فی القدر فیحمی القدر بسببها، فذلک جنسٌ من الحمیات یسمی حمی الخلط،

وان تشبثت الحمی تشبثها الاول بالارواح والابخرة ثم فشت منها فی الاعضاء والاخلاط کما یتفق ان یصیر الی الحمام هواءٌ حارٌ، او یوقد فیه نارٌ فیسخن هوائه فیتادّی الی الماء والی الحیطان، فذلک جنس من الحمیات یسمی حمی یوم، لانها تشبثة بشئٍ لطیفٍ یتحلل بسرعةٍ، وقلما تجاوزت یوماً بلیلةٍ إن لم یتحل الی جنس آخر من الحمیات،

اخلاط کے ساتھ وابستہ ہوگی، پھر یہ حرارت ثانوی طور پر اخلاط سے اعضاء میں پھیلے گی، جس طرح حمام میں اگر گرم پانی ڈالنے کا اتفاق ہو، تو گرم پانی کی گرمی سے حمام کی دیواریں گرم ہو جاتی ہیں، — یا جس طرح گرم شوربہ ہانڈی میں ڈال دیا جائے، تو اس کی گرمی سے ہانڈی گرم ہو جاتی ہے، تو اس جنس کا نام حمی خلطیہ ہے۔

اور اگر بخار کی حرارت اصالتہً ارواح اور بخارات کے ساتھ وابستہ ہوگی، اس کے بعد ثانوی طور پر یہ حرارت ارواح و بخارات سے اعضاء اور اخلاط تک منتقل ہوگی — جیسا کہ اگر اتفاقاً حمام کے اندر گرم ہوا پہونچائی جائے، یا اس کے اندر آگ جلائی جائے، تو ان دونوں صورتوں میں حمام کا پانی اور اس کی دیواریں گرم ہو جاتی ہیں، اس جنس حمیات کا نام حمای یوم ہے، کیونکہ اس صورت میں بخار کی حرارت کا تعلق ایک ایسی لطیف شئے کے ساتھ قائم ہے، جو جلد تحلیل ہونے والی چیز ہے، اور ایسا بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ ایسا بخار ایک دن رات سے زیادہ قائم رہے، ہاں اگر وہ

حمی یوم منتقل ہوکر بخار کی کسی دوسری جنس
میں تبدیل ہوجائے، تو چوبیس گھنٹہ سے
تجاوز بھی کرسکتا ہے۔

(قانون شیخ، کتاب رابع، بحث
حمیات، ماہیت حمی و تقسیم حمی)

—— (+) ——

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اخلاط کا جو مفہوم میں نے بیان کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، یا میرے دماغ کی اختراع ہے، تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ شیخ الرئیس کے اس قول پر گہری نگاہ ڈالے۔

اگر اس کا گمان ہے کہ محض معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے میں نے ایک راہِ گریز نکالی ہے، ورنہ اخلاط کے یہ معنے کسی چھوٹے یا بڑے عالم نے نہیں بتائے ہیں، تو اس کا فرض ہے کہ وہ شیخ الرئیس کے قول کو بغور پڑھے، جو اپنے استاذ، ابوسہل مسیحی کی طرح کتنی وضاحت سے فرماتے ہیں:

"کائنات بدن میں محض تین جنس کی چیزیں پائی جاتی ہیں:

اعضاء —— رطوبات —— ارواح

کوئی چوتھی جسمانی جنس ان سے باہر بدن انسان کے اندر موجود نہیں"

اس تمہید کے بعد بخاروں کی تقسیم کو ان ہر سہ کائنات بدن پر اس طرح منطبق کرتے ہیں:

"(۱) اگر حرارت حمی کا تعلق اصالۃً اعضاء اصلیہ کے ساتھ ہوگا، تو اُسے حمی دق کہینگے"

"(۲) اور اگر حرارت حمی کا تعلق اصالۃً اخلاط کے ساتھ ہوگا، تو اُسے حمی خلط کہینگے"

"(۳) اور اگر حرارت مذکور کا اصلی تعلق ارواح وابخرہ کے ساتھ ہوگا، تو اُسے حمی یوم کہینگے"

شیخ الرئیس نے کائنات بدن کی جہاں تقسیم کی، وہاں اعضاء و ارواح کے

درمیان رطوبات کا لفظ استعمال کیا، اور جہاں ان ہر سہ موضوع حرارت کے لحاظ سے بخاروں کی تقسیم کی، وہاں رطوبات کی بجائے اخلاط کا لفظ استعمال کیا۔ اور رطوبات بدن کے بخار کا نام حمّٰی خلط قرار دیا۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ عام رطوبات بدن کو اطبائے قدیم اخلاط کہا کرتے ہیں اور رطوبات بدن کے تعفن و تحجّر سے اگر بخار لاحق ہوتا ہے۔ تو اُسے حمی خلطیّہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، جس کا دوسرا نام حمّٰی عفونیّہ بھی ہے۔

یہ قول منکرین اخلاط کے تمام شبہات کا کافی ازالہ کرکے اطباء قدیم کی عظمت کو دلوں پر نقش کر دیتا ہے۔

دنیا کے بہت سے اختلافات محض لفظی نزاع سے معرضِ وجود میں آئے ہیں، اسی لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اخلاط کا مفہوم واضح طور پر متعین ہو جائے، اس کے بعد بہت ممکن ہے کہ معترضین کے بہت سے اعتراضات از خود ختم ہو جائیں۔

سہ گانہ کائنات بدن

(اور)

سہ گانہ حمیات

ابوالحسن ربّن طبری (استاذ زکریا رازی) حمیات کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حوالہ (۵)

ولها ثلثة اجناس:	بخار کی تین جنسیں ہیں:
(۱) فمنها ما یاخذ فی الروح؛	(۱) ایک تو وہ بخار ہے جو روح سے شروع ہوتی ہے (جو بدن کا ہوائی جزو ہے)۔

00000038 (3275x5465x2 tiff)

(۲) ومنها فی اخلاط البدان؛	(۲) دوسرا وہ بخار ہے، جو بدن کے اخلاط سے شروع ہوتا ہے (جو بدن کا رطوبی اور سیال حصہ ہے) ÷
(۳) ومنها فی الاعضاء الاصلیۃ ÷	(۳) تیسرا وہ بخار ہے، جو اعضاء اصلیہ سے شروع ہوتا ہے (جو بدن کا ٹھوس جزو ہے) ÷
(ص ۲۸۵ - فردوس الحکمۃ)	

ابو الحسن ربن طبری کا یہ قول ابو سہل مسیحی، اور شیخ الرئیس وغیرہ کے اقوال کے مطابق ہے؛ کائنات بدن تین قسم کے اجزاء: ھوائی (روح) ــــ سیال (اخلاط) ــــ جامد (اعضاء) ــــ پر مشتمل ہے، اسی لحاظ سے حمیات کی قسمیں بھی تین ہی ہیں: حمی یوم‌یۃ، خلطیۃ، دقیۃ ÷

فاضل مسیحی کے قول کی تائید (بقراط)

ابو سہل مسیحی نے اگر کہا ہے کہ "کائنات بدن کے اندر تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں"، تو یہ اس کا ذاتی قول نہیں ہے، بلکہ اس بارہ میں اس نے بقراط کے قدیم ترین قول کو پیش کیا ہے؛ بقراط بھی یہی کہتا ہے کہ "انسانی جسم تین چیزوں ــــ جامد ــــ سیال ــــ اور ہوائی ــــ سے مرکب ہے ÷

ذیل میں بقراط کا قول کتاب انیس المشرحین سے نقل کیا جاتا ہے، جو ڈاکٹری انگریزی کتاب (مولفہ ڈاکٹر رابرٹ ہوپر، لندن) کا عربی ترجمہ، اور جس کے مترجم کا نام ڈاکٹر جان نیٹلر اسکاٹ لینڈی ہے:

موصوف بقراط کی مختصر تاریخ لکھتے ہوئے اس کے اقوال میں سے سب سے پہلا قول درج کرتے ہیں:

حوالہ (۶)

قال ھذا الفاضل	اس فاضل (بقراط) کا قول ہے کہ

(ابقراط[1]): ان البدن الانسانی ھو مرکب من الاشیاء الجامدۃ، والسائلۃ، والارواح، والاجزاء المحیطۃ والمحاطۃ۔

(انیس المشرحین، عنوان الکتاب صفحہ ب)

"بدنِ انسانی ایسی چیزوں سے مرکب ہے (۱) جو جامد ہیں، (۲) جو سیال ہیں، (۳) اور جو ارواح (کی طرح ہوائی) ہیں۔
اور[2] ایسے اجزا سے جو گھیرنے والے ہیں، اور ایسے اجزاء سے جو گھرے ہوئے ہیں (یعنی ہر سہ اجزاء مذکورہ میں سے بعض اگر گھیرنے والے ہیں، تو بعض گھر کر رہنے والے)۔"

چنانچہ بدن انسان کی "جامد چیزیں" وہی ہیں، جن کو حسب تصریح ابوسہل مسیحی، اعضاء کہا جاتا ہے، اور "سیال چیزیں" اخلاط اور بدن کی اصلی رطوبات کہلاتی ہیں، تیسری قسم کی چیزوں کا نام ارواح جو بشکل ہوا ہوتی ہیں، خود ابقراط نے وہیں بتا دیا ہے۔

ان میں سے اعضاء، اگر رطوبات اور ارواح کے گھیرنے والے (مُحِیطَہ) ہیں، تو رطوبات اور ارواح گھر جانے والی چیزیں (مُحَاطَہ)۔

الغرض بدن اس لحاظ سے دو قسم کے اجزاء سے مرکب ہے:
(۱) سیال اور ہوائی اجزاء اپنے بہاؤ اور لطافت کی وجہ سے برتنوں کے محتاج ہیں، تاکہ سیال رطوبتیں بہنے سے باز رہیں، اور ہوائی اجزاء تحلیل ہو کر

---

[1] ابقراط، الذی ھو مسمی بابی الطب، ولد قریبا من اربع مائۃ سنۃ قبل المسیح (مولانا انیس المشرحین)۔
[1] ابقراط، یہ ابو الطب (طب کے بابا) کے نام سے مشہور ہے، تقریباً چار سو سال قبل مسیح یہ پیدا ہوئے (۴۰۰ قبل مسیح)۔

[2] یہاں پر (اور) کا لفظ حرف عطف تفسیری (یعنی کے معنی میں) ہے، یا کتابت کی غلطی سے (یعنی کی بجائے) (اور) لکھا گیا ہے۔ اس کے سوا یہاں کچھ اور مدعا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی [illegible] کہ ابقراط کے [illegible] ان کی صورت میں ہوا کرتے ہیں۔

پراگندہ نہ ہوجائیں۔

(۲) گھیرنے والے اجزاء جن کو بقراط نے اشیائے جامدہ کہا ہے، جو پہلی دونوں قسم کی چیزوں (اخلاط و ارواح) کو اپنے جونوں کے اندر گھیر کر رکھتے ہیں۔

رطوبات اصلیہ اور اخلاط کا ترادف

میں نے اوپر بصراحت دعوے کیا ہے کہ "انسانی بدن کی سیال چیزیں، جو بدن کی جوہری ترکیب میں شامل ہوتی ہیں، اخلاط کے علاوہ رطوبات اصلیہ کہلاتی ہیں"۔

اس پر خود بقراط کا قول دلیل ہے، جو اس مذکورہ بالا قول سے متصل ہے، اور جس میں اس نے رطوبات اصلیہ کی تقسیم چار قسموں، خون، صفراء، بلغم اور سوداء، میں کی ہے۔

رطوبات اصلیہ کی چار قسمیں (اخلاط اربعہ)

مؤلف انیس المشرحین بقراط کا پہلا قول نقل کرنے کے بعد، اس کا دوسرا قول اس طرح نقل کرتے ہیں، جو در اصل پہلے قول کا دوسرا اہم جزء ہے:

حوالہ (ب)

وایضاً قسّم الرطوبات (بقراط) الاصلیة الی اربعة اقسام: الدم، والصفراء، والبلغم، والسوداء۔

نیز بقراط نے رطوبات اصلیہ کو چار قسموں، خون، صفرا، بلغم، اور سودا، میں تقسیم کیا ہے۔

(انیس المشرحین، عنوان الکتاب، صفحہ ب)

بقراط کے دونوں اقوال کا مدعا یہ ہے کہ

(ا) بدن انسان کی ترکیب میں تین قسم کے اجزاء شریک ہیں:

(أ) اجزاء جامدہ، جن کو اعضاء کہا جاتا ہے، اور جو بقیہ

دونوں قسم کے اجزاء (سیالہ و ہوائیہ) کو اپنے گھیرے میں لئے رہتے ہیں یعنی رطوبات بدن اور ارواح پر حاوی اور محیط ہوتے ہیں۔

(ب) اجزاء سیالہ، جن کو رطوبات اصلیہ کہا جاتا ہے۔

(ج) اجزاء ہوائیہ، جن کو اصطلاحاً ارواح کہا جاتا ہے۔

یہ اخیر کی دونوں چیزیں (رطوبات اصلیہ اور ارواح) اعضاء کے جوفوں کے اندر گھری رہتی ہیں، اس لئے یہ اجزاء محاطہ (گھیرے میں بند کئے ہوئے اجزاء) کہلاتے ہیں۔

پھر بدن کی رطوبات اصلیہ کی چار قسمیں ہیں: خون، صفراء، بلغم، اور سوداء۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ رطوبات اصلیہ اور اخلاط دونوں مترادف اصطلاحات ہیں، اور دونوں کے مصداق خون، صفراء، بلغم، اور سوداء ہیں۔

اگر یہ دونوں الفاظ مترادف نہ ہوتے، اور رطوبات اصلیہ کا مفہوم اخلاط سے جداگانہ ہوتا، تو یہ کہنا کسی طرح جائز نہ ہوتا کہ

"رطوبات اصلیہ کی چار قسمیں ہیں: خون، صفراء، بلغم، اور سوداء"، کیونکہ یہی چاروں چیزیں "اخلاط" کہلاتی ہیں۔

لفظی اختلاف کا اصلی راز

اس لفظی اختلاف کی اصلی وجہ یہ ہے کہ رطوبات اصلیہ، اور اخلاط دونوں عربی الفاظ ہیں، اور نظریۂ اخلاط کے بانی، بقراط کی تالیفات یونانی زبان میں تھیں، اُس نے اس مدعا کے لئے جو یونانی لفظ استعمال کیا تھا، اُس کا ترجمہ بعض عربی مترجمین نے رطوبات[1] کیا، اور بعض نے اخلاط۔

---

[1] ڈاکٹری میں اس یونانی لفظ کا ترجمہ "ھیومر" کیا گیا ہے، جس کے معنے بھی رطوبات کے ہیں، جیسا کہ آگے آنے والا ہے۔

چنانچہ طبِّ قدیم کی عربی تالیفات میں اب تک یہ دونوں الفاظ بکثرت مستعمل ہیں، اور رطوباتِ بدن اور اخلاط، دونوں طب میں ہم معنے سمجھے جاتے ہیں۔

انتباہ:

رہا یہ سؤال کہ جملہ رطوباتِ بدن کو بقراط نے کُل چار گروہوں میں کس لحاظ سے تقسیم کیا ہے، اس پر میں آیندہ بحث کرنے والا ہوں۔

ازالۂ وہم:

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ

"ایک عطار کی بیاض سے لیکر بقراط تک کی کتابوں میں اخلاط سے جو کچھ مراد لیا جاتا ہے، وہ کچھ اور ہے، اور ــــ کبیرالدین جو مفہوم پیش کررہا ہے، وہ اِن سب متقدمین اور متاخرین کے اقوال سے جُداگانہ ہے"۔

ایسے مشکّکین کو چاہئے کہ وہ متقدمین کے اِن اقوال پر، اور خصوصاً ابقراط کے اقوال پر، نظرِ غائر ڈالیں، اور انہیں اچھی طرح سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔

بقراط کے اقوال اس بارہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، کیونکہ وہی نظریۂ اخلاط کا بانی ہے، اور دُنیائے طب میں اُسی نے سب سے پہلے اس خیال کو پیش کیا ہے، کہ بدن کے اندر چار قسم کی رطوبتیں، جو چار رنگ کی ہیں، پائی جاتی ہیں، جیسا کہ آگے چل کر میں اسے تفصیل کے ساتھ بتاؤں گا۔

باب (۲)

اَخلاط کا مَفہُوم

(مُسلسل)

اَخلاط کا ڈاکٹری مُترادِف: ہیومرز

اوپر بتایا گیا ہے کہ رطوبات اصلیہ، رطوبات بدنیہ، اور اَخلاط، یہ سب عربی الفاظ بلحاظ مفہوم و مصداق مترادف ہیں؛ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بقراط نے اس مُدّعا کے لئے جس یونانی لفظ کا استعمال کیا ہے، غالباً اُس کے معنے رطوبت کے ہیں۔

اس خیال کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ اخلاط کا ترجمہ ڈاکٹری میں بھی لفظ "ہیومرز" سے کیا گیا ہے، جس کا لفظی ترجمہ "رطوبات" ہے؛ نیز نظریۂ اخلاط کو ہیومرل تھیوری کہا جاتا ہے۔

ہیومرل: ہیومر کی طرف منسوب، جس کے معنے خلط، یا رطوبت کے ہیں؛ اور تھیوری کے معنے نظریہ، اور مسئلہ کے ہیں۔ الغرض ہیومرل تھیوری کا ترجمہ ہوا: نظریۂ اخلاط، یا رطوباتِ بدن کا مسئلہ؛

00000044 (3337x5463x2 tiff)

ان دونوں امور کے لئے ذیل میں ڈارلینڈ امریکی کے اقوال سند کے طور پر ، ان کے شہرہ آفاق طبی لغت سے نقل کئے جاتے ہیں :

پہلا دعوےٰ :

ھیومر کے معنےٰ خلط کے ہیں :

میرا پہلا دعوےٰ ہے کہ ھیومر کے معنے " خلط " کے ہیں . چنانچہ ڈارلینڈ امریکی لکھتے ہیں :

حوالہ (۸)

Humour: any fluid or semifluid of the body.

(Dorland).

ترجمہ :

" ھیومر ، جسم کا کوئی سیال ، یا نیم سیال (ڈارلینڈ)

بالفاظ دیگر : ـــــ بدن کی کوئی رطوبت ، جو سیّال یا نیم سیال صورت میں ہو ، جس کو دوسری اصطلاح میں " خلط " کہا جاتا ہے ÷

دُوسرا دعوےٰ :

ھیومرل تھیوری کا ترجمہ نظریۂ اخلاط :

میرا دوسرا دعوےٰ ہے کہ نظریۂ اخلاط کا انگریزی ترجمہ ھیومرل تھیوری ہے ، اگر ھیومرز کے معنےٰ اخلاط کے نہ ہوتے ، تو نظریۂ اخلاط کو ڈاکٹری میں ھیومرل تھیوری ہرگز نہ کہا جاتا ، چنانچہ فاضل موصوف لکھتے ہیں :

حوالہ (۹)

Humoral Theory: the theory that the body contains four humors–blood, phlegm, yellow–bile, and black-bile, a right proportion or mixing of which constitutes health; improper proportion or irregular distribution constitutes disease. (Dorland).

ترجمہ :

ہیومرل تھیوری (نظریۂ اخلاط ؛ نظریۂ رطوبات بدن) : یہ نظریہ کہ بدن کے اندر چار رطوبات — خون ، بلغم ، مِرّۂ صفراء (پیلا پت) ، مِرّۂ سوداء (کالا پت) پائی جاتی ہیں ، جن کا صحیح تناسب یا ٹھیک آمیزش صحت پیدا کرتی ہے ؛ اور جن کا غیر صحیح تناسب (بلحاظ مقدار و کیفیت) یا بے قاعدہ انتشار باعث مرض بنتا ہے ۔ (ڈارلینڈ امریکی)

تعلیمات بقراط ، نظریۂ اخلاط کے بارہ میں

ابوالطب بقراط کی تعلیم ہے کہ

" بدن کے اندر چار قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں ؛ جب تک یہ چاروں بلحاظ کمیت و کیفیت ، یعنی بلحاظ مقدار و نوعیت ٹھیک ہوتی ہیں ، تو صحت حاصل رہتی ہے ، اور جب کسی اندرونی یا بیرونی سبب سے ، ان کی کیفیت یا کمیت میں کسی قسم کی خرابی لاحق ہو جاتی ہے ، تو مرض پیدا ہو جاتا ہے "

یہی نظریۂ اخلاط ہے، جس کا بانی بقراط ہے۔ اسی نظریہ کی وضاحت فاضل ڈارلینڈ نے ہیومرل تھیوری کے عنوان سے کی ہے؛ اور دوسرے مقام پر، جہاں اُس نے بقراط کی مختصر سی تاریخ لکھی ہے، بتایا ہے کہ "نظریۂ اخلاط" بقراط کی تعلیم ہے"۔

فرماتے ہیں:— — —

حوالہ (۱۰)

Hippocrates: a famous Greek physician, born in the Island of Cos, 460 B.C., and called the "*Father of Medicine*". He taught the "Humoral Theory" of Disease, and from his pupils he exacted an oath (Hippocratic oath) that they would never abuse their trust by criminal practice nor disclose professional secrets. Of the 87 writings forming the so-called "*hippocratic collection*," many were doubtless composed by other writers. (Dorland).

ترجمہ:

ہپوکریٹس (ابوقراطیس، ابقراط)[1]

ایک مشہور یونانی طبیب، جو جزیرہ قاس (قو) میں ۴۶۰ سنہ قبل مسیح میں پیدا ہوا؛ اور جو "ابوالطب" (پدرِ طب) کے لقب سے مشہور ہوا، اُس نے امراض (کی پیدائش) کے لئے نظریۂ اخلاط (ہیومرل تھیوری) کی

---

[1] تاریخ عیون الانباء (فی طبقات الاطباء) میں درج ہے کہ "القراط کا اصلی نام ابوقراطیس، یا ہبوقراطیس ہے"۔ اسی لمبے نام کو عربوں نے مختصر کرکے "ابقراط" اور "بقراط" بنایا۔

تعلیم دی۔ وہ اپنے شاگردوں سے عہد و پیمان لیا کرتا تھا (عہد و پیمان بقراط) کہ وہ مجرمانہ عمل سے اپنے اعتماد کو کبھی نہ کھوئینگے، نہ فنی رازوں کا افشاء کرینگے۔ تاہم ان کتابوں میں سے، جو مجموعۂ بقراطیہ (فصول بقراطیہ) کہلاتی ہیں، ان میں سے بیشتر، بلا ریب، دوسروں کی تالیف کی ہوئی ہیں۔" (ڈارلینڈ)

اس موقعہ پر ان دونوں حوالوں کے درج کرنے سے محض یہ ثابت کرنا مدِ نظر ہے کہ ڈاکٹری اصطلاح میں اخلاط کو ھیومرز کہا جاتا ہے، رہا یہ سوال کہ بقراط کے اس نظریہ میں، ڈھائی ہزار سال کے بعد، کس حد تک صداقت و قوت ثابت کی جا سکتی ہے، اور علم کے دورِ جدید میں، موجودہ مسلمات کو حقیقت کا معیار فرض کرکے یہ قدیم نظریہ کہاں تک قائم رہ سکتا ہے، اس پر میں آئندہ تفصیل سے بحث کرونگا۔

ڈاکٹر شرف اور لفظ ہیومر

ڈاکٹر شرف مصری، صاحب معجم انجلیزی عربی نے بھی انگریزی لفظ ھیومر کا ترجمہ لفظ خِلط، رطوبت، اور اَمشاج سے کیا ہے، مروجہ طبی کتب کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اخلاط کو ہمارے اطباء نے اَمشاج کے نام سے[1] بھی ذکر کیا ہے۔

---

[1] علامہ علاء الدین قرشی فرماتے ہیں؛

حوالہ (۱۲)

ومنها متصرفة في الغذاء لاجل بقاء النوع وهي قوتان، احداهما تفصل من امشاج البدن	قوت طبعیہ کی دوسری قسم وہ ہے، جو حیات نوعی کی بقاء کیلئے غذا میں تصرف کرتی ہے، یہ دو قوتیں ہیں؛ (۱) ایک وہ قوت ہے جو بدن کے امشاج

(ملاحظہ ہو بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۴۳))

00000048 (3259x5625x2 tiff)

ملاحظہ ہو لفظ ھیوھر اور اُن الفاظ کے معانی، جن کا مادہ اشتقاق متحد ہے،

حوالہ (۱۱)

Humid (L)	(لاطینی) رَطْب (تر)، نَدِیٌّ (نمناک)، بَلّ (گیلا)۔(ہیومِڈ)
Humidity	رطوبۃ (تری) نداوۃ (نمی)، بلالۃ (گیلاپن) ۔ (ہیومی ڈی ٹی)
Humor	خلط ۔ احد الاخلاط او سوائل الجسم ۔ (ہیومر) اخلاف الدم، اَمْشَاج ۔

ترجمہ:

"ھیوھر": خلط ۔ خون[1] کے سوا، اخلاط میں سے کوئی ایک خلط، یا جسم کی سیال چیزوں میں سے کوئی ایک سیال؛ امشاج۔

ملاحظہ ہو بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

جوھرالمنی (الخ) (رطوبات، اخلاط) سے منی کے جوہر کو جدا کر کے لاتی ہیں

(صفحہ ۱۵۲۔ نفیسی مع ترجمہ) (الیٰ آخرہ)

حوالہ (۱۲)

اَمْشَاج: مشیج کی جمع، جو مَشَجَ سے مشتق ہے؛ خلط کی طرح مَشَجَ کے معنے بھی آمیزش کے ہیں، صاحب منجد فرماتے ہیں:

(مَشَجَۃ ۔ مَشْجًا بَكذا: (مَشَجَ) ملانا، از باب نصر ینصر۔ خلطہ۔

{اَلْمَشْجُ وَالْمَشِيجُ وَالْمَشَجُ {مَشْج، مَشِيج، مَشَج، مِشْج} وَالْمِشْجُ} ماكان مختلطًا جمع: جو چیز ملی ہوئی ہو جمع: اَمْشَاج اَمْشَاج ۔۔

[1] یہاں شرف مصری نے بعض حکماء کے قول کے مطابق خلط کی توضیح کی ہے ۔ چنانچہ ایک گروہ قائل ہے کہ اخلاط تین ہیں، اور خون ان کے نزدیک اخلاط میں شامل نہیں۔

علاوہ بریں مندرجہ ذیل اصطلاحات کے ساتھ لفظ ھیومر استعمال کیا جاتا ہے ان سب اصلاحات کے ترجمہ میں ڈاکٹر شرف مصری نے " رطوبت " کا لفظ استعمال کیا ہے :

رطوبت مائیہ (رطوبت بیضیہ) آنکھ کی (آیکواس ہیومر)	**Aqueous Humor**
رطوبت جلیدیہ (رطوبت عدسیہ) (کرسٹے لائن ہیومر)	**Crystalline Humor**
رطوبت زجاجیہ، جسم زجاجی (وِٹریس ہیومَر)	**Vitreous Humor**
خاصٌ بأحد الاخلاط (ہیومرل) (کسی ایک خلط سے متعلق، خلط کی طرف منسوب۔ خلط والا)	**Humoral**
مُرَطِّبٌ (رطوبت پیدا کرنے والی) (ہیومِک ٹینٹ)	**Humectant**
ترطیب، تندیہ، (ہیومک ٹے شن) تبلیغ (رطوبت پیدا کرنا، نمی پیدا کرنا، گیلا کرنا)۔	**Humectation**

اخلاط (رطوبات بدن) کا تذکرہ طب جدید میں :

جس طرح ہماری قدیم طبی کتابوں میں اخلاط یا رطوبات بدن کے بیان کے لئے ایک عنوان ہوا کرتا ہے، جس میں ہر مصنف اپنے طرز خاص سے رطوبات بدن کا تذکرہ کیا کرتا ہے، اسی طرح طب جدید کی بہت سی کتابوں میں مجھے

رطوبات بدن
اور
فلوئڈز آف دی باڈی

Fluids of the Body

(یا)

هیومرز آف دی باڈی

Humors of the Body

کے عنوانات ملے، جس میں ہر مصنف نے، باختلاف طرز ادا، رطوبات بدن کا بیان لکھا ہے، مثلاً ڈاکٹر جان ٹیٹکر اسکاٹ لینڈی نے انیس المشرحین میں، جو ایک انگریزی کتاب[1] کا عربی ترجمہ ہے، مبحث رطوبات کا عنوان قائم کرکے کیلوس، خون، مائیت (لمف)، صفراء، رطوبات بلغمیہ، رطوبت دسمہ (روغنی رطوبت) اور رطوبات فضلیہ، مثلاً بول، براز، پسینہ، دودھ، وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

گریز اناٹمی کی مختلف طباعتوں میں فلوڈز آف دی باڈی، اور هیومرز آف دی باڈی کی سرخیاں ملیں، جن میں خون، کیلوس، مائیت خون (رطوبت طلیہ) اور دیگر رطوبات کے حالات درج کئے گئے ہیں۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ رطوبات بدن کے بارہ میں دونوں طبوں کے تمام اقوال و نظریات ایک دوسرے کے مطابق ہیں، یہ ایک الگ اور اہم موضوع ہے، جس پر میں آئندہ تفصیل کے ساتھ بحث کروں گا، اور یہ بتاؤں گا کہ اخلاط بدن کے مسائل ایسے دقیق، پیچیدہ، اور تاریکی میں پوشیدہ ہیں، کہ ڈھائی ہزار سال کے بعد بقراط کے نظریات کو عصر جدید کے نظریات سے مطابق کرنا تو درکنار، طب جدید ہی کے دو مصنفین کے بیانات ایک دوسرے کے مطابق نہیں ہو سکتے، جن کے درمیان صرف دو تین سال کی قلیل ترین مدت حائل ہو چکی ہو۔

بلکہ اس عنوان سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ طب جدید جس چیز کو "فلوڈ" یا "هیومر" کہتی ہے، اسی چیز کو ہم خِلط، یا رطوبت

---

[1] مولفہ رابرٹ ہوپر

00000051 (3336x5484x2 tiff)

کہا کرتے ہیں، جس سے انکار کی کوئی سبیل نہیں۔

طب جدید میں ارواح

یہ سوال کہ کائناتِ بدن کی تیسری چیز ارواح کو بھی طب جدید کے مسلمات سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ — یقیناً، اور بہت ہی آسانی کے ساتھ، بشرطیکہ فہم صحیح کے ساتھ اس پر غور کیا جائے، اور الفاظ و اصطلاحات کے ظاہری اختلاف سے معنوی اختلاف نہ پیدا کر لیا جائے — سنئے:

طب جدید کا علم المنافع (فزیالوجی) تسلیم کرتا ہے کہ خون، عضلات، مائیت خون، مصل دموی وغیرہ میں مختلف قسم کے گیس (Gas) پائے جاتے ہیں، مثلاً آکسیجن (نسیم: حمضین)، نائٹروجن (شورین)، ہائیڈروجن (مائین) وغیرہ۔

چنانچہ منافع الاعضاء کی معتبر درسی کتاب ھیلی برٹن کی فزیالوجی میں گیس کے متعدد عنوانات قائم کئے گئے ہیں، مثلاً

حوالہ (۱۴)

خون کے گیس، Gosses of the blood

عضلات کے گیس Gasses of Muscle

خون کی مائیت اور مصل دموی کے گیس Gasses of plasma and serum

ان عنوانات کے تحت جن چیزوں سے بحث کی گئی ہے، انہی کو طبی اصطلاح میں روح، ریح، ھواء، اور بخارات وغیرہ کہا جاتا ہے، جس کو ابو سہل مسیحی، شیخ الرئیس بو علی سینا، ابوالحسن ربن طبری، اور بقراط وغیرہ نے کائنات بدن کی تیسری چیز (جز ھوائی: بصورت ہوا) قرار دیا ہے، جس سے طب جدید کسی طرح انکار نہیں کر سکتی۔

(ارواح کے مفصل احکام کے لئے مستقل مبحث کا انتظار کیا جائے)

باب (۳)

اَخلاط کا مفہوم

(مُسلسل)

رُطوبات اُولیٰ اور رطوبات ثانیہ،

دونوں اَخلاط ہیں

چونکہ میرے مخاطَب طلباء کے علاوہ ایسے حضرات بھی ہیں، جو ان طبی اصطلاحات سے واقف نہیں، اس لئے پہلے مَیں اِن اصطلاحات کی وضاحت کروں گا، اس کے بعد مذکورہ بالا دعوے کی طرف عود کروں گا۔

رطوبت اُولیٰ اور رطوبت ثانیہ :

یہ دونوں نام بتا رہے ہیں کہ یہ دونوں اضافی چیزیں ہیں ؛
یعنی یہ دو رطوبتیں ہیں، جن میں سے ایک مقدم ہے، اور دوسری مؤخر :
پہلی رطوبت میں کچھ تغیرات واستحالات واقع ہوتے ہیں، جس سے دوسری رطوبت حاصل ہوتی ہے +
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بدن کے اندر پہلی رطوبت ہم کسے کہیں، اور دوسری رطوبت کسے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اعضاء کے تغذیہ وغیرہ کے لئے جو سامان، خون کی شکل میں جایا کرتا ہے، سب جانتے ہیں کہ وہ سیال صورت میں ہوتا ہے، اور عروق کی راہ پہونچا کرتا ہے، پھر ان عروق کی باریک دیواروں سے ترشح کے طور پر (رِس کر) خون سے کچھ رطوبتیں باہر آکر اعضاء کی خلاؤں اور رخنوں میں جمع رہتی ہیں۔ یہ رطوبتیں زیادہ قیمتی، زیادہ کارآمد، بلحاظ نضج وہضم زیادہ ترقی یافتہ گویا خون کا رس، نچوڑ، اور جوہر ہوتی ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل آنے والی ہے ÷

اس سے ظاہر ہے کہ بدن کی رطوبتیں دو جگہ پائی جاتی ہیں:

اوّل — رگوں کے اندر (ما فی العروق) ÷

دوم — رگوں کے باہر، اعضاء کے رخنوں اور خلاؤں میں ÷

پہلی رطوبت کو طب جدید میں خون کہا جاتا ہے، اور دوسری رطوبت کو لِمّف، جو یونانی لفظ لِمفات سے ماخوذ ہے، جس کے معنے مائیت کے ہیں۔

یہ دونوں نام، رطوبت اولی اور رطوبت ثانیہ، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اور بتا رہے ہیں کہ دوسری رطوبت درحقیقت پہلی رطوبت سے حاصل ہوا کرتی، اور اس کی پیداوار ہے ÷

اس توضیح و تفصیل کے بعد اب میں آپ کو سوال کرنے کی اجازت دیتا ہوں کہ

کیا رطوبت اُولیٰ و ثانیہ، دونوں، اخلاط میں شامل ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں قسم کی رطوبتیں، بلاریب، اخلاط میں شامل ہیں، جس پر گزشتہ اقوال کے علاوہ، جن میں جملہ رطوبات بدن، بلاقید تخصیص، اخلاط کے نام سے یاد کئے گئے ہیں، دیگر متعدد دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) عقلی استدلال: امور طبعیہ سات نہ رہیں

اگر دونوں قسم کی رطوبتوں کو اخلاط میں داخل نہ کیا جائے تو امور طبعیہ

کی تعداد، جو دراصل اجزائے بدن ہیں، سات کی بجائے آٹھ ہوجائے۔

کیونکہ اُمُورِ طبیعیہ کی بحث میں ارکانِ بدن[1]، مزاجِ بدن[2]، اخلاطِ بدن[3]، اعضاء[4]، ارواح[5]، قوٰے[6]، اور افعال[7] کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ ساتوں چیزیں وہ ہیں، جن سے انسانی جسم کی ہستی متصور ہے، ان میں سے کسی ایک چیز کو معدوم فرض کرلیا جائے، تو انسانی ہستی بھی نیستی سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ الغرض امورِ طبیعیہ دراصل بدن انسان کے اجزاء ہیں؛ خواہ جزو مادی ہوں؛ جیسے ارکان، اخلاط، اعضاء، اور ارواح! ـــــ اور خواہ جزو صوری، جیسے مزاج اور قوٰے، اور قوٰے کے تعلق سے افعال۔

ان ساتوں امور میں سے ایک اخلاط ہیں، جن سے یہاں پر بلا تفریق بدنِ انسان کا پورا سیّال جزء مراد ہے، خواہ وہ رطوبت اُولیٰ ہو، یا ثانیہ؛ جس طرح اعضاء سے بدن کے سارے جامد اجزاء مراد ہیں، اور ارواح سے بدن کے ہوائی شکل کے کل اجزاء۔

یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ ہر معمولی سمجھ کا انسان اس کے تسلیم میں دریغ نہ کریگا؛ کیونکہ اگر اخلاط سے محض رطوبت اُولیٰ مراد لی جائے، جو رگوں میں محصور ہوتی ہے، تو دوسری رطوبت کے لئے اخلاط کے علاوہ ایک الگ عنوان قائم کرنا پڑے، جس سے امورِ طبیعیہ کی تعداد آٹھ ہوجائے۔ رطوبت اُولیٰ اگر بدن کا جزء ہے، تو رطوبت ثانیہ بطریقِ اَولیٰ بدن کا اہم حصہ ہے، کیونکہ اُس نے مزید استحالات و تغیرات حاصل کئے ہیں، اور وہ جوہر اعضاء سے قریب تر اور منافع کے لحاظ سے مفید تر ہوگئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام اطباء رطوبت ثانیہ کا ذکر اخلاط ہی کے عنوان کے ذیل میں کیا کرتے ہیں، اور کسی مؤلف و مصنف نے آج تک اس کے خلاف نہیں کیا ہے۔

(۲) علامہ محمود آملی کی تصریح

میں نے اوپر پہلی دلیل میں جو کچھ کہا ہے، وہ ایک نئی استدلال کی

00000055 (3312x5443x2 tiff)

صورت ہے، پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا کسی مصنف نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔
اس سؤال کا جواب پہلے علامہ محمود آملی، شارح قانون کی زبان میں سنئے، اس کے بعد دوسرے متعدد اقوال، استناد کے طور پر پیش کئے جائیں گے۔
مباحثِ تعریف خلط کے ذیل میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۱۵)

لفظ الخلط، علی ما یاتی، یقال علی ما یدخل فیہ الرطوبۃ الثانیۃ، وھو المراد عند جعل الامور الطبیعیۃ سبعۃ، وجعل الخلط واحداً منھا، ویقال علی ما لا یتناولھا، وھو المراد ھٰھنا.

(شرح قانون، صفحہ ۱۰۹، بحث اخلاط)۔

خِلط کا لفظ، جیسا کہ آنے والا ہے، ایسے (عام) مفہوم پر اطلاق کیا جاتا ہے، جس میں رطوبت ثانیہ بھی داخل ہے۔ جس موقعہ پر امور طبیعیہ کو سات گنا جاتا ہے، اور خِلط کو ان میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے، اس موقعہ پر خلط سے یہی (عام) مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔
علی ہذا خلط کا لفظ ایسے مفہوم پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے، جس میں رطوبت ثانیہ داخل نہیں ہوتی۔ (قانون شیخ کی عبارت میں) اس موقعہ پر اسی دوسرے مفہوم میں یہ لفظ بولا گیا ہے +

اس موقعہ پر میں اسقدر بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ دیگر قدمائے، جو شیخ سے پہلے گزرے ہیں، جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے، خلط کو عام مفہوم ہی میں استعمال کیا ہے، جس میں رطوبت ثانیہ بھی شامل ہے، جیسا کہ میرے حوالوں سے، جو آیندہ آنے والے ہیں، واضح طور پر ثابت ہو جائیگا۔
یہ محض شیخ کی تجدد پسندی ہے کہ اسی لفظ سے کہیں وہ مفہوم خاص مراد لیتے ہیں، اور کہیں اسی لفظ کو مفہوم عام میں استعمال کر جاتے ہیں۔ ....

بہرحال ہر شخص کو اپنی ایک مخصوص اصطلاح بنانے کا حق ہے، لغت کے الفاظ کسی خاص فرد کی ملک[1] نہیں۔

شیخ نے امورِ طبیعیہ کو سات قرار دیا ہے، اور اخلاط کا عنوان قائم کر کے بتادیا کہ اس کے مفہوم میں رطوبت ثانیہ بھی شامل ہے؛ چنانچہ رطوبات ثانیہ کا تذکرہ اسی باب میں کیا گیا ہے۔

پھر شیخ ہی نے حمیات کی تقسیم میں بتایا ہے کہ "کائنات بدن میں محض تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں، جن میں سے قسم سیّال کو اخلاط کہا جاتا ہے، اور متعلقہ حمیات کو حمیات خلطیہ"

وہی شیخ صاحب دوسرے موقعہ پر خِلط کو ایک مخصوص معنے میں استعمال کرتے ہیں، جس کے مفہوم سے رطوبت ثانیہ کو خارج ہونا پڑتا ہے۔

(۳) علامہ علی حسین گیلانی کی تصریح

علامہ علی حسین گیلانی، شارح قانون، بحث اخلاط کے ابتدائی حصہ میں، جہاں شیخ نے خلط کی تعریف، اور رطوباتِ بدن کی تقسیم کی ہے، تصریح فرماتے ہیں کہ

"یہ سارے مباحث امورِ طبیعیہ سے متعلق ہیں، اور بلفظِ اخلاط، جو امورِ طبیعیہ کی گنتی میں داخل ہے، بدن کی ہر قسم کی رطوبات پر مشتمل ہے، خواہ رطوبات اوّلی ہوں، یا ثانیہ؛ اور خواہ وہ رطوبات فضلیہ ہوں، یا رطوبات اصلیہ صالحہ"

عبارت ملاحظہ ہو:

حوالہ (۱۶)

تلک الابحاث من الامور الطبیعیۃ والاخلاط التی	یہ ساری بحثیں امورِ طبیعیہ سے متعلق ہیں، اور اخلاط، جو امورِ طبیعیہ کے

[1] لکلٍّ ان یصطلح۔

00000057 (3294x5474x2 tiff)

تقع فی عدادها تعم الرطوباتِ الخلطیةَ المصطلحةَ کلَّها فضولَها وغیرَها والرطوباتِ الثانیةَ.

ومن هذه لیس بفضل، بل هی اولیٰ بان تکون مادة للبدن، فبعدَ ما عرَّفَ الخلط المصطلح، کما هو دابُّ الاطباء استانفَ رجوعاً عنه بتقسیمِ مطلقِ ما یقال له "رطوباتُ البدنِ" احترازاً من الروح والبخار، لیکون الکلام وافیاً بالمقصود، واَومیٰ بذلك الی انّ الالیقَ فی بحث الاخلاط تعمیم النظر حتی یفی بالبیان الموعود.

(ص ۱۱۲ شرح گیلانی)

شمار میں داخل ہیں، یہ ساری اصطلاحی خلطی رطوبات پر مشتمل ہیں، خواہ وہ فضول ہوں یا غیر فضول؛ نیز یہ رطوبات ثانیہ پر بھی مشتمل ہیں +

رطوبات ثانیہ کی ایک قسم وہ ہے، جو فضلہ نہیں ہوتی — بلکہ رطوبات ثانیہ بطریقۂ اولیٰ بدن کا مادّہ ہیں (اس لئے یہ کیونکر جائز ہوگا کہ ایسی اہم چیز امور طبیعیہ میں داخل نہ ہو)، پس شیخ الرئیس جب اصطلاحی خلط کی تعریف کر چکے، جیسا کہ اطباء کا دستور ہے، تو اُس سے بازگشت کر کے نئے سرے سے عام رطوبات بدن کی تقسیم شروع کردی، تاکہ ارواح اور بُخارات سے یہ جُدا اور ممتاز ہو جائیں؛ اس طرح متعلقہ بحث و گفتگو مقصود کے مطابق پوری ہو جاتی ہے۔ اس سے شیخ الرئیس اس امر کی طرف ایماء فرما رہے ہیں کہ اخلاط کی بحث میں زیادہ مناسب اور سزاوار یہی ہے کہ نظر عام اور وسیع رکھی جائے، تاکہ جس بیان کا وعدہ کیا گیا ہے، اُس کی وہ تکمیل کر سکیں +

چنانچہ شیخ الرئیس نے کلیات قانون، فن اول کی "تعلیم چہارم" کو اخلاط کے لئے مخصوص کیا ہے، جس میں اُنھوں نے بدن کی ہر قسم کی رطوبات کا تذکرہ کیا ہے، خواہ رطوبات اُولیٰ ہوں، یا ثانیہ، اور خواہ رطوبات محمودہ صالحہ ہوں، یا رطوبات رَدِیّہ فاسدہ اور فضلات ◆

(۴) ابوسہل مسیحی کی تصحیح

ابوسہل مسیحی کا بنیادی قول آپ اوائل کتاب میں ملاحظہ کر چکے ہیں، جس سے یہ مسئلہ روشنی میں آجاتا ہے، اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اخلاط کی ماہیت وحقیقت کیا ہے، اس کے بعد، اپنے اُسی قول سے متصل، اخلاط کی مزید وضاحت اس انداز سے کرتے ہیں کہ اخلاط کی ماہیت، اُن کے مقامات، آئینہ کی طرح صاف ہو جاتے ہیں۔ اس قول سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ کیا رطوباتِ عروق (رطوبات اُولیٰ) کے علاوہ، رطوباتِ تجاویفِ اعضاء کو بھی، جو رطوبات ثانیہ کہلاتی ہیں، اَخلاط کہا جاتا ہے۔
فرماتے ہیں، :

تین قسم کی رطوبتیں

حوالہ (۱۷)

ورُطوباتُ البدنِ ثلٰثۃٌ
احداھا: الرطوبۃ الأُسْتُقُصِیَّۃُ التی بھا اتصال اجزاء الاعضاء بعضھا ببعضٍ، وھی التی متیٰ فنیت تناثرت الاعضاء ◆

بدن کے اندر تین قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں:
(۱) رطوبت اُسْتُقُصِیَّۃ (رطوبت جوہریہ عنصریہ)، جس کے ذریعہ سے اعضاء کے اجزاء باہم پیوستہ رہتے ہیں (اور جو ہر عضو کے "جوہر" میں داخل اور اس کا جزو وغیر منفک ہے) یہ وہی رطوبت ہے کہ جب یہ فنا ہو جاتی ہے، تو اعضاء کے اجزاء (خشک راکھ کی طرح) بکھر جاتے ہیں ◆

والثانی : الرطوبة التی فی العروق +

(۲) رطوبتِ عروق (یعنی وہ سیال رطوبت جو عروق کے اندر پائی جاتی ہے) +

والثالث : الرطوبة التی فی التجاویف الخالیة بین الاعضاء +

(۳) رطوبتِ تجاویف، یعنی وہ رطوبت جو اعضاء کے خالی جوفوں کے اندر (اعضاء کے رخنوں اور خلاؤں کے اندر) پائی جاتی ہے +

وھٰذانِ الضربانِ من الرطوباتِ یسمیانِ الاخلاط +

رطوبات کی یہی دونوں قسمیں (اخیر کی دونوں قسمیں: رطوبتِ عروق اور رطوبتِ تجاویف) اخلاط کہلاتی ہیں (نہ کہ قسم اول: رطوبتِ استقصیہ) +

شرح قول | ابوسہل مسیحی کے مذکورہ بالا قول کی وضاحت یہ ہے کہ اعضائے بدن کے اندر تین قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے دو اقسام کو اَخلاط (رطوبتِ خِلطیہ) کہا جاتا ہے، اور ایک قسم رطوبت استقصیہ، جو جوہر اعضاء" کا جزء لاینفک ہے، جو کبھی سیال صورت میں بہتی ہوئی ہمیں نہیں مل سکتی، تاوقتیکہ ہم اعضاء کو کچل کر، اور کوٹ پیس کر، اس کا رس نہ نچوڑیں، یا تاوقتیکہ ہم نل بھبکہ ــــ یا، قرع انبیق ــــ میں ڈال کر، کشید کے طور پر عرق مَاءُ اللّحمِ نہ حاصل کریں +

(۱) خون یا مائی العروق | مثلاً ــــ اگر ہم بحالتِ زندگی عضلہ کی ایک بوٹی کو لیں، تو (۱) ایک سیال ہمیں زیادہ مقدار میں ملیگا، جو اس عضلہ کی عروق (شرائین[1]، عروق شعریہ، اوردہ وغیرہ) کے اندر موجود ہوگا، اسے مسیحی نے "رطوبتِ عروق" کہا ہے، جو اس کے بیان میں دوسری قسم ہے +

[1] شرائین (آرٹریز) عروق شعریّہ (کےپِلّریز) اَوردِہ (وینز: ویےن ز) +

(۲) رطوبت طلیہ (۲) کچھ رطوبتیں وہ ہونگی، جو عروقِ شعریہ کی نازک دیواروں سے مترشح ہوکر، بصورتِ شبنم، اعضاء کے رخنوں، اور خلاؤں میں پہونچ گئی ہونگی، اور جو اعضاء کو اجزاءِ غذائیہ سے سیراب کر رہی ہونگی۔ اسی رطوبت کو اطباء قدیم نے "رطوبتِ طلّیہ" کہا ہے، جو بہترین اصطلاح ہے؛ اور اسی کو ابو سہل مسیحی نے اس موقعہ پر اپنے بیان کی ترتیب میں "تیسری قسم" کی رطوبت — رطوبتِ تجاویفِ اعضاء — قرار دیا ہے، یہ رطوبت خون کی طرح زیادہ رنگین نہیں ہوتی ہے، بلکہ اسکی قدر و قیمت خون سے بہت زیادہ ہے۔ اسے عوام کی زبان میں "خون کا رس"، (عصارۂ خون) کہنا چاہئے۔ خون سے اگر اعضاء کا تغذیہ اور پرورش حاصل ہوتی ہے، تو اسی مرحلہ کو طے کرنے کے بعد — اس کی کوئی سبیل نہیں کہ خون براہِ راست جوہرِ اعضاء کو اجزاءِ غذائیہ مہیا کر سکے ✤

یہی دونوں چیزیں سیّال شکل میں اعضاء کے اندر طبعی حالت میں پائی جاتی ہیں، اور ان کی رگوں اور رخنوں سے از خود، بلا تحلیل و تجزیہ، برآمد ہوسکتی ہیں، جو ہماری ننگی آنکھوں سے، خُردبین کی خُردہ گیری کے بغیر، عالمِ شہود میں نظر آسکتی ہیں، اس لئے اخلاط کی اصطلاح انہیں دو قسم کی رطوبتوں کو بخشی گئی ہے ✤

(۳) رطوبت جوہریہ اُستقصیہ عضلہ کی اُس بوٹی میں، مذکورہ بالا ہر دو سیالات کے علاوہ، ایک اصلی رطوبت اور بھی ہوگی، جو آزادی کے ساتھ بہ کر خارج نہ ہوسکیگی۔ یہ اعضاء کی جوہری اور اصلی رطوبت ہے، جو اس کے جوہر اور ریشہ ریشہ میں پیوست ہے۔ اسی کو، بہ الفاظِ دیگر، اعضاء کی رطوبتِ غریزیّہ کہا جاتا ہے، اخلاط کے تغذیہ کی منزلِ اخیر یہی ہے کہ تغیرات و استحالات اور ہضوم کے سارے مراحل طے کرکے، اور اعضاء کی ترکیب و ساخت میں داخل ہوکر، جوہرِ اعضاء میں تبدیل ہوجائیں، اور جزوِ بدن بن جائیں ✤

پھر جوہرِ اعضاء کے حقیقی اجزاء کو اگر دیکھا جائے، اور تحلیل و تجزیہ کے وسائل کام میں لائے جائیں، تو سب سے "اہم جزء" یہی جوہری اور اصلی رطوبت ہوگی، جو اعضاء کے ذرات کے اندر قائم ہے، اور جس سے تمام اعضاء کے

افعال ومنافع وابستہ ہیں ۔

اس جوہری اور اصلی رطوبت کو ابوسہل مسیحی نے "رطوباتِ بدن" کی پہلی قسم قرار دیا ہے، جن کو اخلاط کے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا، کیونکہ ان کا وجود، اخلاط کی طرح، کوئی الگ اور مستقل وجود نہیں ہے؛ یہ تو اعضاء کا ضروری، اور ناقابلِ انفکاک جزو ہے، جو عضو کے جوہر سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ سیّال صورت میں منظرِ مشاہدہ پر اپنا جلوہ دکھا سکتا ہے؛ درانحالیکہ "اخلاط" اصطلاحاً ہم بدن کی اُنہیں رطوبات کو کہا کرتے ہیں، جو بہتی ہوئی شکل میں، بدن کے عروق اور اعضاء کی خلاؤں کے اندر پائی جاتی ہیں۔

مسلمات قدیمہ کا استحکام

ابوسہل مسیحی کا اصلی قول، ترجمہ اور شرح کے ساتھ، پیش کیا گیا ہے، جس کے ذیل میں متعدد دعاوی، اور بیسیوں حقائق و واقعات، قدیم مسلمات کے مطابق، میدانِ بحث میں آگئے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اگر دیانتِ فکر کے ساتھ اِن مسلمات قدیمہ پر غور کیا جائے، تو کسی کامیاب نکتہ چینی کی گنجائش شائد مشکل سے بھی نہ نکل سکے۔

آئیے، حکمت جدیدہ کے مسلمات سے مقابلہ کر کے ہم خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کہاں تک اِن مسائل کی ہمنوائی کرتی ہے۔

حکمت جدیدہ کی ہمنوائی

مسلمات قدیمہ کے مطابق، ابوسہل مسیحی نے، بدن انسان کے اندر، تین قسم کی رطوبات کے وجود کا دعوے کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا جدید تحقیقات کی روشنی کسی ایک رطوبت کے وجود سے بھی انکار کر سکتی ہے؟ مجھے امید ہے کہ طب جدید کے وہ نمایندے، جنہیں تشریح ومنافع کے مسائل و مسلمات یاد ہیں، ابوسہل مسیحی

کے سادہ اور صاف ستھرے قول کو پڑھتے ہی تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔

علاوہ ازیں ایسے حضرات بھی بے شمار پائے جاتے ہیں، جن کے نزدیک صداقت کا معیار محض یورپ کی چھپی ہوئی شاندار کتابیں ہیں، جن کی زبان یورپی ہو، اور جو دیدہ زیب خوبصورت رنگین تصویروں سے مزیّن ہوں۔ وہ اُسی بات کو سمجھ سکتے ہیں، جو ان کی مخصوص اصطلاحات میں بتائی جائے، اور وہی مسئلہ اُن کی کسوٹی پر کھرا ثابت ہوسکتا ہے، جو اُن کے یاد کئے ہوئے اُسلوبِ بیان کی شکل میں پیش کیا جائے۔ اس کے برعکس وہی باتیں اگر دوسرے اندازِ بیان میں پیش کی جائیں، تو اکثر اوقات دیکھا جاتا ہے کہ بہت آسانی کے ساتھ اُن کو لغو و بے معنیٰ، اور ناقابل التفات قرار دیا جاتا ہے۔

ان وجوہ سے مَیں تینوں قسم کی رطوبات کو، جن کو علامہ مسیحی نے، طب قدیم کے اندازِ بیان میں بتایا ہے، جدید اصطلاحات میں پیش کرتا ہوں، جس سے معترضین پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیگی کہ جن حقائق کا دعوٰے فاضل مسیحی نے کیا ہے، وہ مشاہدات کے بتائے ہوئے واقعات ہیں، جن کی تردید و انکار کے معنے محض یہ ہوں گے کہ طب جدید کا نمایندہ اپنے ہی مسلمات کو ذبح کرے، اور جدید علم کے اہم اعضاء کو بے سمجھی سے کاٹ کر پھینک دے۔

پہلی رطوبت: رطوبت جوہریہ اُسطُقسّیہ

وہ رطوبتیں جو عروق کے اندر پائی جاتی ہیں، ظاہر ہے کہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے، جن میں شک و شبہ کی گنجائش ہو، اور جن کے لئے دلائل و براہین سے ثابت کرنے کی ضرورت ہو، کیونکہ یہ ایک ایسی عیاں حقیقت ہے کہ بچہ بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا، وریدوں اور شریانوں کے اندر سرخ سیال کے وجود سے کون سرتابی کرسکتا ہے۔ اسی طرح اور بھی بدن کے اندر مختلف قسم کی نالیاں اور رگیں ہیں جن کے اندر مختلف خواص کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں۔

اس لئے میں اس کے ثابت کرنے میں وقت زیادہ ضائع نہ کرونگا، بلکہ میں اپنی توجہ زیادہ تر پہلی رطوبت (رطوبتِ جوھریہ) اور تیسری رطوبت (رطوبتِ تجاویف) کے بتانے میں صرف کروں گا، ریب وشک کی ادنیٰ ترین گنجائش اگر نکل سکتی ہے، تو انہیں دونوں رطوبات کے وجود میں ــــ اگرچہ واقعات کی ترجمانی کے بعد یہ سارے شکوک "یادر ہوا" ثابت ہونگے ⁂

مادّۂ حیات (پروٹوپلازم):

طب جدید میں نہایت بسط و شرح سے بتایا جاتا ہے کہ خردبین کی مدد سے اگر اعضاء کی ساخت دیکھی جائے، تو ہر عضو کا جوہر مختلف اشکال کے، گول، بیضوی، لمبوترے، باریک باریک خردبینی ذرّات، اجسام، یا دانوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جن کو خَلِیّات، یا کُرَیّات (سیلز) کہا جاتا ہے۔ ہر خلیہ گویا ایک ننھا سا خول ہوتا ہے، جس کے اندر ایک ذی حیات رطوبت کی ذرا سی مقدار بھری رہتی ہے۔ اس رطوبت کو مادّۂ حیات (پروٹوپلازم) کہا جاتا ہے، اسی رطوبت کے ساتھ اُس عضو کے مخصوص افعال وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ رطوبت ہر خلیہ کے اندر بند، اور دیواروں سے گھری ہوئی رہتی ہے۔ پھر ہر خلیہ گویا ایک باریک ذرہ ہے، جو دوسرے خلیہ سے مخصوص رباطات اور بندشوں کے ذریعہ بندھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ خلیات اتنے چھوٹے ہیں کہ انہیں دیکھنے کے لئے آنکھوں پر خردبین لگانی پڑتی ہے۔ پھر اس کے اندر کی حقیر رطوبت کا اندازہ قائم کیجیے کہ اُس کی کتنی بڑی حقیقت ہوگی، اور کیا وہ ہماری ننگی آنکھوں سے ادھر اودھر بہتی ہوئی نظر آسکتی ہے؟

علامہ مسیحی نے اسی اساسی رطوبت کو رطوبت اُسْتُقُصِّیَّہ کہا ہے، جس کے وجود سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اور نہ اس سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ وہ عضو کا جوہر اصلی، اور اُس کے قوام و تعمیر کا جزو حقیقی نہیں ہے، اس لئے جواز کا کوئی پہلو نہیں نکل سکتا کہ [illegible] "اخلاط کے گروہ" میں شامل کر دیا جائے ⁂

00000064 (3209x5613x2 tiff)

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مادّہ حیات (پروٹوپلازم) کو اعضاء سے اگر کسی طرح برباد کر دیا جائے، تو عضوی حقیقت کسی طرح قائم نہیں رہ سکتی، اور نہ اُسوقت اعضاء کا مفہوم متصور ہو سکتا ہے۔ اس جوہری رطوبت کے زوال کے بعد اعضاء کی ترکیب اور ان کی باہمی پیوستگی و اتصال کا باقی رہ جانا قطعاً محال ہے۔ اسی مدعا کو ابو سہل مسیحی نے اس طرح ادا کیا ہے کہ "جب وہ اصلی رطوبت فنا ہو جاتی ہے، تو اعضاء (سوکھی راکھ کی طرح) بکھر جاتے ہیں" ÷

فاضل ہیلی برٹن اپنی تالیف علم المنافع (فزیالوجی) میں خلیہ (سیل) اور مادّہ حیات (پروٹوپلازم) کے بارہ میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۱۸)

An animal cell is usually of microscopic dimensions, in the humen body varying from $\frac{1}{300}$ to $\frac{1}{3000}$ of an inch in diameter.

ترجمہ: "حیوانی خلیہ (انیمل سیل: جو انسان و حیوانات میں پایا جاتا ہے) عام طور پر اس کا طول و عرض اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ یہ خرد بین سے دیکھا جاتا ہے: انسانی بدن میں خلیہ کا قطر $\frac{1}{300}$ انچ سے $\frac{1}{3000}$ انچ تک ہوتا ہے (یعنی ایک انچ کے تین ہزارویں حصہ کے برابر تک چھوٹا ہو سکتا ہے)" ÷

اس کے بعد یہ بتاتے ہوئے کہ حیوانی خلیہ مادّہ حیات (پروٹوپلازم)، نُوات (نیوکلی اس)، اور نُتَوَیَّہ (سنٹری اُول) پر مشتمل ہوا کرتا ہے، مادّہ حیات (پروٹوپلازم) کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

حوالہ (۱۹)

Protoplasm: is a soft jelly-like material; it usually contains minute particles or granules floating in it, which are more solid in consistency, or globules containing a watery fluid may be present.

00000065 (3696x5514x2 tiff)

ترجمہ: "پروٹوپلازم (مادہ حیات) نرم ملائم (پکائے ہوئے سریش) کے مانند ایک مادہ ہے (یعنی ایک لیسدار سی رطوبت ہے) جس کے اندر باریک باریک ذرات تیرتے رہتے ہیں، جو اپنے قوام میں نسبتہً ٹھوس ہوتے ہیں۔ گاڑھے مادۂ حیات کے اندر (خردبین میں) کچھ بلبلے سے بھی پائے جاتے ہیں، جو پانی جیسی رقیق رطوبت پر مشتمل ہوتے ہیں" ٭

اس کے بعد فاضل ہیلی برٹن مادۂ حیات (پروٹوپلازم) کے ترکیبی اجزاء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"پروٹوپلازم (مادۂ حیات) کے اندر مندرجۂ ذیل اشیا پائی جاتی ہیں:

(۱) پانی: جو بلحاظ وزن، مادۂ حیات کے اندر تین چوتھائی ($\frac{۳}{۴}$)، یا اس سے زائد ہوتا ہے ٭

(۲) اجزاءِ لحمیہ (پروٹینز) جو مادۂ حیات کے منجملہ اجزاء میں سے سب سے اہم اور سب سے بڑا جزء ہے۔ ان اجزاء کے خواص رطوبت بیضیہ (انڈے کی رطوبت، البومنز) کے سے ہوتے ہیں۔

(۳) چربی کے سے مواد ... بہت تھوڑی مقدار میں ٭

(۴) املاح: یعنی چند قسم کے نمک، جن میں معمولی نمکِ طعام بھی شامل ہے"۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ جب خلیات اعضاء کے مادۂ حیات میں تین چوتھائی، اور اس سے زیادہ پانی ہوا کرتا ہے، تو اب اس شبہہ کی قطعاً گنجائش باقی نہیں رہتی کہ "ہوسکتا ہے کہ مادۂ حیات سیال رطوبت ہونے کی بجائے، ایک جامد مادہ ہو، اس طرح اس کو رطوبت کہنا دشوار ہو جائے، اور علامہ نفیسی کے قول کے مطابق بدن کے اندر تین قسم کی رطوبتیں ثابت نہ ہوسکیں"۔

دوسری رطوبت: رطوبت عروق

جس کے متعلق میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ اس کا وجود بدیہی ہے، جس کے ثبوت کی

چنداں ضرورت نہیں، رگوں اور نالیوں کے اندر جو سیال پائے جاتے ہیں، خواہ سُرخ ہوں، سفید ہوں، یا زرد، وغیرہ، یہ سب اسی دوسری قسم میں داخل ہیں۔ اور اطباء کی اصطلاح کے لحاظ سے یہ ساری قسمیں اَخلاط میں شامل ہیں ؁

مثال کے طور پر جگر کو لیجئے ـــ اس کے اندر متعدد قسم کی رگیں اور نالیاں پائی جاتی ہیں؛ شریانیں (آرٹیریز) ـــ وریدین (وینز) ـــ عروق شعریہ (کے پلریز) ـــ مجاری صفراویہ (ہیپے ٹک ڈکٹس) ـــ شریانوں کے اندر اگر شوخ سرخ سیال پایا جاتا ہے، تو وریدوں کے اندر سُرخ سیاہی مائل، اور مجاری صفراویہ کے اندر زرد رنگ کا (صفراء) ؁

ایسی عُریاں حقیقت سے کوئی صداقت شناس نگاہ انکار نہیں کر سکتی، اور خون و صفرا جیسی بیّن رطوبات کے وجود سے کوئی ذی ہوش سرتابی نہیں کر سکتا۔

تیسری رطوبت: رطوبتِ تجاویفِ اعضاء

رطوبت طَلّیہ (لِمفْ):

خون جب پھرتا پھراتا، اور رگوں میں گردش کھاتا ہوا عروق شعریہ (کے پلریز) میں پہونچتا ہے، تو اِن عروق کی نازک اور مسامدار دیواروں سے نفوذ کرکے خون کا ایک لطیف و رقیق حصہ اعضاء کے رخنوں اور خلاؤں (خَلَلِ اعضاء[1]) میں مترشح ہو جاتا ہے۔ پھر چونکہ رگوں میں خون کی آمد و شد ہمہ دم اور

[1] اعضاء کی خلاؤں اور رخنوں کو، جن میں رطوبت طَلّیہ (لمف) قیام پذیر ہوتی ہے، انگریزی میں ٹشو اسپیس سپیز کہا جاتا ہے، جس کا ترجمہ تجاویف اعضاء ہے؛ اور عربی میں ان کو خلل اعضاء بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنے اعضاء کے رخنے ہیں۔ خَلَل کی جمع خِلَال ہے۔ (منجد)

برابر قائم رہتی ہے، اس لئے اس قسم کا رساؤ بھی ہمہ دم قائم رہتا ہے. اس لطیف رس کو عِلمُ الاخلاط کی قدیم اصطلاح میں رطوبتِ طَلِّیَہ (طَلّ: طلال) اور جدید اصطلاح میں لِمّف کہا جاتا ہے، جو یونانی لفظ لمفا سے ماخوذ ہے. (یا وہی لفظ ہے، جس کی صورت میں ذراسی تبدیلی پیدا کر دی گئی ہے) . لِمفا کا لفظی ترجمہ "پانی" (ماء: مائیت) ہے، اس لئے دوسری اصطلاح میں اسی کو خون کی مائیت بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح طَلّ اور طلال کے معنے شبنم کے ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ شبنم بھی ایک پانی ہے۔ اس طرح دونوں طبوں کی اصطلاحات ایک دوسرے سے بہت ہی قریب ہو جاتی ہیں ؛

اسی رطوبت طلیہ کے توسّط سے بیشتر اعضاء اپنی خوراک حاصل کیا کرتے ہیں ؛ اور اعضاء کے فضلات، جو ہضم عضوی کے استحالات سے کم و بیش ہر جگہ بنتے رہا کرتے ہیں، مثلاً فضلات بولیہ وغیرہ، وہ اعضاء کے اصلی اجزاء سے خارج ہو کر اسی رطوبت میں آکر شامل ہو جاتے، اور اسی سیال میں گھل مل جاتے ہیں. پھر جب یہ رطوبت عروق جاذبہ (عروق مائیہ: لمفے ٹک وسیلز) کے ذریعہ اعضاء کی اِن خلاؤں سے واپس ہوتی ہے، تو متعلقہ اعضاء، مثلاً گردے وغیرہ، اِن فضلات کو جذب کرکے خارج کر دیا کرتے ہیں ؛

ابو سہل عیسیٰ، بن یحیےٰ مسیحی نے اسی رطوبت کو رطوباتِ بدن کی تیسری قسم قرار دیا ہے، اور رطوبتِ عروق کے ساتھ اس کو بھی اخلاط بدن میں شریک کیا ہے ؛

الغرض خون اور صفراء وغیرہ اگر عروق کی سَیّال رطوبتیں ہیں، اور طب قدیم میں خِلط کہلاتی ہیں، تو خون کا وہ پانی اور رَس (بلَڈ لِمّف) بھی ان کی اصطلاح میں خِلط ہی کہلاتا ہے، جس کے وجود سے نہ کوئی زبان مُکر سکتی ہے، اور نہ اُس کے سَیّال و مائع ہونے سے کوئی دماغ انکار کر سکتا ہے ؛

یعنی جس طرح خون و صفراء بدن کی سَیّال رطوبتیں ہیں، اور سیال ہونے کی وجہ سے اُنہیں اخلاط کہا جاتا ہے، اسی طرح لِمّف (مائیت خون:

طلال) بھی بدن کی ایک سیّال رطوبت ہے، جس کو بہاؤ سے روکنے کے لئے عروق[1] وتجاویف جیسے قدرتی ظروف (ویسلز) میں بند رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لئے اِسے بھی اَخلاط میں شامل کیا جاتا ہے۔

اعتماد واستناد کے لئے فاضل ہیلی برٹن کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ لِمف کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

حوالہ (۲۰)

As the blood circulates through the capillary blood-vessels, some of its liquid constituents exude through the thin walls of these vessels, carrying nutriment to the tissue element. This exudation is called "**Lymph**;" it receives from the tissues the products of their activity, and is collected by the lymph channals, which converge to the thoracic duct — the main lymphatic vessel — and thus the lymph once more re-enters the blood stream near to the entrance of the large systemic veins into the right auricle.

ترجمہ: "جب خون چکّر کھاتا ہوا عروق شعریہ (کیپلّریز) میں پہونچتا ہے، تو ان عروق کی نازک دیواروں سے خون کے رقیق اجزاء خارج ہوجاتے ہیں، جو اپنے ساتھ غذائی اجزاء اعضاء کی ساخت اور بناوٹ تک لیجاتے ہیں، یہ خارج شدہ رقیق ولطیف حصہ لِمف (طلال: رطوبت طَلّیّہ) کہلاتا ہے:

اَوعِیا

[1] عروق کو عربی طبی اصطلاح میں اَوْعِیہ بھی کہا جاتا ہے، جن کے معنے ظروف کے ہیں۔ اسی طرح انگریزی میں عروق کو "ویسلز" کہا جاتا ہے، جس کے معنے بھی ظروف ہی کے ہیں۔

00000069 (3333x5493x2 tiff)

اس رطوبت میں وہ فضلات بھی آجاتے ہیں، جو اعضاء کی ساختوں میں ان کے دوران عمل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ رطوبت (لمف ؛ طلال) عروق لمفاویہ (عروق جاذبہ) میں جمع ہو کر مجرائے صدر (تھوریسک ڈکٹ) کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ جو عروق لمفاویہ میں سب سے بڑی نالی ہے۔ اس طرح یہ رطوبت (لمف) دوبارہ خون کے بہاؤ میں اس جگہ شامل ہو جاتی ہے، جہاں بدن کی بڑی وریدیں قلب کے دائیں اذن میں داخل ہوتی ہیں۔

اس کے بعد فاضل ممدوح لکھتے ہیں ــــ

حوالہ (۲۱)

Lymph is a fluid, which comes into much more intimate relationship with metabolic processes in the tissues than the blood.

ترجمہ :

"رطوبتِ طلیہ (لمف) ایک قسم کی رطوبت ہے، جو تغیرات و استحالات کے اُن اعمال سے، بمقابلہ خون کے، بہت گہرا قرب حاصل کر لیتی ہے، جو اعضاء کی ساخت میں واقع ہوتے ہیں"

یعنی لمف (رطوبت طلیہ) میں بمقابلہ خون کے ہضوم و استحالات کے زیادہ مدارج طے ہو چکتے ہیں، اس لئے یہ رطوبت اعضاء کی بناوٹ اور ہضم عضوی سے بہت ہی قریب ہو جاتی ہے۔

ہضوم و استحالات اور اعضاء سے قرب :

اطبائے قدیم نے بے شمار مقامات پر بتایا ہے کہ خون کے مقابلہ میں

(جب تک یہ رگوں کے اندر رہے) رطوبتِ طلیہ زیادہ قیمتی ہے، اور اپنے ہضوم و استحالات کی کثرت سے اس رطوبت کا درجہ بہت بلند ہے؛ جس طرح خون کا درجہ کیلوس سے بلند ہے، کیونکہ کیلوس محض معدہ و امعاء کے ہضم و احالہ کا نتیجہ ہے، اور خون، اس کے بعد، جگر وغیرہ کے ہضم و احالہ کی پیداوار ہے۔ اسی طرح جو رطوبتیں خون سے پیدا ہوتی ہیں، اور رگوں سے باہر مترشح ہو جاتی ہیں جیسے رطوبت طلیہ، ان میں چونکہ وہ تغیرات و استحالات بھی حاصل ہو چکے ہیں، جو عروق کے اندر ہوا کرتے ہیں، اس لئے عضو کی ساخت میں تبدیل ہونے کے لئے وہ، خون کے مقابلہ میں، اعضاء سے زیادہ قریب ہو جاتی ہیں ؛

تجاویف اعضاء :

ابو سہل مسیحی نے اس تیسری قسم کی رطوبت کی جگہ اُن تجاویف کو بتایا ہے، جو اعضاء کے اندر پائی جاتی ہے ـــــ اس کے متعلق کوئی طالب معرفت یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ کیا ڈاکٹری کتب تشریح و منافع الاعضاء (اناٹمی و فزیالوجی) سے اعضاء کی ان تجاویف کو ثابت کیا جا سکتا، اور اُن کا نام بتایا جا سکتا ہے ؟ اس لئے میں اس کے متعلق بھی چند سطریں حوالۂ مقالہ کرتا ہوں ؛

ڈاکٹری کتب تشریح و منافع کے مطالعہ سے یہ حقیقت مہر درخشاں کی طرح روشن ہے، کہ اعضاء کے اندر اس قسم کی فضائیں، خلائیں، رخنے، اور تجاویف بکثرت موجود ہیں، جن میں لمف (رطوبت طلّیہ) مترشح ہوا کرتی ہے؛ اور جن کے مختلف نام مختلف مقامات کے لحاظ سے ہیں: انہیں خانوں اور فضاؤں سے عروق جاذبہ مائیہ (لمفے ٹک ویلز) کی ابتدائی شاخیں شروع ہوا کرتی ہیں، جو ان شبنمی رطوبات کو اعضاء کے رخنوں سے واپس لے جاتی ہیں، تاکہ وہاں ان کا زیادہ اجتماع نہ ہونے پائے، ورنہ استسقاء لحمی کی طرح اعضاء متورم ہو جائیں، اور انواع اقسام کے امراض و اعراض لاحق ہو جائیں۔

ہنری ایشبی کا قول

بہ نظر اختصار ہنری ایشبی کا مختصر قول، اس کی چھوٹی سی کتاب (نوٹس آن فزیالوجی) سے نقل کیا جاتا ہے۔

اِن امور کے بارہ میں اسی قسم کے اقوال منافع (فزیالوجی) کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں موجود ہیں۔

عروق جاذبہ (عروق مائیہ: لمفیٹک وسیلز) کی ابتدائی شاخیں، جو اِن کی عروق شعریہ کہلاتی ہیں، اور جو اعضاء کی خلاؤں سے خون کی فالتو رطوبتوں (لمف: طلال) کو واپس لے جاتی ہیں، کس طرح شروع ہوتی ہیں، اس کا عنوان قائم کرکے ایشبی لکھتے ہیں:

حوالہ (۲۲)

The Lymphatics have varied modes of origin:—

1. In **Plexuses** or **net works** of capillaries;
2. In **Lacunae** connective tissue;
3. In **Lymph Spaces** or cavities.

ترجمہ: "عروق جاذبہ (لمفیٹکز) مختلف طریقے سے شروع ہوا کرتی ہیں:

(۱) ضفیرہ، یا شبکہ، یعنی جال کی صورت میں، جو ان عروق کی ابتدائی شاخوں (عروق شعریہ) سے بنتا ہے۔

(۲) خَلَل (ج، خِلَال)، یعنی شگافوں اور رخنوں کی صورت میں، جو اعضاء کی نسیج رابطی کے اندر پائے جاتے ہیں۔

(۳) اَخْلِیَۃُ طَلّیہ، یا تجاویف طَلّیۃ (لمف اسپیسز، یا، لمف کیوے ٹیز) کی صورت میں۔"

اس کے بعد ھنری ایشبی ان ہر سہ اقسام کی مزید وضاحت و تفصیل درج کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"(۱) پہلی صورت (شبکہ: جال کی صورت) جلد کے نیچے، اور معدہ و امعاء کی غشاء بلغمی کے نیچے پائی جاتی ہے۔

(۲) شکل خلالی: مختلف اعضاء کی نسیج رابطی کے اندر مختلف خلائیں، فضائیں، یا رخنے [illegible] اسپیسز، کلفٹز، انٹرسٹائی سیز [illegible]

پائے جاتے ہیں، جو عروق مائیہ جاذبہ کی ابتدائی شاخوں، عروق شعریہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) اخلیہ طَلّیۃ، یا تجاویف طَلّیۃ (لمف اسپیز لمف کیوے ٹیز) :— بعض مقامات میں عروق جاذبہ فضاؤں (خلاؤں) یا جیوب سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ صورت مندرجہ ذیل مقامات میں پائی جاتی ہے : جلد اور اغشیۂ مخاطیہ (میوکس ممبرین) کے نیچے، دیافرغما، پھیپھڑے، اور جگر وغیرہ میں"

مذکورہ بالا تصریحات سے ظاہر ہے کہ اعضاء کے اندر مختلف قسم کے رخنے، خلائیں، فضائیں، اور تجاویف پائے جاتے ہیں، جن کے اندر رطوبت طلیہ مترشح ہوا کرتی ہے۔ ڈاکٹری میں ان خلاؤں کے لئے متعدد اصطلاحات ہیں، مثلاً لمف اسپیس (فضا رطَلّی)، لمف کیویٹی، (تجویف طَلّی)، کِلِفٹ (رخنہ)، انٹرس ٹائی سیز (خلل اعضاء ؛ اعضاء کے شگاف) وغیرہ ٭

رطوبتِ طَلّیہ اور شیخ الرئیس

شیخ الرئیس نے بھی کلیات قانون (بحثِ اخلاط) میں رطوباتِ بدن کی ایک خاص طرز سے تقسیم کی ہے، جہاں رطوبت طَلِیّہ کا بھی ذکر ہے۔ اپنی اس تقسیم میں شیخ موصوف نے جو ترتیب قائم کی ہے، اس کے لحاظ سے رطوبت طلیہ دوسری رطوبت ہے، اور یہ پہلی رطوبت وہ ہے، جو اعضاء کی باریک باریک عروق (عروق صغار ساقیہ[1]) کے سروں کے تجاویف کے اندر پائی جاتی ہے۔

اسے کسی دوسرے موقعہ پر آیندہ بتاؤنگا کہ شیخ الرئیس کے مقابلہ میں ابوسہل مسیحی کا بیان اور رطوباتِ بدن کی تقسیم پاک صاف، ستھری اور واضح ہے، جس کا سمجھنا اور سمجھانا زیادہ دشوار نہیں۔ بہر حال اس وقت تو مجھے محض

---

[1] ساقیہ : پلانے والی، سیراب کرنے والی۔

رطوبت طلیہ کے متعلق شیخ کی تصریح پیش کرنی ہے، جو اس قسم کے سقم سے قطعاً بری ہے؛ اس سے بحث نہیں کہ اُسے دوسرے درجہ پر کس وجہ سے رکھا گیا ہے، اور اسے دوسرے درجہ پر رکھنا کس حد تک مناسب یا غیر مناسب ہے۔
شیخ فرماتے ہیں :-

حوالہ (۲۳)

والثانیۃ الرطوبۃ التی ھی مُنبثّۃٌ فی الاعضاء الاصلیۃ بمنزلۃ الطلّ وھی مُستعدّۃٌ لان تستحیل غذاءً، اذا فقد البدن الغذاء، ولان تبلّ الاعضاء، اذا جفّفھا سببٌ من حرکۃٍ عنیفۃٍ اوغیرھا ۔

(۲) رطوبتِ طلّیّۃ :- " دوسری وہ رطوبت ہے، جو شبنم (طلّ، طِلال) کی طرح اعضائے اصلیہ (کی ساخت و جوہر) کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ رطوبت اس مقصد کے لئے آمادہ رہتی ہے کہ جب بدن سے غذا رکھو جائے، (یا کم ہو جائے) تو یہ غذا بن جائے؛ اور اس مقصد کے لئے بھی تیار رہتی ہے کہ جب شدتِ حرکت، یا کسی دوسرے سبب سے اعضاء میں خشکی غالب ہو جائے تو یہ شبنمی رطوبت اُنہیں تر کر دیا کرے " ۔

شیخ کے مذکورہ بالا قول کے نقل کرنے سے چند مقاصد وابستہ ہیں :

اول : ڈاکٹری اصطلاح لِمفت کے مقابلہ میں، مترادف کے طور پر میں نے ہر جگہ رطوبت طلّیّہ، طلّ، طِلال، اور شبنمی رطوبت جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ممکن ہے، بعض واہمین و متشکّکین کو اس ترجمہ کی صحت میں خلجان ہو، مگر شیخ نے یہاں طلّ (شبنم) کا لفظ استعمال کیا ہے، اور اس رطوبت کو، جو اعضاء کے رخنوں اور فضاؤں کے اندر بکھری ہوئی ہوتی ہے، شبنم کی بوندوں سے تشبیہ دی ہے، اس لئے شیخ کی اس تصریح سے مذکورہ بالا مغالطہ یکسر کافور ہو جاتا ہے ۔

دوم : شیخ کا یہ قول کھلے لفظوں میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ رطوبت طلّیہ

اعضاء کی قریب ترین، اور صالح ترین غذا ہے، جو ہضوم کے بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد اس درجہ کو پہونچتی ہے۔ اس سے پہلے وہ عروق کے اندر بند ہوتی ہے، پھر باہر برآمد ہو کر شبنم کی ننھی ننھی بوندوں کی طرح اعضاء میں بکھر جاتی ہے، جس سے اعضاء سیراب ہوا کرتے ہیں۔ اس سیرابی سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں؛ تغذیہ[1] ـــ ترطیب[2]۔

ترطیب :ـــ اس رطوبت سے اعضاء کا تر ہو جانا (اور خشکی کا زائل ہو جانا) ایک بدیہی صداقت ہے۔

رہا **تغذیہ** :ـــ یعنی اس سے اعضاء کے جوہر میں غذا کا پہونچنا، تو یہ بھی فریقین کا مسلمہ مسئلہ ہے، جیسا کہ فاضل ہیلی برٹن کے قول میں ایماء موجود ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ خون سے زیادہ اہم رطوبت ہے، اور اس نے ہضم واستحالہ کے اتنے مدارج طے کئے ہیں کہ یہ، خون کی نسبت، عضو کے استحالات سے قریب تر ہو جاتی ہے۔

اگر اس کے بعد آپ مزید صراحت چاہتے ہوں، تو ایشبی کا مختصر حوالہ اعتماد پیدا کرنے کے لئے کافی ثابت ہوگا:

حوالہ (۴۴)

The plasma exudes from the capillary blood-vessels to supply the tissues with materials for their nutrition. (Notes on Physiology-Henry Ashby).

ترجمہ :ـــ "پلازما (خون کا جوہر سیال: سائل دموی) عروق دمویہ شعریہ سے باہر کی طرف مترشح ہوا کرتا ہے، تاکہ وہ اعضاء کی ساختوں (منسوجات) کو سامانِ غذائی مہیا کرے"۔ (ایشبی، نوٹس آن فزیالوجی)

باب (۴)

خِلط کی تعریف

اطبار نے جب خلط کے مفہوم کو "جملہ رطوبات بدن" کے لئے عام اور مشترک کیا ہے، اور اس میں رطوبات اُولیٰ (محصورہ عروق) اور رطوبات ثانیہ (خارجۂ عروق: طَل، طلال) دونوں شامل ہیں، تو حسب اصول خلط کی ایک ایسی عام اور وسیع تعریف بھی ہونی چاہیئے، جس میں ہر قسم کی بدنی رطوبتیں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ اس قسم کی عام تعریف اِن الفاظ میں ادا کی جاتی ہے:

اَلخَلطُ: رطوبۃٌ بدنیۃ استحال الیہا الغذاء باستحالَۃٍ جَوہَرِیۃٍ۔

ترجمہ:

"خِلط": وہ بدنی رطوبت ہے، جو غذا کے استحالۂ جوہری (استحالۂ حقیقی: کیمیاوی تغیر) سے حاصل ہوئی ہو۔

یا ــــ بہ الفاظ دیگر :

خلط : وہ بدنی رطوبت ہے، جس کی طرف غذاء، استحالۂ جوہری کے ذریعہ، منقلب ہوئی ہو ۔

ـــــ(۰)ـــــ

توضیحِ الفاظِ تعریف

قدیم و جدید علم المنافع (فزیالوجی) کا اس پر اتفاق ہے کہ بدن کی ساری رطوبتیں، خواہ وہ رطوبات اولی ہوں یا ثانیہ، صالحہ ہوں یا فاسدہ، سادہ ہوں یا رنگین، غذاء ہی کے تغیرات سے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ انہی تغیرات کو دوسری اصطلاح میں اِستِحَالات کہا جاتا ہے۔ بدن کی کوئی رطوبت ایسی نہیں ہے، جو غذاء کے کسی تغیر و تبدل کے بغیر عالمِ وجود میں آئی ہو۔

استحالۂ جوہریہ : سے مراد وہ انقلاب ہے، جس میں کسی چیز کی ماہیت و حقیقت (جوہرِ اصلی : صورتِ نوعیہ) تبدیل ہو جائے، اسی کو دوسری اصطلاح میں استحالۂ حقیقیہ اور استحالۂ نوعیہ بھی کہا جاتا ہے ۔

طبِ جدید میں ایسے انقلابات کو کیمیاوی[1] تغیّر (کیمیکل چینج) کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے ۔

اس کے مقابلہ میں معمولی تغیر عوارض کو، جس میں ماہیت کے اندر تبدیلی لازم نہ آئے، مثلاً ماہیت کے قائم رہتے ہوئے محض رنگ بدل جائے، یا کوئی چیز ٹھنڈی سے گرم ہو جائے، یا گرم سے ٹھنڈی ہو جائے، تو اس قسم کے سادہ تغیرات کو استحالاتِ مجازیہ (چھوٹے تغیرات) استحالاتِ کیفیہ (کیفیت کے تغیرات)، استحالاتِ غیر حقیقیہ (غیر حقیقی انقلابات)۔

---

[1] کیمیاوی تغیّرات (کیمیکل چینجز) : وہ تغیرات جن سے علم کیمیا (علم عناصر) میں بحث کی جاتی ہے، مثلاً اجزاء و عناصر کے لحاظ سے مرکبات کا اختلاف وغیرہ ۔

00000077 (3696x5514x2 tiff)

کہا جاتا ہے ۔

طبِ جدید میں اس قسم کے تغیرات کو طبعی تغیرات[۵۲] (فزیکل چینجز) کی اصطلاح بخشی جاتی ہے ۔

آیندہ چل کر ہیں ایک باب (رطوبت بدن کے استحالات) قائم کر کے تفصیل سے بتاؤں گا کہ خون ، صفرا ، رطوبت طلیہ (رلمت) ، تمام اعضا ، اور غدد کی پیدا کی ہوئی رطوبات ، پیشاب و پائخانہ اور میل کچیل کے فضلات ، یہ سب استحالات و تغیرات ہی کے نتیجہ میں حاصل ہوا کرتے ہیں ، اور یہ تغیرات مدخلِ غذا یعنی منہ میں غذا کے داخل ہوتے ہی شروع ہو جاتے ہیں ، جو دونوں طبوں کے مسلمات میں سے ہے ۔

استنادِ اقوال :

سُؤال : خلط کی جو تعریف میں نے لکھی ہے ، آیا اس کے عربی الفاظ میرے وضع کئے ہوئے ہیں ، یا کسی مصنف نے اس کی تصریح کی ہے ؟

جواب : شیخ الرئیس نے کتاب اول (کلیاتِ طب) بحث اخلاط میں ، جہاں عام " رطوباتِ بدن " کی تقسیم (رطوبات اولی و ثانیہ میں) شروع کی ہے ، وہاں علامہ محمود آملی شارح قانون فرماتے ہیں :

حوالہ (۲۵)

اقول :- " ھذا التقسیم لمطلق رطوباتِ البدن ـــ

ای التی استحال الیھا الغذاءُ باستحالۃٍ جوھریۃٍ ـــ

ولا یدخل فیھا الروح ، لانہ لا یسمّٰی رطوبۃً "!

(صفحہ ۱۱۲ شرح قانون آملی)

---

[۵۲] طبعی تغیرات (فزیکل چینجز) وہ تغیرات جن سے علم طبعی (فزکس) میں بحث کی جاتی ہے ، مثلاً حرارت ، نور ، برق وغیرہ ۔

ترجمہ!

" میں کہتا ہوں :۔۔۔ یہ مطلق رطوبات بدن کی تقسیم ہے (جس میں اولیٰ وثانیہ، اور صالحہ فاسدہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں)۔۔۔ یعنی ان عام رطوبات بدن کی تقسیم ہے، جس کی صورت غذا، استحالہ جوہری کے ذریعہ، منقلب ہوئی ہو۔۔۔ اور جن میں روح داخل نہیں ہے، کیونکہ رُوح کو رطوبت نہیں کہا جاتا "

—— (✤) ——

خلط کی تعریف میں، میرے مذکورہ الفاظ علامہ محمود آملی کے انہیں الفاظ سے ماخوذ ہیں، جن میں میں نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے ✤

سُؤال : اگر یہ سوال کیا جائے کہ فاضل آملی کی عبارت میں خِلط کا لفظ موجود نہیں ہے، پھر یہ کس طرح نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عام رطوباتِ بدن کو اخلاط سمجھا جائے، اور مذکورہ تعریف کو خلط کی تعریف پر محمول کیا جائے ؟

جواب : باب اول میں متعدد اقوال وتصریحات سے ثابت کیا جا چکا ہے، کہ جملہ رطوبات بدن کو " اخلاط " کہا جاتا ہے، اس لئے جملہ اور مطلق رطوباتِ بدن کی جو تعریف ہو گی، وہی عام اخلاط پر صادق آئے گی۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے، جس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اگر یہی اصرار ہے کہ لفظِ خلط ہی دکھلایا جائے، تو ایک ہی ورق کے بعد علامہ آملی لفظ خلط کے ساتھ اُسی مفہوم کا دوسرے لفظوں میں اعادہ فرماتے ہیں، جو " مطلق رطوبات بدن " کی تقسیم کے ذیل میں ظاہر کر چکے ہیں ۔

حوالہ (۲٦)

قال الاستاذ :۔ المرادُ بالخلط هناك ما استحال اليه الغذاء بالصورة النوعية ۔

(صفحہ ۱۱۴ شرح قانون آملی)

ترجمہ

استاذ (علّامہ) فرماتے ہیں:

"خِلط سے مُراد وہاں وہ چیز ہے، جس کی طرف، غذا، صورت نوعیہ کے ساتھ منتقل ہوتی ہے"

یہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ اسی قسم کے تغیر و انقلاب کو استحالۂ جوہری اور صورتِ نوعیہ کا استحالہ کہا جاتا ہے۔

اگر خلط اور مفہوم عام نہ ہوتا، جو "رطوباتِ بدن کی تقسیم" کے ذیل میں بتایا گیا ہے، تو استاذ علامہ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہ ہوتا کہ

"خلط سے مراد وہ (عام) چیز ہے، جو غذا کی جوہری تبدیلی سے حاصل ہوتی ہے"

کیونکہ ایسی عام چیز میں بدن کی ساری رطوبتیں داخل ہو جاتی ہیں، خواہ مافی العروق ہوں یا خارج از عروق، خواہ صالح ہوں، یا فاسد۔

توضیح قولِ استاذ علامہ:

سؤال: استاذ علامہ نے کہا: — خِلط سے مراد "وھاں" وہ چیز ہے "وھاں" —: کیا مراد ہے؟ کیا دوسری جگہ خلط سے کچھ اور بھی مراد لیا جاتا ہے؟

جواب: — "وھاں سے کیا مراد ہے"؟

استاذ علامہ کا وہ قول ایک ذیلی عبارت اور سلسلۂ سابق کی ایک کڑی ہے، جو ایک اعتراض کے ذیل میں جواباً لکھا گیا ہے۔

وہ اعتراض یہ ہے کہ اطبا تسلیم کرتے ہیں کہ

"اعضاء اخلاط کے پہلے مزاج سے بنتے ہیں"

"الاعضاء متکونۃ من اول مزاج الاخلاط"

اس کے خلاف شیخ الرئیس نے رطوبت ثانیہ (رطوبت طلیّہ) کے جو فوائد بتائے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضا، رطوبت ثانیہ سے بنتے ہیں۔ ان دونوں قولوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے +

فاضل آملی نے اس اعتراض کے دو جوابات دئے ہیں :

پہلا جواب :

یہاں "اخلاط کے پہلے مزاج" سے مراد وہ ملی ہوئی چیز ہے، جو اخلاط کی پہلی آمیزش سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی "اخلاط کا پہلا ممزوج" مراد ہے، اور "اخلاط کا پہلا ممزوج" رطوبت ثانیہ (رطوبت طلیہ) ہو سکتی ہے۔

دوسرا جواب :

استاذ علامہ نے کہا ہے کہ "خلط سے مراد" وہاں "وہ (عام) چیز ہے، جو غذا کی جوہری تبدیلی سے حاصل ہوتی ہے"!

اس طرح رطوبت ثانیہ بھی خلط کے مفہوم میں داخل ہو جاتی ہے، اور دونوں اقوال کے درمیان کوئی تضاد باقی نہیں رہتا +

خلط کا دوسرا مفہوم

مفہوم خاص (بہ تجویز شیخ الرئیس)

یہ ایک حقیقت ہے، جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ

(۱) بدن کی کچھ رطوبتیں عروق کے اندر محصور ہوتی ہیں، اور کچھ رطوبتیں عروق سے باہر، اعضا کے رخنوں اور خلاؤں میں پائی جاتی ہیں +

(۲) پھر یہ بھی مسلم ہے کہ پہلی رطوبت ہی سے دوسری رطوبت حاصل

ہوا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے پہلی رطوبت (رطوبتِ عروق) کا نام بلحاظ درجۂ تکوّن، "رطوبتِ اولیٰ" رکھا گیا، اور دوسری رطوبت (رطوبتِ تجاویفِ اعضاء) کا نام رطوبتِ ثانیہ قرار پایا۔

(۳) گو عام طور پر متقدمین و متأخرین جملہ رطوباتِ بدن کو، بلا تخصیص خلط کہا کرتے ہیں، جس میں خود شیخ الرئیس بھی شریک ہیں۔ لیکن رطوباتِ عروق چونکہ مقدار میں زیادہ، اور مشاہدہ میں کثیر الوقوع اور نمایاں تر ہیں، اس لئے شیخ الرئیس نے بہ تخصیص، رطوباتِ عروق کا نام رطوبتِ اولیٰ کے علاوہ خِلط قرار دیا۔

الغرض شیخ الرئیس کے نزدیک خِلط کے دو مفہوم ہیں:

(۱) مفہومِ عام ——— (۲) مفہومِ خاص:

چنانچہ بخاروں کی تقسیم میں شیخ نے جہاں بتایا ہے کہ "جملہ کائنات بدن تین قسم کی چیزوں پر مشتمل ہیں، اور ان سے باہر چوتھی قسم کی کوئی چیز، از قبیل مادّہ، بدنِ انسان کے اندر نہیں پائی جاتی"۔ وہاں خِلط کو شیخ مذکور نے عام مفہوم میں استعمال کیا ہے؛ ——— اور جہاں شیخ نے رطوباتِ ثانیہ کے مقابلہ میں اَخلاط کا لفظ استعمال کیا ہے، وہاں اس سے وہی دوسرا مفہوم خاص مراد لیا ہے، یعنی رطوباتِ محصورۂ عروق کو بالتخصیص اَخلاط کا لقب بخشا ہے۔

اب سؤال یہ پیدا ہوا کہ جب بدن کی عام رطوبات (عام اخلاط) کی تعریف میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ

وہ ایک جسم رطب سیال ہے،	هو جسمٌ رطبٌ سیّالٌ
جس کی طرف غذا کا استحالہ ہوتا ہے۔	یستحیل الیہ الغذاءُ۔

---

[۱] وجہ تسمیہ کا یہ ایک مروج اصول ہے کہ کثیر الوقوع شئی کو عام نام بخش دیا جاتا ہے، جس طرح مِرَّۃٌ صفراء (کڑوا صفراء) عام نام ہے، اور صفراء کی اکثر قسموں کو بلحاظ مفہوم مرہ صفراء کہا جا سکتا ہے۔ مگر یہ نام تخصیص کے ساتھ صفراء کی اُس قسم کو دیدیا گیا ہے، جو بلغم رقیق کے ساتھ مل جاتا ہے، اور جو صفراء کی کثیر الوقوع قسم ہے۔

تو رطوباتِ عروق (اخلاط بمعنے خاص) کی تعریف میں کیا قید لگائی جائے، جس سے یہ مفہوم خاص حاصل ہو جائے، اور رطوباتِ ثانیہ اس مفہوم میں داخل نہ ہونے پائیں۔ رطوبت بدنی ہونے میں دونوں شریک ہیں، اور دونوں غذاء کے استحالہ ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان دونوں میں فرق اگر ہے، تو محض تقدم و تأخر کا: رطوباتِ عروق بلحاظ تکوّن رطوباتِ ثانیہ پر مقدم ہیں، اور اسی تقدم اور اوّلیت کے لحاظ سے ان کو رطوبات اُولیٰ کہا گیا ہے۔ پس اس تقدم اور اوّلیت کی رعایت سے تعریفِ مذکور میں لفظ اوّل بڑھا دیا جائے، تو تخصیص حاصل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ شیخ الرئیس نے اسی نیت اور ارادہ سے خِلط (بمعنے خاص) کی تعریف میں لفظ اَوّلاً کا اضافہ فرما دیا:

حوالہ (۲۷)

"الخلط: جسمٌ رَطبٌ سَیّال یستحیل الیہ الغذاء اَوّلاً" — خِلط: وہ جسم رطب سیال ہے جس کی طرف غذاء پہلے مستحیل (متغیر) ہوتی ہے۔"

(صفحہ ۶۸ - قانون)

یعنی خِلط (بمعنے خاص) اور رطوباتِ ثانیہ، دونوں غذاء کے استحالہ و تغیر کے بعد حاصل ہوا کرتی ہیں، لیکن بمقابلہ رطوبتِ ثانیہ کے خِلط "پہلے" بنتی ہے۔

الغرض شیخ کی تعریفِ خِلط میں اَوّلیّت سے اضافی اولیت مراد ہے، نہ کہ حقیقی، کیونکہ:

(۱)، شیخ الرئیس جانتے ہیں کہ غذاء میں استحالہ مُنہ ہی سے شروع ہو جاتا ہے،

(۲)، شیخ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ "بلغم سے خون بن سکتا ہے، اور خون، بلغم، اور صفراء سے سوداء حاصل ہوا کرتا ہے۔" الغرض شیخ کا عقیدہ ہے کہ ایک خلط کے استحالہ سے دوسری خلط بن جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ سابق خلط اگر پہلے استحالہ سے حاصل ہوگی، تو ما بعد کی خلطیں یقیناً دوسرے استحالہ کا نتیجہ ہونگی۔ لہٰذا اَوّلیّت کی قید و بند کو زیادہ سختی سے رامتھ کسا گیا تو جو خلطیں دوسری خلطوں سے

استحالہ سے حاصل ہوا کرتی ہیں، اُن کو شیخ الرئیس کی اصطلاح کے مطابق خلط ہرگز نہیں کہا جا سکتا، حالانکہ سب لوگ اُنہیں خلط ہی کہا کرتے ہیں۔

یہ تخصیص محض شیخ الرئیس کی ہے

میرے مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ

(۱) جملہ رطوباتِ بدن کو بلا تخصیص اخلاط کہا جاتا ہے۔ اس عام اصطلاح میں جملہ متقدمین کے ساتھ خود شیخ الرئیس کی ذاتِ گرامی بھی شریک ہے۔

(۲) پھر شیخ الرئیس نے اس عام اصطلاح کے علاوہ، لفظِ خِلط کو ایک مخصوص معنے بخشا، اور اس کی تعریف میں غذا کے استحالہ کو اَوّلاً کے ساتھ مقید کیا، جس سے رطوباتِ ثانیہ کا اخراج مقصود تھا۔

لیکن واضح رہے کہ یہ تخصیص محض شیخ الرئیس کی ہے، اور شیخ کی عظمت نے مابعد کی تالیفات میں اسے رائج و مشتہر کر دیا۔ ورنہ ابو الطب بقراط، سلطان الاطبا جالینوس، ابو سہل مسیحی (مصنف کتاب المئتہ)، علی بن عباس (مصنف کامل الصناعۃ الملکی)، ابو الحسن طبری (صاحب معالجات بقراطیہ)، سہل بن رَبّن طبری (صاحب فردوس الحکمتہ) وغیرہ جیسے قدماء کے اقوال میں۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے، اور جو میری نظر سے اب تک گزرے ہیں۔ کہیں بھی اَوّلاً کی قید کا پتہ نہیں چلتا ؛

پیچیدگی کا اضافہ اور مغالطہ

علمی حیثیت سے میں نے اس مسئلہ پر غور کیا، اور مختلف علماء و فضلاء کے اقوال و مباحثات، اور استفسارات و جوابات پڑھے، تو میں بلا دریغ، مگر افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ "استحالۂ اولیہ" کی قید سے خلط کی تعریف اس قدر پیچیدہ اور غیر واضح ہو گئی ہے، کہ قانون کے شارحین گو صدیوں سے اس گتھی کو سلجھانا چاہتے ہیں، مگر کسی علمی کوشش سے یہ سلجھنے میں

نہیں آتی۔ الغرض اَوّلیہ کی قید نے ایک صاف مسئلہ کو موردِ شکوک و شبہات و محل اعتراضات بنا دیا۔

پھر بعد کے مؤلفین شیخ الرئیس کی برگزیدہ ہستی سے ایسے مرعوب ہوئے کہ آنکھ بند کرکے ہر مؤلف نے خلط کی تعریف میں شیخ ہی کے الفاظ سرعنوان اخلاط نقل کردیئے، جس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ شائد خلط کے محض یہی معنے ہیں، اور خلط کا کوئی دوسرا مفہوم (مفہوم عام: جملہ رطوباتِ بدن) نہیں ہے، جو بلا اختلاف ایک مسلم اور متفق علیہ مسئلہ تھا +

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ کی اس تخصیص و تقدیم نے اولیٰ کی تعریف نے خلط کے مفہوم عام کو بہت حد تک نیچے دبا دیا، حالانکہ اُسے سرعنوان جلی حروف میں نمایاں ہونا چاہیئے تھا۔

شیخ الرئیس اگر مبحث اخلاط میں پہلے عام رطوباتِ بدن اور اخلاط کے مفہوم عام کو بیان کرتے، جیسا کہ ابو سہل مسیحی وغیرہ نے کیا ہے، اس کے بعد رطوبات اُولیٰ اور رطوبات ثانیہ میں اس کی تقسیم کرتے، اور وہیں پر رطوبتِ اُولیٰ کی وہ مخصوص تعریف کرتے، جو اُنہوں نے سرعنوان کیا ہے، تو شائد اس مسئلہ کی پیچیدگی بہت حد تک دور ہوجاتی، اور بہت سے شبہات وہیں ختم ہوجاتے۔

رطوباتِ بدن کے استحالات و تغیّرات کا مسئلہ اتنا پیچیدہ اور نازک ہے کہ علم کیمیا کی موجودہ دقیقہ رسی بھی کسی مختتم نتیجہ پر آج تک نہیں پہونچی، اور اس گہرے سمندر کے پیراک بار بار حقیقت کی تہ تک پہونچنا چاہتے ہیں، مگر ہر ارادہ میں ہانپتے کانپتے اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس لئے ظاہر ہے کہ اگر کسی چیز کی تعریف استحالہ و تغیر کے ذریعہ سے کیجائیگی اور جس میں اول، دوم، سوم کے الفاظ استعمال کئے جائینگے، تو گو اس شئی کا وجود روز روشن کی طرح واضح ہو، مگر جب آپ اُس چیز کا پتہ اُن الفاظ و عبارات سے چلانا چاہیں گے، تو یقیناً ان الفاظ کی تاریکیوں میں مستور ہوجائیگی۔

خون کا وجود بدیہی ہے، مگر اس کے تغیرات و استحالات ایک اتھاہ سمندر ہیں۔ اگر آپ خون کی تعریف میں اس کے استحالات بیان کرنے شروع کر دیں، تو ساری عمر خرچ کرنے پر بھی آپ کو اس میں، سوائے تھکا دینے والی حیرانی کے، کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہو گی۔

مزید تفصیل و توضیح کے لئے باب استحالات کا ملاحظہ کیا جائے +

شارحین کی پریشانی شیخ کی تعریف میں :

شیخ کی اس تعریف سے جو پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں، اُن میں سے بعض اسقدر اَہم ہیں، کہ صحیح معنوں میں کسی شارح سے سلجھائی نہ جا سکیں۔ مثال کے طور اسوقت میں ایک سوال پیش کرتا ہوں، جو شیخ کی اس تعریف پر کیا گیا ہے، اور جس کے جواب میں شارحین نے کتنے غوطے کھائے ہیں :

علامہ محمود آملی شارح قانون سوالات اور جوابات کا تسلسل قائم کرتے ہوئے چھٹا سوال اس طرح پیش کرتے ہیں :

حوالہ (۲۸)

السادس ان بعض الاخلاط یستحیل عن اخلاط اُخری کالدم عن البلغم والسوداء المحترقة، فلا یصدق علیهما ان الغذاء استحال الیها اولاً.

(صفحہ ۱۰۰ شرح قانون آملی)۔

بعض اخلاط دوسرے اخلاط کے استحالہ سے حاصل ہوا کرتے ہیں، مثلاً خون بلغم کے استحالہ سے، اور سوداء محترقہ (دوسرے اخلاط کے استحالہ سے) حاصل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس قسم کی دونوں خلطوں پہ (خون اور سوداء پر، جو دوسرے اخلاط کے استحالہ سے پیدا ہوتے ہیں) یہ صادق نہیں آسکتا کہ غذاء ان کی طرف سب سے پہلے مستحیل ہوئی (کیونکہ اس قسم کے اخلاط میں دراصل دوسرا استحالہ واقع ہوا) +

اس سوال پر شارحین کی پریشانی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس اعتراض کے جواب میں علامہ علاؤالدین قرشی کچھ کہتے ہیں، فاضل مسیحی کچھ کہتے ہیں، اور محمود آملی کچھ اور، کسی ایک بات پر قرار نہیں۔

پھر اگر غور و فکر میں انصاف سے کام لیا جائے، اور میدان تحقیق میں کسی شخصی عظمت سے فیصلہ کو متأثر نہ کیا جائے، تو شاندار جوابات میں سے کسی ایک پر صاد نہ کیا جاسکے:

(۱) علامہ قرشی کی تاویل:

علامہ قرشی نے اُس اعتراض کا جواب اس طرح دیا ہے:

"شیخ کے قول میں اولاً کا لفظ، جو خلط کی تعریف میں استعمال کیا گیا ہے، اس کا مدعا یہ ہے کہ

(یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ استحالہ اُسی وقت واقع ہو، جبکہ پہلے کسی اور جسم کی طرف استحالہ حقیقی واقع ہولے، اور بیچ میں کوئی دوسرا استحالہ واسطہ بن سکے)

چنانچہ وہ خون جو بلغم سے پیدا ہوتا ہے، اور وہ خلط محترق (سوداء احتراقی) جو کسی دوسری خلط کے احتراق سے حاصل ہوتی ہے، وہ اسی قسم کی ہے؛ کیونکہ اُس کے خلط ہونے میں، نہیں، بلکہ اُس کے خون اور خلط محترق ہونے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے کسی دوسری خلط کی طرف اُس کا استحالہ ہولے، (اور بیچ میں بلغم وغیرہ واسطہ بن سکے) جب ہی وہ خون یا خلط محترق بن سکے — (بلکہ بلا توسط، یعنی براہ راست بھی غذا سے خون اور خلط محترق (سوداء احتراقی) حاصل ہوسکتی ہے)"۔

ناممکن ... [handwritten margin note]

حوالہ (۲۹)

قال القرشي: معنى قوله "اولاً" انه لا يجب ان يكون تلك الاستحالة بتوسط استحالة في الصورة الى جسم آخر، وحدوث الدم عن البلغم

والخلط المحترق عما احترق منه کذلک، فان ذلک التوسط لیس بواجب فی کونه خلطاً، بل فی کونه دماً او محترقاً، (صفحہ ۱۰۹۔ شرح آملی)

علامہ قرشی کے اس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ

خلط اُسے کہتے ہیں، جس کا حصول، غذاء کے ابتدائی استحالہ سے ممکن ہو۔ بیچ میں کسی دوسرے استحالہ کا واسطہ بننا ضروری نہ ہو۔

اس لئے ممکن ہے کہ وہ کبھی براہ راست، ابتدائی استحالہ سے، حاصل ہو جائے اور کبھی بیچ میں دوسرا استحالہ واسطہ بن جائے۔

چنانچہ وہ خون جو بلغم سے حاصل ہوگا، اور وہ سوداء احتراقی جو کسی دوسری خلط کے تغیر و استحالہ سے حاصل ہوگا، وہ اس تعریف کے لحاظ سے خلط ہی ہے۔ کیونکہ گو اس خاص صورت میں وہ براہ راست پہلے استحالہ سے حاصل نہ ہوئی، بلکہ بیچ میں ایک دوسرا استحالہ واقع ہوا (جس سے وہ پہلے بلغم بنا، یا دوسری سابق خلط بنی)، لیکن خون اور سوداء، بلغم کے لئے اس واسطہ کا ہر صورت میں ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ خون اور سوداء براہ راست بھی، ابتدائی استحالہ سے، حاصل ہو سکتے ہیں۔

اس کے برعکس رطوبت ثانیہ (طل، طلال) کے لئے یہ صورت کسی طرح اور کبھی بھی ممکن نہیں ـــــ وہ کسی وقت بلا توسط اور براہ راست حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب کبھی وہ بنیگی، تو اسی طرح بنیگی کہ پہلے غذاء خون اور اخلاط خون میں تبدیل ہو، اس کے بعد عروق کی دیواروں سے ان کا رس باہر مترشح ہو، اور اعضاء کے رخنوں میں خون کا یہ رس جمع ہو لے۔

علامہ قرشی کی تاویل میں بحث:

اس جواب کو علامہ محمود آملی نے ناپسند کیا ہے ـــــ فرماتے ہیں:

"یہ ایک زائد بات ہے۔ خلطیت سے اِسے لگاؤ نہیں۔ علاوہ ازیں الفاظ کا

جہاں تک تعلق ہے، وہ اُس مفہوم کا ساتھ نہیں دیتے، جو علامہ قرشی نے بتایا ہے۔ اس لئے کہ ایسا کوئی لفظ موجود نہیں ہے، جو اس طرف اشارہ کر رہا ہو کہ "وہاں اس قسم کا اور ان صفات کا استحالہ مراد ہے"۔

حوالہ (۳۰)

وذلک امر زائد علی الخلطیۃ، واللفظ لایساعدہ، اذلاشئ یدل علی ان المراد استحالتہ بھذہ الصفۃ۔ (صفحہ ۱۰۹ شرح آملی)

اس جواب میں میری ذاتی رائے کیا ہے ؟ وہ دوسرے جوابات کے ذیل میں آنے والی ہے ÷

(۲) شارح مسیحی کی تاویل :

مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں شارح مسیحی فرماتے ہیں :

"چونکہ وہاں، خلط کی تعریف ہیں، استحالہ سے مراد صورت نوعیہ کا انقلاب ہے، اس لئے یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا، کیونکہ کوئی غیر طبعی خلط (مثلاً سودا، احتراقی) جو طبعی خلط سے پیدا ہوا کرتی ہے، وہ اس معنے سے نہیں پیدا ہوا کرتی ہے (اُس میں استحالہ حقیقی واقع نہیں ہوا کرتا ہے)، بلکہ اس معنے سے پیدا ہوا کرتی ہے کہ محض اُن کی کیفیت میں تغیر واقع ہوا کرتا ہے؛ جب یہ صورت ہے تو غذا سے اُس خلط کا استحالہ (خلط غیر طبعی کا استحالہ جو طبعی خلط سے پیدا ہوتی ہے) اولاً ہی ہوا، کیونکہ جوہری تغیر (استحالۂ حقیقی) وہاں صرف ایک ہی واقع ہوا ہے (اور محض کیفیت کا تغیر دوسرا استحالہ نہیں کہلا سکتا) ÷

حوالہ (۳۱)

وقال المسیحی، اذ کان المراد بالاستحالۃ الانقلاب

00000089 (3499x5471x2 tiff)

فی الصورة، لا یرد هذا النقض، لان الخلط الغیر الطبعی لیس تولده من الطبعی بهذا المعنی، بل بمعنی التغیر فی کیفیتها، واذا کان کذلک فیکون استحالته من الغذاء اولاً، لانه لیس هناک تغیر فی الجوهر الا تغیراً واحداً۔ (صفحہ ۱۰۹ شرح آملی)

مسیحی کی تاویل میں بحث:

اس جواب کو بھی محمود آملی نے پسند نہیں کیا ــــ چنانچہ فرماتے ہیں:

"یہ جواب اگر پورا ہو، تو محض اُس خلط میں پورا ہوگا، جو اپنے آپ بگڑ جائے۔ اُس خلط میں یہ جواب پورا نہیں ہو سکتا، جو دوسری خلط میں تبدیل ہو جائے، کیونکہ اس حالت میں جوہری تغیر (استحالۂ حقیقی) واقع ہوا کرتا ہے"

حوالہ (۳۲)

وهذا ان تم ففی الخلط المتغیر بنفسه، لا فی خلط یصیر خلطاً آخر، فانه یتغیر الجوهر۔ (صفحہ ۱۰۹ شرح آملی)

(۳) علامہ محمود آملی کی تاویل:

مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں شارح آملی نے جس جواب کو پسند کیا ہے، وہ یہ ہے:

"خلط کی طرف غذا کے اولاً مستحیل ہونے" سے مراد یہ ہے کہ خلط کی طرف غذا کا استحالہ فی الجملہ[1] اولاً ہو۔ اس تاویل سے سارے اخلاط (تعریفاً یں)

---

[1] فی الجملہ، یعنی کسی وقت اور کسی صورت میں بھی غذا اُس خلط کی طرف اولاً مستحیل ہو جائے، تو وہ فی الجملہ استحالۂ اولیہ کہلا سکے گا۔ دائمی طور پر اولاً ہونا ضروری نہیں۔

داخل ہو جاتے ہیں، کیونکہ کوئی خلط ایسی نہیں ہے، جس کے لئے یہ غیر ممکن ہو کہ اُس کی طرف غذا (فی الجملہ کسی وقت) اولاً مستحیل نہ ہو؛ کیونکہ غیر طبعی اخلاط میں سے جو خلط بھی فرض کی جائے، — خواہ اُس کے غیر طبعی ہو جانے کی وجہ اُس کی کیفیت کا تغیر ہو، یا کسی دوسری خلط کی طرف اُس کا انقلاب — یہ ضرور ممکن ہوگا کہ کوئی غذا اپنی صورت نوعیہ کو اولاً چھوڑ کر اس خلط کی صورت نوعیہ اختیار کرے۔ لیکن رطوبت ثانیہ اس میں داخل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ کوئی غذا اوّلاً رطوبت ثانیہ میں منقلب ہو جائے؛ یعنی اپنی صورت چھوڑ کر اُس کی صورت اختیار کرے۔ اس لئے کہ غذا جب تک رطوبت اولیٰ، یعنی خلط، کی طرف منقلب نہ ہوئے، رطوبت ثانیہ کی طرف اُس کا انقلاب نہیں ہو سکتا"

حوالہ (۳۳)

ان المراد من استحالة الغذاء اليه اولاً استحالته اليه اولاً فى الجملة، فيدخل جميع الاخلاط، اذ لا خلط الا ويمكن ان يستحيل اليه الغذاء اولاً فى الجملة؛ لان اى خلط فرض من الغير الطبعى، سواء كان خروجه عن الطبيعة بتغير كيفيته، او بانقلابه خلطاً آخر، يمكن ان يخلع غذاءٌ ما اولاً صورته ويلبس صورة ذلك الخلط. ولا يرد الرطوبة الثانية فانه لا يمكن ان يستحيل اليها غذاءٌ ما اولاً، ان يخلع صورته ويلبس صورتها، لانه مالم يستحل الى الرطوبة الاولىٰ، التى هى الخلط، لا يستحيل اليها.

(صفحہ ۱۰۹، شرح آملی)

سوال و جواب پر تبصرہ

اس بحث کا تعلق مسئلہ استحالات سے ہے، جس کے متعلق میں کئی بار بتا چکا ہوں کہ

تغیرات و استحالات کے پیچ در پیچ معلومات، جو بدن انسان میں واقع ہوا کرتے ہیں، بہت حد تک اندھیرے میں ہیں، اور کسی مختتم اور یقینی نتیجہ تک علمی کاوشیں نہیں پہونچی ہیں، اس لئے یہ سارے جوابات غیر یقینی اور غیر واضح ہیں۔

علاوہ ازیں آگے ابو سہل مسیحی کا ایک قول پیش کرونگا کہ غذا میں حقیقی استحالات منہ اور معدہ و امعاء میں واقع ہو جاتے ہیں، جس کی تائید طب جدید کی حالیہ تحقیقات بھی کرتی ہیں۔

نیز یہ دعوٰے کہ "خلط، خواہ طبعی ہو یا غیر طبعی، اور خواہ کوئی بھی ہو، بہرحال یہ ممکن ہے کہ غذا، اس کی طرف اولاً مستحیل ہو، اور یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی غذا اولاً رطوبت ثانیہ میں منقلب ہو جائے" بہت کچھ غور طلب اور محتاج دلیل ہے۔ بحالت موجودہ یہ ایک سادہ دعوٰے ہے، جس کی دلیل کی طرف نہ علامہ قرشی نے توجہ کی ہے، اور نہ علامہ محمود آملی نے۔

آخری رائے:

اس مسئلہ میں مدتِ دراز تک غور و فکر کرنے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں، وہ یہ ہے کہ:

(۱) اس بارہ میں بہترین اور صاف مسلک وہ ہے، جو ابو سہل مسیحی نے اختیار کیا ہے۔

(۲) خلط کی تعریف سے اولاً کی قید حذف کر دی جائے، اور قدماء کے اصول پر جملہ رطوبات بدن کو خلط کہا جائے۔

(۳) رطوبات اولی اور رطوبات ثانیہ کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کرنے کے لئے محل و موقع کی قید کا اضافہ کر دیا جائے: یعنی "رطوبات اولی" مافی العروق کا نام قرار دیا جائے، اور خلل اعضاء کی رطوبات "رطوبات ثانیہ" کے نام سے پکاری جائیں۔

باب (۵)

اخلاط کی تقسیم

جماعت بندی کا اصول

مسئلہ اخلاط کے سلسلہ کی پچھلی کڑیوں میں، جو گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہیں، محض خلط کے مفہوم اور اُس کی تعریف سے بحث کی گئی ہے، اور قدماء کے غیر مبہم تصریحات سے ثابت کیا گیا ہے کہ کائنات بدن کی سہ گانہ موجودات میں سے "خلط" ایک ایسی بدیہی اور عُریاں حقیقت کا نام ہے، جس کے وجود سے کوئی بشری طاقت انکار و تردید کی جرأت نہیں کر سکتی، اور کسی زبان سے اب یہ نکلنا آسان نہیں کہ ــــ

> "عالم اصغر، یعنی انسان کے جسم، میں اخلاط کا کوئی وجود نہیں، اور اخلاط کی حقیقت محض قیاس و تخمین اور کلامی دلائل کی رہینِ منت، اور خالصاً تخیل کی پیداوار ہے"۔

—— اور یہ کہ

"خون میں اخلاط کا وجود کسی طور پر ثابت نہیں کیا جا سکتا"۔

اب میں علم الاخلاط کے سب سے اہم مسئلہ —— تقسیم اخلاط —— کو شروع کرتا ہوں، جو دراصل اس علمی بحث کا سب سے زیادہ دشوار گزار مرحلہ ہے، اور جس کے عبور کرنے کے بعد دوسرے بہت سے مراحل آسان ہو جاتے ہیں +

تقسیم اخلاط کی بنیاد استقراء

مذکورہ ابواب سے یہ پورے طور پر عیاں ہو چکا ہے کہ

"متقدمین نے بدن کی تمام رطوبتوں کو، بلا تخصیص و تعیین، جو سیال صورت میں، اندرون بدن کی رگوں، نالیوں، جوفوں، رخنوں، خلاؤں، اور فضاؤں کے اندر پائی جاتی ہیں، اخلاط کا لقب بخشا ہے"۔

اسی طرح یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے، جس کو دلائل و براہین سے مرصع کرنے کی ضرورت نہیں کہ

"بدن کے اندر یہ سیال قسم کی چیزیں مختلف مقامات اور مختلف حالات میں مختلف رنگ ڈھنگ میں جلوہ گر ہوا کرتی ہیں، جو مختلف اصطلاحات اور خاص خاص ناموں سے یاد کی جاتی ہیں"۔

یعنی —— کہیں یہ زرد نظر آتی ہیں، اور ان کا لقب صَفراء (پِتہ، بائل) ہوتا ہے، تو دوسرے مقام پر سفید صورت میں دکھائی دیتی ہیں، اور ان کو طبی اصطلاح میں بَلغم (فلم، میوکس) کا خطاب عطا کیا جاتا ہے —— کہیں اگر یہ سرخ رنگ میں اچھلتی اور کودتی پھرتی اور جگہ جگہ خونی منظر پیش کرتی ہیں، تو کہیں یہ کالے رنگ میں جامد و ساکن ہو کر سرطان و سقیروس (کینسر، اس کے رس) جیسے موذی، خبیث، اور پتھریلے اورام (اَورَام صُلبہ سوداویہ، تحجر و صلابات) میں اپنی سیاہی کی جھلک دکھاتیں، اور سفید اقوام کے جسد سیمین پر حبشی و سودانی

قسم کے بدنما دھبے ڈال کر اپنے "وجود سواد انگیز" کا اقرار منکرین کی زبانوں سے کراتی ہیں۔

اس وقت میں اس امر پر گفتگو کرنی چاہتا ہوں کہ

"بدن کی انواع و اقسام کی ان رطوبات کی تقسیم اور جماعت بندی بقراط وجالینوس جیسے محققین نے کس اصول پر کی ہے"؟

کیا یہ سارا کھیل محض قیاس و تخیل کے ہوائی پایوں پر باندھ کر زمین و آسمان کے درمیان ادھر لٹکا دیا گیا ہے؟ — یا اس کی بنیاد تجربات و مشاہدات کی سنگین چٹانوں پر استواری کے ساتھ قائم ہے۔

میں نے طب قدیم کے اس بنیادی مسئلہ پر اپنے دماغ کو فنی عصبیت اور ہر قسم کی قید و بند سے آزاد کر کے، غور کیا، اور علم الاخلاط کے کونہ کونہ کو میں نے چھان مارا، مگر اُن لوگوں کی تائید اس علم کے کسی گوشہ سے نہ مل سکی، جن کا خیال ہے کہ

"اخلاط کا تعدد کتابی دلائل پر مبنی، اور ان کی تقسیم محض تخیل کی پیداوار ہے، اور بانیانِ طب قدیم نے صرف قیاسی اندازہ سے رطوباتِ بدن کو چار مان لیا ہے"؛

بلکہ جہاں تک میں نے علمی حیثیت سے اس علمی مسئلہ کی چھان بین کی، اور اخلاط کی اربعیت کی ٹوہ لگائی، تو سراسر اس کے خلاف نتائج برآمد ہوئے، حتیٰ کہ مُلّا نفیس جیسے استدلال پسند منطقی کی زبان سے بھی اس موقعہ پر یہی ندائے حق برآمد ہوئی، کہ

"اخلاطِ بدن کا تعدد، اور چار گروہوں میں اس کی جماعت بندی کی صحیح ترین دلیل استقراء[1] ہے"

---

[1] استقراء الامور، تتبّعها لمعرفة احوالها وخواصها (منجد)

استقراء امور: اُن امور کے حالات اور خواص معلوم کرنے کی جستجو (منجد)

استقراء کے معنے تلاش و جستجو کے ہیں۔ جو کسی شئی کے خواص اور حالات معلوم کرنے کے لئے کی جائے۔ اسی کو دوسری اصطلاح میں مشاہدہ کا و تجربہ کہا جاتا ہے۔

علامہ نفیس:

علامہ نفیس۔ شارح موجز القانون۔ اپنی مشہور تالیف "نفیسی" میں فرماتے ہیں:—

حوالہ (۴۴)

وثالثها الاخلاط (۳) اخلاط

(وهی اربعة) یدل علی ذلك وجوه، احدها الاستقراء وهو الاصح۔

امور طبیعیہ میں سے (یعنی بدن کی کل کائنات میں سے) تیسری چیز اخلاط ہیں۔ (جو تعداد میں چار ہیں) اخلاط کے چار ہونے کے دلائل اگرچہ متعدد ہیں مگر صحیح ترین دلیل استقراء (تلاش و جستجو) ہے۔ (جس کو دوسری اصطلاح میں تجربہ و مشاہدہ کہا جاتا ہے)۔

علامہ علی حسین گیلانی:

علامہ علی حسین گیلانی۔ شارح قانون اسی قسم کے موقعہ پر فرماتے ہیں:—

حوالہ (۴۵)

والوجود ما یدل علی کون الاخلاط

اخلاط کے چار ہونے کی بہترین دلیل مشاہدہ کا ہے۔

اَرْبَعَۃٌ " المُشَاھَدَۃ " (شرح قانون " جامع الشرحین " صفحہ ۱۱۵)

علامہ محمود آملی :

اسی طرح علامہ محمد بن محمود آملی، شارح قانون، اسی موقعہ پر لکھتے ہیں :

حوالہ (۳۶)

وَدَلِیْلُ اِنْحِصَارِھَا فِیْ اَرْبَعَۃٍ اَلْاِسْتِقْرَاءُ — چار گروہ میں اخلاط کے منحصر ہونے کی دلیل اِستقراء (تلاش و تجربہ) ہے۔

اس مقام پر یہ بتانا بے محل نہیں ہے کہ اگر طب قدیم کی اصل و بنیاد مشاہدہ و تجربہ کی بجائے، قیاس و عقلی استدلال پر رکھی گئی ہوتی، جیسا کہ الزام لگانے والوں نے غلطی سے سمجھا ہے، تو مسئلہ اخلاط میں بھی، جو طب یونانی کا اساسی مسئلہ ہے، یہ مؤلفین و مصنفین استقراء، مشاھدہ اور تجربہ جیسے الفاظ کی بجائے، یہ لکھنا زیادہ موزوں سمجھتے کہ

" اخلاط کے چار ہونے کی بہترین دلیل فلاں عقلی قیاس ہے، جو سرِ آرائے تخیل، ابوالطب بقراط کے دماغ خیال آفرین کا ترتیب دیا ہوا ہے "

اخلاط کی جماعت بندی کس اصول کے تحت کی گئی ہے

اس اہم عنوان کی ترجمانی یہ ہے کہ :

جب اربابِ فن نے، فن کے ابتدائی دَورِ تکوین و تدوین میں، علم طب کے بکھرے ہوئے شیرازے اور پریشان اجزا کو، بصورتِ علم، ابواب و فصول میں مرتب و مہذب کرنے کا ارادہ کیا، اُس وقت انہیں دیگر ضروریات کے ساتھ یہ ضرورت بھی داعی ہوئی کہ کائنات بدن کو، جن سے انسان کی ہستی کی تعمیر عبارت

مَنصّۂ شہود میں جلوہ افروز ہوئی ہے، اور جن کا دوسرا نام "امورِ طبیعیہ" ہے، ایک ایک کرکے جدا جدا بابوں میں لکھا جائے ـــــ اسی ذیل میں اُنہیں یہ ضرورت بھی محسوس ہوئی کہ ایک باب "اخلاطِ بدن" کے لئے مخصوص کر دیا جائے، جس میں جسم کی محض سیال قسم کی چیزوں سے بحث کی جائے ٭

اس نظر سے جب دورِ اوّل کے محققین (مثلاً ابقراط و جالینوس جیسے اَئِمّۂ فن) نے بدن انسان کو اندر باہر سے بہ امعان، اور آزادیٔ فکر کے ساتھ دیکھا ـــــ اور اُنہیں آنکھوں سے دیکھا جن سے دیکھنے کا نام معترضین کے نزدیک بھی مشاہدہ ہے ـــــ تو اُنہیں داخلی و خارجی رطوبات کے غیر محدود عینی مشاہدات کے بعد اندازہ ہوا کہ کائناتِ بدن میں سیال قسم کی چیزیں بے شمار ہیں، جن کو فرداً فرداً، بلا کسی ترتیب اور جماعت بندی کے، ذکر کرنا "پراگندہ بیانی" کے مترادف ہوگا ٭

اس قباحت سے بچنے کے لئے اُن مفکرین کے دماغوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان "بے شمار اقسام رطوبات" کو پہلے چند بڑے گروہوں میں بانٹ دیا جائے، اور اس طرح ان کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کرکے ان کے لئے چند بڑے بڑے عنوانات قائم کر دئے جائیں۔ پھر ان کی ذیلی اور چھوٹی چھوٹی قسموں کو انہیں کلی عنوانات کے تحت درج کر دیا جائے ٭

رطوبات کا رنگ جماعت بندی کا ذریعہ قرار پایا

بانیانِ طب قدیم کے اس انقطاعی فیصلہ کے بعد، کہ رطوباتِ بدن کی جماعت بندی ضروری ہے۔ قدرتاً یہ سوال دامنگیر ہوا کہ اخلاط کی جماعت بندی کس اصول کے ماتحت کی جائے، اور رطوباتِ بدن کی تقسیم کا ذریعہ کس چیز کو قرار دیا جائے؟

اس سوال کا جواب متقدمین کے دماغوں میں یہ پیدا ہوا کہ

"اس تقسیم کا ذریعہ مادہ کی ایک طبعی اور نمایاں

مخصوص خصوصیت ــــــ رنگت ــــــ کو قرار دیا جائے،

جس میں بدن کی ہر رطوبت بلا تفریق، با امتیاز خاص، ملبوس نظر آتی ہے "

الغرض جب رنگت منشائے تقسیم قرار پایا، تو متقدمین کے استقراء نے بدن کی ساری رطوبتوں کو، بلحاظ رنگ، چار بڑے خانوں میں منقسم کر دیا:
سرخ ــــ زرد ــــ نیلا، یا، سیاہ ــــ سفید، یا، بے رنگ.

اس طرح بدن کی ساری رطوبتیں چار بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئیں :-

(۱) خلطِ اَحمَر : یعنی سرخ رنگ کی رطوبت، جس کا دوسرا نام خون ہے.

(۲) خِلطِ اَصفَر : یعنی زرد رنگ کی رطوبت، جس کا اصطلاحی نام اسی زردی کی مناسبت سے صَفرَاء ہے. (صَفرَاء اور اَصفَر کے معنے "زرد" کے ہیں) +

(۳) خِلطِ اَسوَد : یعنی سیاہ رنگ کی رطوبت، جس میں نیلے رنگت کی رطوبتوں کو قدماء نے شامل کیا ہے. اس کا اصطلاحی نام بھی اسی سیاہی کی مناسبت سے سَودَاء ہے. (سَودَاء اور اَسوَد کے معنے "سیاہ" کے ہیں، اور لغتِ عرب میں نیلے کو بھی سیاہ میں داخل کیا جاتا ہے) +

(۴) خِلطِ اَبیَض : یعنی سفید رنگ کی رطوبت، خواہ وہ دودھ کی طرح سفید ہو، یا پانی کی طرح بے رنگ، اس کا اصطلاحی نام بَلغَم ہے +

اگر بدن کے اندر نیلی، پیلی، لال اور اُجلی قسم کی رطوبتیں موجود ہوں، اور قدرت کی عطا کی ہوئی اِن آنکھوں سے ہم اُنہیں دیکھیں، تو اس میں کون سی علمی قباحت ہے کہ اِن چار رنگ کے سَیالات کو، بلحاظ لباسِ ظاہر (رنگ) چار ناموں سے نہ پکارا جائے.

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ سائنس کا کوئی فتوے، کسی زمانہ میں اس کے خلاف صادر ہو چکا ہے، جس سے اس قسم کی تقسیم علمی حیثیت سے ناجائز قرار دی جاسکے؟

کیا مادّہ کی طبعی خصوصیات میں "رنگت" ایک نمایاں خصوصیت

نہیں ہے، اور کیا کسی چیز کی تقسیم کے لئے کسی " نمایاں خصوصیت " کو ذریعہ قرار دینا موزوں نہیں ؟ ــــ اگر یہ انسب اور موزوں تر ہے، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ رطوباتِ بدن کی اس تقسیم کو ناقابل تسلیم اور علمی حُدود سے خارج قرار دیا جائے۔

اقوام عالم کی تقسیم رنگ کے لحاظ سے

دُنیا کی ساری قومیں چار گروہ میں منقسم ہیں:

(۱) گوری قومیں، مثلاً اکثر باشندگان یورپ۔

(۲) کالی قومیں، مثلاً باشندگانِ حبشہ، سوڈان، و بیشتر اقالیم افریقہ۔

(۳) زرد قومیں، مثلاً باشندگان چین و جاپان۔

(۴) سُرخ قومیں، مثلاً باشندگان ترکستان و افغانستان۔

کیا اقوام عالم کی یہ تقسیم رنگ کے لحاظ سے نہیں ہے ؟ اور کیا یہ تقسیم کسی قانونِ علم و حکمت سے، ناجائز بتائی جا سکتی ہے ؟

جب قوموں کی تقسیم رنگ کے لحاظ سے کی جا سکتی ہے، تو ہمیں بھی اجازت دی جائے کہ رطوباتِ بدن کی تقسیم رنگ کے لحاظ سے کر سکیں۔

اگر ایسا کیا گیا۔ اور رطوبات بدن کی اس تقسیم کو جائز قرار دیا گیا، تو اب ہمارے لئے اخلاط کو چار تسلیم کرانے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہی ؏

کیا بدن میں چاروں رنگ کی رطوبات موجود ہیں؟

اب آپ کو سؤال کرنے کا یہ حق حاصل ہے کہ

" کیا بدن کے اندر، صحت و مرض میں، چاروں قسم کی رطوبتیں ثابت کی جا سکتی ہیں ؟ اور کیا صحت و یقین کے ساتھ دعوٰے کیا جا سکتا ہے کہ متقدمین کی دقیقہ رَس آنکھوں کے سامنے نیلی، پیلی، لال، اور اُجلی، چاروں رنگ کی

رطوبتیں، مشاہدہ کے طور پر آگئی تھیں" ؟

اس کا جواب، اور بہت مختصر جواب ہے، کہ — "ہاں"۔ اور پورے اعتماد کے ساتھ "ہاں"۔ — اس میں کوئی شک نہیں، کہ متقدمین نے اپنی آنکھوں سے چاروں رنگ کی رطوبات کو دیکھا ہے — اس زمانہ میں دیکھا گیا ہے، اور ہر زمانہ میں دیکھا جاسکتا ہے — ہم بھی دیکھ سکتے ہیں، اور تم بھی دیکھ سکتے ہو — شائد تم دیکھ چکے ہو، دیکھا کرتے ہو، اور ہمیشہ دیکھا کرو گے۔

درمیانی رنگ کی رطوبات

جو مذکورہ الوان کی آمیزش سے حاصل ہوتی ہیں

سُؤال:

اس مقام میں اب یہ سُوال پیدا ہوسکتا ہے کہ:

"مذکورہ چاروں اُلوان کی باہم آمیزش، اور رنگین و بے رنگ رطوباتِ معدودہ کے کم وبیش تناسبِ اخلاط سے — اور اندرونی و بیرونی استحالات و تغیرات کے نتیجہ میں — درمیانی درجات کی مختلف رنگتیں، اور ہلکی اور بھاری کم وبیش، رنگ کی مختلف رطوبتیں پیدا ہوسکتی ہیں، مثلاً سبز، پستئی، پیازی، بھوری، وغیرہ۔ کیا ایسی رطوبتیں دورِ اول کے مؤسسین فن کی نظروں سے گزریں؟ — اور اگر ایسی رطوبتیں ان کے مشاہدہ میں آئیں، تو ان کو اَخلاط کے چاروں مشہور رنگین خانوں میں سے کس خانہ میں جگہ دی گئی، اور کس اصول سے؟ — یا ایسے متفرقات کے لئے علم الاخلاط کے کھاتہ میں کوئی الگ کھاتہ قائم کی گئی؟

جواب :

متقدمین کے بیانات بغور پڑھنے، اور علم الاخلاط کے ذخیرۂ معلومات کے الٹنے پلٹنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس سوال کو قدمائے فن نے کافی اہمیت دی ہے، اور اس کے حل کرنے میں، امکانی حد تک، بڑی دقیقہ رسی اور غایت تحقیق سے کام لیا ہے۔

چنانچہ اگر دقّت نظر سے غور کیا جائے، تو اصل حقیقت بھی یہی ظاہر ہو گی کہ ایسے وسائط اور درمیانی درجہ کی چیزوں میں، جہاں امتیازی حدود قریب آکر باہم متواصل ہو جاتے، اور نشانات فرق و تمیز ہم آغوش ہو کر باہم مدغم ہو جاتے ہیں، خط انفصال پیدا کرنا کوتہ پرواز عقل انسانی کے لئے عموماً دشوار ہوا کرتا ہے ✣

ہر شخص پر یہ روشن ہے کہ دھوپ اور سایہ میں تمیز کرنا سہل ہے، لیکن نور و ظلمت کے یہ دونوں نمایندے جہاں آکر ملتے ہیں، وہاں ایک حقیقی خط انفصال (خط اقلیدسی) کا کھینچ دینا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا کہ بادی النظر میں اکثر لوگ اندازہ قائم کیا کرتے ہیں۔

گدھے اور گھوڑے ـــ اور گنے اور بانس ـــ جیسی دو حیوانی و نباتی نسلوں میں امتیاز کرنا دشوار نہیں ہے، مگر ان دونوں نسلوں کی باہمی آمیزش و پیوند سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، اُن کو گھوڑا یا گدھا کہنا ـــ یا گنے یا بانس کے خانہ میں بلا تکلف داخل کر دینا آسان نہیں ✣

ایسی درمیانی درجہ کی رطوبات، کو متقدمین نے اگرچہ اُنہیں چار خانوں میں سے کسی ایک خانہ میں داخل کیا ہے؛ مگر، جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، اس میں اُنہوں نے کافی غور و فکر سے کام لیا ہے، اور کسی ایک خانہ میں داخل کرنے سے پہلے، اطمینان کے ساتھ وجوہِ ترجیح تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔

مثلاً سبز رنگ کی کوئی رطوبت اگر سامنے آگئی، اور یہ سوال پیدا ہوا کہ:

"چونکہ سبزی دراصل زرد اور نیلے، دو رنگوں کی آمیزش سے حاصل ہوا کرتی ہے، اس لئے کسی سبز رطوبت کو "زرد رنگ کے خانہ" میں رکھا جائے، جہاں صفراء رہتا ہے، یا "نیلے رنگ کے خانہ" میں، جہاں سوداء قیام پذیر ہے"

تو اس سوال کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ ایسی مرکب رنگ کی خلط کو اپنے زرد جزو لون کی وجہ سے جس طرح صفراء کے خانہ (زرد خانہ) میں داخل ہونے کا استحقاق حاصل ہے، اسی طرح دوسرے سیاہ جزو لون کی وجہ سے اسے سوداء کے خانہ (تاریک خانہ) میں گھسنے کا بھی حق ہے۔

ایسے پیچیدہ اور نازک مواقع پر فیصلہ کی نزاکت کا انحصار قدماء فن نے اس امر پر رکھا ہے کہ دیگر متعلقہ خصوصیات اگر اس جانب مائل و مرجح ثابت ہوتی ہیں کہ اُسے صفراء کے خانہ میں جگہ دی جائے، تو اُسے صفراء کے ذیل میں داخل کر دیا جاتا ہے؛ اور اگر اُس کی طبعی خصوصیات سوداء کی طرف زیادہ مائل نظر آتی ہیں، تو اُسے سوداء کے ظلمت کدہ میں بند کر دیا جاتا ہے۔

مرکب اخلاط میں غلبۂ لون کو ترجیح

چونکہ قدمائے فن نے اخلاطِ بدن کی جماعت بندی میں ان کے "رنگ" کو ذریعہ تقسیم قرار دیا ہے، اس لئے ایسی مشتبہ صورتوں میں، جن میں دو خلطیں ملی ہوئی ہوں، اور یہ سوال درپیش ہو کہ انہیں کس خلط کے خانے میں رکھا جائے، ظاہری رنگ کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اور اسی "نمایاں رنگ" کو وجہ ترجیح قرار دیکر اس مشتبہ خلط کو، اس کے رنگ کے متناسب خلط کے خانہ میں داخل کر دیا گیا ہے، خواہ مقدار کے لحاظ سے اس مرکب میں کسی دوسری خلطِ مخالط کا غلبہ ہو۔

مثال :

مثلاً بلغم کی ایک بڑی مقدار کے ساتھ اگر تھوڑا سا صفراء مخلوط ہو جائے تو چونکہ بلغم سفید رنگ کی رطوبت ہے، اس لئے اس کو رنگین کر دینے کے لئے صفراء کی تھوڑی سی مقدار بھی کافی ہو گی، اور دونوں کا مجموعہ بجائے سفید ہونے کے زرد ہو جائیگا۔ الغرض صفراء کی آمیزش سے ظاہری طور پر بلغم کا رنگ (سفیدی) باوجود کثرتِ مقدار کے چھپ جائیگا، اور صفراء کا رنگ باوجود قلتِ مقدار کے نمایاں ہو جائیگا، اس لئے، حسبِ فتوائے سلف، اس کو صفراء کے خانہ میں درج کر دیا جائیگا۔

رنگ کے تغیّر سے خِلط کے نام کا بدل جانا

علامہ نفیس کا قول (مرہ صفراء اور صفراء محیہ) :

اسی عقدہ کو علامہ نفیس نے سؤال و جواب کی شکل میں حل کیا ہے، جس سے دیدۂ ہوشمند میں مسئلہ اخلاط کی صرف یہی ایک انفرادی گتھی نہیں سلجھتی، بلکہ اس سے اخلاط کی جماعت بندی کے اصول پر بھی ایک تیز روشنی پڑ جاتی ہے، —— فرماتے ہیں :

حوالہ (۳۷)

سُؤال :-

فَاِنْ قِیْلَ : قد یتغیر البلغم فی لونہٖ بما یخالطہٗ ۔

اگر کہا جائے کہ بلغم کا رنگ گاہے دوسری آمیزشوں سے بدل جایا کرتا ہے (پھر یہ کیونکہ صحیح ہے کہ بلغم کی ساری قسمیں سفید ہی ہیں) ؟

00000104 (3276x5539x2 tiff)

جواب :-

أُجِيبَ بِأَنَّ الْمُتَغَيِّرَ فِي اللَّوْنِ يُعَدُّ مِنْ أَقْسَامِ الْمُخَالِطِ، لَا مِنْ أَقْسَامِ الْبَلْغَمِ، وَلِذٰلِكَ يُعَدُّ الصَّفْرَاءُ الْمُحِّيَّةُ وَالْمِرَّةُ الصَّفْرَاءُ مِنْ أَقْسَامِ الصَّفْرَاءِ، وَإِنْ كَانَ الْبَلْغَمُ فِي كِلَيْهِمَا أَكْثَرَ، لِأَنَّ الشَّيْءَ إِنَّمَا يُنْسَبُ إِلَى مَا هُوَ غَالِبٌ عَلَيْهِ فِي الْحِسِّ ؛

(کلیات نفیسی مع ترجمہ، صفحہ ۹۳)

اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جب کسی خلط کی آمیزش سے بلغم کا رنگ بدل جاتا ہے، تو اسے اسی خلط کے اقسام میں شمار کیا جاتا ہے، جس نے ملکر رنگ کو تبدیل کر دیا ہے، نہ کہ بلغم کے اقسام میں۔ یہی وجہ ہے کہ صفراء محیہ اور مرۂ صفراء کو صفراء کے اقسام میں شمار کیا جاتا ہے، اگرچہ ان دونوں میں صفراء کی نسبت، بلغم کی مقدار زیادہ ہوا کرتی ہے؛ کیونکہ (یہ ایک اصول ہے کہ چیزوں کو کسی طرف منسوب کرنے میں یہ دیکھا جاتا ہے، کہ اُس میں نمایاں طور پر کیا غالب ہے؛) جو چیز نمایاں طور پر اُس میں غالب نظر آتی ہے، اُسی طرف اُسے منسوب کر دیا جاتا ہے ؛

تغیّرِ لون کی اہمیت

اسی سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ قدمائے فن نے علم الاخلاط میں کافی اہمیت اور تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ :—

(۱) استحالہ و تغیر کے نتیجہ میں جس طرح کسی خلط کے ذاتی خواص، کم و بیش، تبدیل ہو جایا کرتے ہیں، اسی طرح اکثر اوقات اس کا اصلی رنگ بھی تبدیل ہو جایا کرتا ہے

(۲) یہ بھی ایک اصول کلی ہے کہ جب کسی خلط کا اصلی رنگ استحالہ و تغیر کے بعد تبدیل ہو جاتا، اور وہ خلط کسی دوسری خلط کے رنگ میں رنگ جاتی ہے، تو اس وقت اس کا اصلی نام بھی بدل جاتا ہے، اور اسے اُسی خلط کا نام مل جاتا ہے، جس خلط کے رنگ میں وہ رنگ گئی ہے ؞

مثلاً ــــــ صفراء کا ذاتی رنگ، اگر کسی استحالہ و تغیر کے بعد، زردی سے سیاہی میں تبدیل ہو جائے، تو اس وقت اس کا نام صفراء کی بجائے "سوداء" ہو جائیگا، اور اس سے جو امراض و عوارض پیدا ہونگے، وہ سوداء کی طرف منسوب ہو کر **امراض سوداویہ، و عوارض سوداویہ** کہلائینگے، مثلاً **یرقان سیاہ** جس کو باشندگان سندھ کے مخصوص رنگ کی طرف نسبت دیکر **یرقان سندھی**[1] بھی کہا جاتا ہے، اور جس میں جلد کا رنگ بجائے زرد ہونے کے "سیاہ" ہو جاتا ہے۔

اسی طرح خون کا طبعی رنگ استحالہ و تغیر کے نتیجہ میں اگر سرخی سے "**سیاھی**" میں تبدیل ہو جائے، تو اس سیاہ چیز کا نام اب خون نہ رہیگا، بلکہ اس کی لاحقہ سیہ روئی اس کی سابقہ سرخروئی کے ساتھ اس کے قدیم مرغوب نام کو بھی چھین لیگی، اور اس کی ظاہری "سیہ فامی" کی وجہ سے اس کا نام اب **سَودَاء** (سیاہ) ہو جائیگا ؞

اخلاط کی تمام خصوصیات کا مقابلہ رنگ سے

مذکورہ بالا بیان کا ماحصل یہ ہے کہ قدماء نے ہر خلط کے متعلق چند خصوصیات

[1] **یرقان سندھی**: اس امر کی ذمہ داری نام رکھنے والے قدماء پر عائد ہوتی ہے، کہ اُنہوں نے خاص طور پر باشندگان سندھ کو اس نام کے لئے کیوں منتخب کیا۔ سندھی حضرات کی خفگی میری طرف مائل نہ ہونی چاہئے۔

00000106 (3354x5562x2 tiff)

بیان کی ہیں، مثلاً :

بلغم کی خصوصیات میں بتایا جاتا ہے کہ :

(۱) اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

(۲) یہ بے بو ہوتا ہے۔

(۳) اس کا مزہ پھیکا، یا اس میں قدرے مٹھاس ہوتی ہے۔

(۴) اس کے قوام میں ایک مخصوص حد تک لزوجت (لیس) پائی جاتی ہے۔

(۵) اس کا مزاج بارد رطب ہوتا ہے۔

اسی طرح خون، صفراء، اور سوداء، کا حال ہے۔ یعنی ہر ایک کے متعلق طب قدیم کی ہر کتاب میں چند طبعی خصوصیات یقیناً لکھی جاتی ہیں۔

نیز متقدمین کی تصریحات سے یہ بھی ثابت ہے کہ :

ان تمام خصوصیات میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے، درانحالیکہ اُس خلط کا وہی قدیم نام قائم رہیگا، ــــــ لیکن اگر اُس خلط کی رنگت میں اس قسم کی تبدیلی آگئی کہ اپنے حدود سے نکل کر دوسری خلط کی حد میں داخل ہوگئی، تو اب اُس خلط کا قدیم نام ہرگز قائم نہ رہیگا۔ چنانچہ

(۱) بلغم (بلغم ہونے کی حالت میں) متعفن اور بد بودار ہو سکتا ہے۔

(۲) یہ مزہ میں ترش، نمکین وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) اس کا قوام بھی بدل[1] سکتا ہے۔

(۴) اس کا مزاج بھی حار یا بس[2] ہو سکتا ہے۔

یعنی ان تمام تغیّرات کے باوجود اُس کا نام بلغم ہی رہیگا،

مگر یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ بلغم ہونے کی حالت میں زرد یا سیاہ، یا سرخ ہو جائے، اور اُس کا نام تبدیل نہ ہو۔

[1] مثلاً بلغم گچاجی میں قوام بہت زیادہ گاڑھا ہو جاتا ہے، اور بلغم مائی میں اعتدال سے زیادہ رقت آ جاتی ہے۔

[2] چنانچہ شیخ الرئیس نے حمیات قانون میں لکھا ہے کہ بلغم کے تعفن سے گاہے تپ محرقہ جیسی گرم خشک بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

چنانچہ جب وہ اپنے اصلی رنگ (سفیدی) کو چھوڑ کر سُرخ ہوجائیگا، تو اب وہ اخلاط چہارگانہ کے چار خانوں میں سے سرخ خانہ میں داخل ہوجائیگا، جس کا نام طب قدیم کی اصطلاح میں خِلط احمر ہے، اور جس کو خون کہا جاتا ہے[1].

اسی طرح جب وہ سفیدی سے سیاہی اختیار کرلیگا، تو اب اخلاط اربعہ کے تاریک خانہ میں داخل ہوجائیگا، جس کا نام خلط اَسوَد اور سوداء ہے، جیسا کہ آگے (بحثِ استحالات میں) بتایا جائیگا کہ گاہے سوداء حسب خیال قدماء، بلغم کے تغیرات و استحالات (احتراق) سے بھی پیدا ہوا کرتا ہے۔

الغرض ہر خلط کی تمام خصوصیات میں محض رنگ ہی کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کی تبدیلی سے خلط کا نام بدل جاتا، اور اپنے خانہ کو چھوڑ کر دوسری خلط کے خانہ میں داخل ہوجاتی ہے.

اس کے خلاف ایک مثال بھی نہیں ملتی

بہت سے مبصرین مسئلہ اخلاط پر تبصرہ کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش کرجاتے ہیں، اور اُنہیں یاد نہیں رہتا کہ

قدمائے فن جب پیشاب میں، پاخانہ میں، ورم اور رسولی میں، بدن کی جلد اور غشاء مخاطی میں، الغرض جہاں کہیں بھی، وہ سیاہی کو پاتے ہیں، تو اُسے وہ سوداء کی طرف منسوب کرتے ہیں، ــــ زردی نظر آتی ہے، تو اُسے وہ صفراء سے وابستہ کرتے ہیں، ــــ سرخی اپنا جلوہ دکھاتی ہے، تو اسے وہ خون کی طرف نسبت دیتے ہیں ــــ سفیدی اگر دکھائی دیتی ہے، تو اِسے وہ بلغم کی طرف منسوب کرتے ہیں.

اس کلیہ کے خلاف، اطباء قدیم کے اقوال میں ایک مثال بھی نہیں ملتی؛

---

[1] یہ آگے آنے والا ہے کہ بدن کی بعض سفید رطوبتیں، تغیرات کے بعد سرخ ہوجاتی ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف متقدمین نے اشارہ کیا ہے کہ بلغم سے خون بن سکتا ہے۔

اس کے برعکس اس کلیہ کی تائید میں ہزاروں جزئیات سے طب قدیم کی تمام کتابیں بھری پڑی ہیں، جس سے علم طب کا ہر مبتدی اور منتہی آگاہ ہے۔

یہ ہیں علم الاخلاط کے بنیادی اصول ــــ اور رطوبات بدن کی اساسی جماعت بندی کا فلسفہ ــــ جس کا استحکام ہر علمی نکتہ چینی کا مقابلہ کر سکتا ہے، اور یہ دعوے کسی طرح آسان نہیں کہ

"بدن انسان کے عندر فلاں رنگ کی رطوبت نہیں پائی جاتی" اور

یا مثلاً ــــ "کسی سیاہ، سفید، یا زرد رطوبت کا وجود کا اثبات بدن میں ثابت نہیں کیا جا سکتا"

وہ وقت قریب ہے، جبکہ ہر رنگ کی رطوبت کا تفصیلی تذکرہ کیا جائیگا، اور سلف کے اسناد و اقوال سے ثابت کیا جائیگا کہ:

"منکرین کی کتابیں جن چیزوں سے کچھ دنوں پہلے انکار کرتی تھیں، اُنہیں چیزوں کا آپ پُرزور دلائل کے ساتھ اقرار کرنے لگی ہیں؛ اور قدماء کے جن مسائل و مسلمات میں پہلے آزادی کے ساتھ سیکڑوں کمزوریاں نکالی جاتی تھیں، آج وہی مسائل و مسلمات، تجربات و مشاہدات کی امداد سے، قوی تر ثابت ہو رہے ہیں!"

باب (۶)

اخلاط کی جماعت بندی

(مُسَلسَل)

اَخلَاط کی جماعت بندی میں رنگ کی اہمیت

اخلاط کا رنگ فضلاتِ بدن میں

ابو سہل مسیحی

علامہ ابو سہل مسیحی کتاب الاستدلال (کتاب ۴۱) میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۳۸)

" بدن انسان تین جسموں سے مرکب ہے:

(۱) اعضاء ——— (۲) ارواح ——— (۳) اخلاط:

00000110 (3511x5513x2 tiff)

(الف) اعضاء کے حالات، ان کے افعال و منافع، اور ان کی ہئیتِ ترکیبی سے معلوم ہوا کرتے ہیں۔
(ب) اخلاط کے حالات اُن فضلات سے معلوم ہوا کرتے ہیں جو بدن سے خارج ہوتے ہیں، خصوصاً اُن فضلات سے، جو قارورہ کے ساتھ خارج ہوا کرتے ہیں۔
(ج) ارواح کے حالات سانس سے معلوم ہوا کرتے ہیں"۔

اصلی عبارت:

والبدن مرکب من ثلثة اجسام: الاعضاء والارواح والاخلاط:
(الف) وحالات الاعضاء تعرف من منافعها ومن هیآتها۔
(ب) وحالات الاخلاط تعرف من الفضول التی تبرز من البدن، خاصتًا بالبول۔
(ج) وحالات الارواح تعرف من النفس۔
(مئۃ مسیحی، کتاب ۴۱، کتاب الاستدلال)

ابو سہل مسیحی کا یہ قول اس موقعہ پر محض اس غرض سے درج کیا گیا ہے کہ "اخلاط کے حالات اُن فضلات سے معلوم ہوا کرتے ہیں، جو بدن سے برآمد ہوتے ہیں"
اب جویائے حقیقت یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ
(۱) کیا چاروں قسم کے اخلاط فضلاتِ بدن کی راہ خارج ہوا کرتے ہیں؟
(۲) اور اگر خارج ہوا کرتے ہیں، تو متقدمین ان کی شناخت میں کس چیز کو اہمیت دیا کرتے ہیں؟
اس سوال کا جواب یہ ہے کہ

00000111 (3268x5514x2 tiff)

قدمائے فن کی لاتمنا ہی اور بے شمار تصریحات سے ان کی تالیفات بھری ہوئی ہیں کہ یہ چاروں اخلاط فضلاتِ بدن کی راہ خارج ہوا کرتے ہیں، اور مختلف خصوصیات سے اپنا جلوہ دکھلاتے ہیں، جن میں سے سب سے نمایاں مظہر ان کا رنگ ہوا کرتا ہے۔

سفید، زرد، سرخ، اور سیاہ، ان چاروں میں سے کوئی بھی ایسا رنگ نہیں ہے، جس کے وجود سے انکار کیا جا سکے۔

نیز اس کا بھی کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے کہ بدن کے کسی فضلہ میں سرخی نمایاں ہو، اور اس کو وہ بلغم یا صفراء کی طرف منسوب کر دیں ——— سفیدی ظاہر ہو، اور اسے وہ سوداء یا خون سے وابستہ کر دیں ——— زردی غالب ہو، اور اسے وہ سوداء، بلغم، یا خون سے نسبت دیدیں ——— سیاہی نمودار ہو، اور اسے وہ صفراء یا بلغم سے متعلق کر دیں۔

اس بارہ میں قدماء فن نے ایک اصول کلی مقرر کر دیا ہے کہ
جہاں کہیں بھی سرخی نمودار ہو، وہ خون کی وجہ سے ہے۔
زردی نمودار ہو، وہ صفراء کی وجہ سے ہے۔
سیاہی نمودار ہو، وہ سوداء کی وجہ سے ہے۔
سفیدی نمودار ہو، وہ بلغم کی وجہ سے ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اخلاط بدن کی تقسیم اور جماعت بندی میں قدماء نے ان کے رنگ کو سامنے رکھ لیا ہے۔ پھر یہ رنگ جس جگہ بھی نمودار ہو، بدن کی کسی ساخت میں، یا کسی فضلہ میں، اسے وہ انہیں چاروں اخلاط میں سے کسی ایک خلط کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں ؛

اس کلی دعوے کے ثبوت کے طور پر بے شمار میں سے محض چند اقوال درج کئے جاتے ہیں ؛

00000112 (3281x5739x2 tiff)

الوانِ چہارگانہ اور غلبۂ اخلاط (ابو سہل مسیحی)

حوالہ (۳۹)

علاماتِ غلبۂ اخلاط کے ذیل میں ابو سہل مسیحی فرماتے ہیں:

"(۱) علامات غلبۂ خون: (بدنی ساخت کے) رنگ کا سرخ ہونا.... ......قارورہ کا سرخ اور غلیظ ہونا" (یہ غلظت اضافی ہے، صفراء کے لحاظ سے)"۔

"(۲) علامات غلبۂ بلغم: (بدنی ساخت کے) رنگ کا سفید ہونا..... ....قارورہ کا سفید ہونا"۔

"(۳) علامات غلبۂ صفراء: (بدنی ساخت کے) رنگ کا....... زرد ہونا....... قارورہ کے رنگ کا ناری ہونا (آگ جیسا ہونا)، اور اس کا (بہ مقابلہ خون کے) رقیق ہونا، آنکھ کی سفیدی کا زرد ہونا"۔

"(۴) علامات غلبۂ سوداء: (بدنی ساخت کے) رنگ کا میلا اور کالا ہونا اور قارورہ کا سیاہ ہونا، یا سرخی مائل سیاہ ہونا، یا سبزی مائل ہونا"۔

اصلی عبارت:

وعلامات غلبۃ الدم حمرۃ اللون....... والبول الاحمر الغلیظ۔

وعلامات غلبۃ البلغم بیاض اللون........ وبیاض القارورۃ۔

وعلامات غلبۃ الصفراء صفرۃ اللون.......... والبول الناری الرقیق وصفرۃ بیاض العین۔

وعلامات غلبۃ السوداء...... کمودۃ فی اللون و

00000113 (3339x5490x2 tiff)

سوادہ والبول الاسود والاحمر الکمد والذی یضرب الی الخضرۃ۔

(کتاب علامات الامتلاءات و غلبۃ الاخلاط، کتاب ۴۲، مئۃ مسیحی)

بخوف طوالت یہاں اُس مفصل قول کا مختصر اقتباس درج کیا گیا ہے، جس میں ہر خلط کی غلبہ کی جملہ علامتیں بیان کی گئی ہیں، اور جس کو " علامات غلبۂ اخلاط کے باب" میں بتمامہ درج کیا جائیگا۔

اخلاط چہارگانہ کا رنگ قارورہ میں
ابوسہل مسیحی

ابوسہل مسیحی کا جو قول اوپر نقل کیا گیا ہے، اس میں اس نے دعوے کیا ہے کہ

" اخلاط کے حالات اُن فضلات سے معلوم ہوا کرتے ہیں، جو بدن سے خارج ہوتے ہیں؛ خصوصاً اُن فضلات سے جو پیشاب کے ساتھ برآمد ہوتے ہیں"۔ چنانچہ قارورہ کے بیان میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۴۰)

" قارورہ کی مائیت کا رنگ گاہے سفید ہوتا ہے — گاہے اُترج (کھٹے) کے رنگ پر زرد — گاہے آگ کے رنگ پر زرد سرخی کے درمیان — گاہے اس سے زیادہ سرخ زعفران کی پتی (زعفران کے گچھے) کے رنگ پر (زعفرانی رنگ) — گاہے خون کے رنگ پر احمر قانی (کلیجی کا رنگ) — گاہے سیاہ؛ اُسی خون کے رنگ پر جو سیاہی مائل ہو گیا ہو"۔

اس کے بعد بتاتے ہیں کہ کون سا رنگ کس خلط کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے:

"**سفید رنگ**: اس کی وجہ (۱) یا یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ صفراء کا کوئی جزء نہ مل سکا، جو اسے (طبعاً) رنگین بنا دیا کرتا ہے۔
(۲) یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کثیر مقدار میں بلغم اس کے ساتھ مل جاتا ہے۔
اُترُجی رنگ: اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ پیشاب کی مائیت کے ساتھ تھوڑا سا صفراء مل جاتا ہے۔
ناری رنگ: اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ مائیت کے ساتھ زیادہ مقدار میں صفراء مل جاتا ہے —— یہی حال **زعفرانی رنگ** کا بھی ہے۔
احمر قانی (شدید سرخ؛ گہرا سرخ) خون کی آمیزش سے حاصل ہوتا ہے۔
سیاہ رنگ یا اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ (صفراء میں) شدید احتراق لاحق ہو جاتا ہے؛ یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ سوداء مل جاتا ہے"

ابو سہل مسیحی کی اصلی عبارت

ولون المائیة إمّا ابیض، و إمّا اصفر علی لون الاترج، واما بین الصفرة والحمرة علی لون النار، واما اکثر من هذا احمرةً علی لون شعر الزعفران، واما احمر قانی علی لون الدم، واما اسود علی لون الدم الذی یضرب الی السواد.
واللون الابیض یکون إما لانه لم یختلط بالبول شئی من الصفراء التی تصبغه، واما لان بلغماً کثیراً قد اختلط به.
والاترجی یکون من اختلاط صفراء یسیرة به.
والناری یکون من اختلاط صفراء کثیرة به. وکذلک الزعفرانی.
والاحمر القانی یکون من اختلاط الدم به.

والاسود یکون إمّا من احتراق شدید، وإمّا من اختلاط سوداء بہ.

(صفحہ ۱۷۲۔ کتاب البول، کتاب ۴۶ ۔ مئۃ مسیحی)

قارورہ کی سیاہی اور احتراق

ابوسہل مسیحی نے قارورہ کی سیاہی کے اسباب میں دو چیزیں بیان کی ہیں:

(الف) احتراق شدید.

(ب) سوداء کی آمیزش.

یہاں احتراق شدید سے کس مادّہ کا احتراق مراد ہے، جو قارورہ میں سیاہی پیدا کر دیتا ہے؟

اس سوال کی تحقیق کے لئے ہمیں دوسرے محققین کے اقوال سے اس موقعہ پر امداد لینی چاہیئے، جس سے ابوسہل مسیحی کے مجمل قول کی شرح و تفصیل حاصل ہو.

قارورہ کی سیاہی اور شیخ الرئیس

چنانچہ شیخ الرئیس فرماتے ہیں:

سیاہ قارورہ کے درجات

حوالہ (۴۱)

(۱) وہ سیاہ قارورہ جو زعفرانیت، یعنی زردی کے بعد حاصل ہوا ہو، جیسا کہ یرقان میں ہوا کرتا ہے. یہ اس امر کو بتاتا ہے کہ صفراء جل کر (احتراق پاکر) کثیف ہو گیا ہے، نہیں، بلکہ صفراء جل کر (احتراق پاکر) سوداء بن گیا ہے. اور اگر یرقان کے نمودار ہونے سے پہلے ایسا قارورہ ظاہر ہو تو یرقان کے

نمودار ہونے کی خبر دیگا۔

(۲) وہ سیاہ قارورہ، جو قتمت[1] (سرخی) کے بعد حاصل ہوا ہو۔ یہ سوداء دموی کی خبر دیتا ہے (جو خون کے تغیر و فساد سے لاحق ہوتا ہے)۔

(۳) وہ سیاہ قارورہ، جو سبزی یا نیلجیت (نیلا پن) کے بعد پیدا ہوا ہو۔ یہ خالص سوداء کی علامت ہے۔

اصلی عبارت:

واما طبقات البول الاسود

(۱) فمنه اسود سالک الی السواد من طریق الزعفرانیة، کما فی الیرقان، ویدل علی تکاثف الصفراء واحتراقها، بل علی السوداء الحادثة من الصفراء، وعلی الیرقان۔

(۲) ومنه اسود آخذ من القتمة، ویدل علی السوداء الدمویة۔

(۳) واسود آخر آخذ من الخضرة والنیلجیة، ویدل علی السوداء الصرف۔

(کلیات قانون شیخ ج صفحہ ۵۹۳ مطبوعہ دفتر المسیح)

شیخ الرئیس کے اس قول میں "احتراق" کا لفظ یہاں صفراء کے ساتھ بولا گیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کیا صفراء کے احتراق سے کوئی سیاہ چیز پیدا ہو سکتی ہے، جس سے قارورہ میں سیاہی حاصل ہو جائے؟

[1] قُتْمَت: کلیجی جیسی سرخی۔ لونٌ فیہ غُبْرَةٌ وحمرةٌ (منجد)

00000117 (3488x5546x2 tiff)

اس کا جواب یہ ہے کہ "بحث استحالہ" میں پوری شرح و تفصیل کے ساتھ آنے والا ہے کہ صفراء کے تغیرات سے (جس کو اس موقعہ پر احتراق کہا گیا ہے)، سیاہ چیز (سوداء) پیدا ہوسکتی ہے، اور یہ کہ یرقان زرد بعض اوقات یرقان سیاہ (بلیک جانڈس) میں اسی طرح تبدیل ہوجاتا ہے، خاصکر مزمن صورتوں میں۔

اسی طرف شیخ الرئیس نے اشارہ کیا ہے کہ

"سیاہ قارورہ کے درجات میں سے ایک وہ سیاہ قارورہ ہے، جس میں پہلے زردی ہوا کرتی ہے؛ جو اس امر کو بتاتا ہے کہ صفراء میں احتراق وتکاثف لاحق ہوگیا ہے، اور احتراق و تغیر سے صفراء سوداء بن گیا ہے (جس کو سوداء صفراوی کہا جاتا ہے)"

الغرض قارورہ کی سیاہی کے اسباب، حسب تصریح علامہ مسیحی، دو ہیں:

(۱) احتراق شدید، جس سے مراد صفراء یا خون کا احتراق ہے، اور جس کی علامت (بقول شیخ) یہ ہے کہ قارورہ میں زردی یا سرخی کے بعد سیاہی نمودار ہوئی ہوگی؛

یا اس سے مراد محض صفراء کا احتراق ہے، جس کی علامت (بقول علاءالدین قرشی) یہ ہے کہ قارورہ میں سیاہی کے ساتھ قدرے زردی کی بھی جھلک پائی جائے گی۔

(۲) سوداء کی آمیزش، یعنی معمولی خالص سوداء کی آمیزش۔ ایسے قارورہ میں سیاہی کے ساتھ زردی کی جھلک نہ ہوگی، اور نہ قارورہ میں پہلے زردی، یا سرخی نمودار ہوئی ہوگی؛

علامہ علاءالدین قرشی فرماتے ہیں:

حوالہ (۴۲)

(۴) "سیاہ قارورہ: کبھی (غلبۂ حرارت اور صفراء کے) احتراق سے پیدا ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ زردی ہو، اور اس سے پہلے قارورہ

میں تیز بو رہی ہو ....

" گاہے سیاہ قارورہ اس وجہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوداوی مادّہ حرکت میں آجاتا ہے (اور وہ پیشاب کی راہ خارج ہوتا ہے) جیسا کہ سوداوی امراض کے بحران میں ہوا کرتا ہے " ... .

اصلی عبارت :

ورابعها الاسود ــ وهو قد يكون إما لفرط الاحتراق، ان كان معه صفرة وتقدمته قوة رائحة .... او لحركة مادة سوداوية كما في البحران .

(بحث بول، موجز القانون)

حاصل کلام یہ ہے کہ بہر صورت قارورہ میں سیاہی سوداء سے حاصل ہوا کرتی ہے، خواہ وہ سوداء معمولی ہو، اور کسی سوداوی مرض کے سلسلہ میں پہلے سے مجتمع ہو، یا وہ اسی دوران میں کسی دوسرے مادّہ کے احتراق و تغیر سے پیدا ہو گیا ہو۔

اخلاط اربعہ سے الوان اربعہ

ابوالحسن ربن طبری کا پہلا قول

بدن کا رنگ : انسان کے بدن کا رنگ سفید، سرخ، زرد، اور سیاہ کیوں ہوتا ہے؟ اس کی توجیہ و تعلیل میں ابوالحسن ربن طبری، استاذ زکریا رازی، لکھتے ہیں :۔

00000119 (3295x5503x2 tiff)

حوالہ (۴۳)

" بدن انسان کے مختلف رنگ کے اسباب کیا ہیں ؟ اس کے حقیقی اسباب یہ ہیں کہ جنین کی پیدائش کے وقت چاروں مزاجات[ل] (اخلاط) میں سے جو خلط غالب ہوتی ہے، اور جو ظاہر بدن (جلد) کی طرف انصباب پاتی ہے، اُس کے رنگ سے بدن رنگین ہو جاتا ہے .

" چنانچہ جس شخص پر صفراء غالب ہوتا ہے، وہ زرد ہوتا ہے ؛

" اور جس شخص پر سوداء غالب ہوتا ہے، وہ سیاہ ہو جاتا ہے .

" اسی طرح خون اور بلغم اپنے اپنے رنگ میں جسم کو رنگ دیا کرتے ہیں "

واما علل الالوان فانما هی انصباغ البدن بما یغلب علیه وینصب الی ظاهره من المزاجات الاربعة عند[ن] کون الجنین . الاخلاط ۱۲

فمن غلبت علیه الصفراء کان مصفرًّا ،

ومن غلبت علیه السوداء کان مسودًّا ،

وکذلک الدم والبلغم یصبغان علی الوانهما .

(ص ۱۵ - فردوس الحکمة)

ل مزاجات اربعہ : ابوالحسن ربن طبری اُس دور کے مؤلفین میں ہوا ہیں، جن کے زمانہ میں علمی اصطلاحات ایک ڈھنگ پر آ کر قائم نہیں ہوئے تھے . چنانچہ ان کے دور میں اخلاط کو مزاجات کہا جاتا تھا، جیسا کہ اسی کلام میں آگے چل کر سوداء، صفراء، بلغم، اور خون کا نام لیکر اس کو واضح فرما رہے ہیں (اگرچہ خلط اور مزاج، دونوں کے معنے آمیزش کے ہیں)

ن ہذا فی نسخة بریطانیه - اما فی نسخة برلن ، فهو هکذا :

عند انصباب الزرع فی الرحم وبما یغلب علی الجنین من مزاج الاغذیة لانه سبب خفیف "

00000120 (3668x5546x2 tiff)

ابو الحسن رَبَّن طبری کا دوسرا قول

اَلوان چہارگانہ اخلاط چہارگانہ سے

ابوالحسن رَبَّن طبری (صاحب فردوس الحکمت)
بحث قارورہ میں "رنگ بول" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حوالہ (۴۴)

"رہا قارورہ کا رنگ، تو پہلا رنگ سفید ہے — پھر زرد — پھر ناری (آتشی رنگ) — پھر بھورا (اَشقر) — اس کے بعد سُرخ (احمر) (جس سے مراد "احمر ناصع" شوخ سرخ (احمر زعفرانی ہے) — اس کے بعد احمر قانی (کلیجی کا رنگ) — سیاہ (اَسوَد) — رَصاصی — آسمانی (اسمانجونی) — قَیحی (کچ لہو کا رنگ) — گدھے کے پیشاب کے مشابہ — اور جلاء صاغنا[1] کے مشابہ (؟)"

قارورہ کے اِن اَلوان کی تفصیل کے بعد فاضل موصوف اب ان کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہیں:—

"یہ سارے الوان چاروں مزاجات (چاروں اخلاط) ہی سے پیدا ہوتے ہیں"

"ان رنگوں میں سے پہلا درجہ سفیدی کا ہے، اور آخری درجہ سیاہی کا"

"قارورہ میں سفیدی ہی کے حاصل ہونے کا ذریعہ وحید محض خلط بارد (بلغم) ہے"

---

[1] جلاءِ صاغنا (؟) تحقیق طلب ہے۔ لغت میں اس کا پتہ نہ چل سکا، صرف اسقدر معلوم ہو سکا ایک سفوف ہوا کرتا تھا جس سے قدیم زمانہ میں سُنار سونے کو جلا بخشا کرتے تھے۔

00000121 (3282x5615x2 tiff)

اور سیاہی کے حصول کا ذریعہ محض خون کا احتراق ہے (جس سے خون بدل کر سیاہ ہو جاتا ہے، اور اسی قسم کے بدلے ہوئے سیاہ مادّہ کو سوداء کہا جاتا ہے)، کیونکہ خون میں جو رطوبت ہوتی ہے، جب وہ جل جاتی ہے (متغیر ہو جاتی ہے) تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے۔"

احتراقِ خون سے سیاہی کا حاصل ہونا:

"احتراق" سے کیا مراد ہے، اور خون کے احتراق سے آیا سیاہی حاصل ہو سکتی ہے، اس کا تفصیلی بیان "باب استحالہ" میں آنے والا ہے۔
اس موقعہ پر اجمالاً محض اس قدر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ احتراق سے مراد تغیر و فساد ہے، جس کو موجودہ اصطلاحات میں کیمیاوی تغیر کہا جاتا ہے۔
اطباء کی عادت ہے کہ اس قسم کے غیر طبعی تغیر کو، جو مرضی حالات اور غیر طبعی کیفیات کی صورت میں رونما ہوا کرتا ہے، لفظ اِحتراق (جل جانے) سے یاد کیا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں علوم جدیدہ کے مسلمات سے یہ صادق ہے کہ "جلنا" بھی ایک قسم کا کیمیاوی تغیر ہی ہے، جس سے انکار کی مجال نہیں۔

اس کے بعد فاضل موصوف بہ تسلسل دوسرے الوان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حوالہ (۴۵)

"قارورہ میں زردی آنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ تھوڑا سا مرہ صفراء (صفراء ضعیفہ) مل جاتا ہے؛ اور ناریت (آتشی رنگ) اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب اس سے زیادہ صفراء مل جاتا ہے (صفراء قوی)؛ اسی طرح قارورہ میں شوخ سرخی (زعفرانی سرخی) اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ صفراء قوی زیادہ مقدار میں مل جاتا ہے، جیسا کہ اس قسم کی سرخی اس وقت نمودار

ہوتی ہے، جب تر لکڑی جلا کرتی ہے۔"

"قارورہ میں بھورا رنگ (اَشقر) صفراء ناریہ سے حاصل ہوا کرتا ہے، جو پہلے سے زیادہ قوی ہوتا ہے، اور جلاء صاغہ کے مشابہ کمزور صفراء سے پیدا ہوتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کا قارورہ سفید ہوتا ہے، جس کے ساتھ ہلکی زردی ملی ہوئی ہو"

"باقی سارے رنگ انہی الوان کی باہمی آمیزش سے حاصل ہوا کرتے ہیں"

اصلی عبارت:

واما اللون فاوله الابیض، ثم الاصفر، ثم الناری، ثم الاشقر، ومن بعد ذلک الاحمر والقانی والاسود، والرصاصی، والاسمانجونی والقیحی، والشبیہ ببول الحمیر، والشبیہ بجلاء[1] الصاغة.

وهذه الالوان کلها انما تتلون من المزاجات الاربعة:

فاولها البیاض وآخرها السواد.

وانما یبیض البول من خلط بارد، ویسود من احتراق الدم، لانه اذا احترق ما فیه من الرطوبة اسودّ.

وانما یصفر من مِرّة صفراء ضعیفة، ویکون الناری من صفراء اقوی من الاولی، فینصبغ الاحمر

---

[1] جلاء الصاغة: ؟

من صفراء قوية كثيرة كما يعرض من النار اذا التهب في حطب رطب.

وينصبغ الاشقر من صفراء نارية اقوى من الاولى، وينصبغ الشبيه بجلاء الصاغة من صفراء ضعيفة، ولذلك يكون هذا البول ابيض في صفرة رقيقة.

ويتركب سائر الالوان كلها من امتزاج بعضها ببعضٍ. (صفحہ ۲۲۹ ۔ فردوس الحکمت)

ایک وہم کا ازالہ

سوال: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابوالحسن ربّن طبری کی اصلی عبارت کے پہلے جزو میں جس میں الوان قارورہ کے نام گنائے گئے ہیں، اشقر کے بعد اَحْمَر کا لفظ ہے، اور اس کے بعد قانی کا؛ اور یہ ظاہر ہے کہ احمر کا ترجمہ محض "سرخ" ہے، نہ کہ "شوخ سرخ" اور "سرخ زعفرانی"۔ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہاں "سرخ" سے "سرخ زعفرانی" مراد ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں اَحْمَر کا لفظ قانی کے مقابلہ میں لایا گیا ہے، اور قانی بھی سرخ ہی ہوا کرتا ہے، اور اکثر اوقات اس کو احمر قانی ہی کہا جاتا ہے۔ لیکن احمر قانی میں شدید اور گہری سرخی ہوتی ہے۔ الغرض جب مقابلۃً ایک مخصوص سرخی کا ذکر واضح طور پر کر دیا گیا، تو اب صاف ظاہر ہے کہ دوسرا عام لفظ، جو بلا کسی قید کے بولا گیا ہے، اس سے خاص ہی معنے مراد لئے جا سکتے ہیں، اور وہ اس موقعہ پر بقرینہ سیاق وسباق احمر ناصع (احمر زعفرانی) ہی ہو سکتا ہے: جو زردی کے مدارج میں داخل ہے، اور جس کا سبب صفراء ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ شیخ الرئیس زردی کے درجات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حوالہ (۴۶)

"زردی کے درجات"

" قارورہ کی زردی مندرجۂ ذیل مدارج میں منقسم ہے:

" (۱) بَوْل تِبْنِیّ (تِبْن: بھوسہ) (تبنی قارورہ کا رنگ اُس پانی کے مشابہ ہوتا ہے، جس میں بھوسہ بھگو دیا گیا ہو۔ اس میں ہلکی سی زردی ہوتی ہے)"

" (۲) بَوْل اُتْرُجی (اُتْرُج: ترنج، کھٹہ (پوست ترنج کے مانند زرد)"

" (۳) بَوْل اَشْقَر (بھورا: زردی سے سرخی مائل)"

" (۴) بول اصفر نارنجی (نارنج: نارنگی) (نارنگی کے پوست کے مانند زرد سرخی آمیز)"

" (۵) بَوْل ناری (نار: آگ) جس کا رنگ زعفران کے رنگ سے مشابہ ہوتا ہے (یعنی اُس پانی سے مشابہ ہوتا ہے، جس میں زعفران گھول لیا گیا ہو)۔ اسی کو اصفر مُشْبَع (بھرپور پیلا) بھی کہا جاتا ہے"

" (۶) بول زعفرانی، جس کا رنگ زعفران کے ریشوں کے مانند ہوتا ہے، اور جس کو احمر ناصع (شوخ سرخ) کہا جاتا ہے"

" اُترجی کے بعد تمام قسمیں حرارت پر دلالت کرتی ہیں جن میں درجات کے لحاظ سے اختلاف ہے (یعنی جس ترتیب سے وہ بیان میں آگے بڑھتے چلے گئے ہیں، اسی ترتیب سے اُن میں حرارت بھی بڑھتی چلی گئی ہے)۔

اس کے بعد شیخ الرئیس نے سرخی کے درجات (طبقات حمرت) بیان کیے ہیں:

حوالہ (۴۷)

"سرخی کے درجات"

" زردی کے مذکورہ درجات (طبقات) کے بعد "سرخی کے درجات" ہیں

(جو تعداد میں چار ہیں) :

"(۱) اَصْهَبْ (پیازی)"

"(۲) وَرْدِی (گلابی)"

"(۳) احمر قانی[1] (گہرا سرخ)"

"(۴) اَحْمَر اَقْتَم (سرخ سیاہی مائل)"

"یہ سب قسمیں غلبۂ خون پر دلالت کرتی ہیں"۔

اس کے بعد شیخ الرئیس زرد اور سرخ طبقات کے درمیان مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"قارورہ میں جب کبھی زعفرانیت (شوخ زردی) نمودار ہو، تو سمجھنا چاہیئے کہ صفرا غالب ہے، اور جب کبھی قتمت (سیاہی مائل سرخی) نمودار ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ خون غالب ہے۔

اصلی عبارت :

(طبقات الصفرة)

من الوان البول طبقات الصفرة كالتبنى — ثم الاترجى — ثم الاشقر — ثم الاصفر النارنجى — ثم النارى الذى يشبه صبغ الزعفران وهو الاصفر المشبع.

ثم الزعفرانى الذى يشبه شعره، وهذا هو الذى يقال له الاحمر الناصع.

[1] صاحب بحر کے نسخہ میں "احمر قانیٔ" ای شديد الحمرة ۔

واما بعد الاترجی فکلہ یدل علی الحرارۃ و یختلف
بحسب درجاتہا ......

(طبقات الحمرۃ)

وبعد ھذہ الطبقات المذکورۃ طبقات الحمرۃ
کالاصہب — والوردی — والاحمر القانی —
والاحمر الاقتم.

وکلہا یدل علی غلبۃ الدم.

وکلما ضربت الی الزعفرانیۃ فان الاغلب
ھو المرۃ، وکلما ضربت الی القتمۃ فالدم اغلب ÷

(صفحہ ۵۸۰ — ۵۸۸ — ۵۸۹ قانون شیخ مطبوعہ دفتر ایچ)

شیخ کی اس صراحت سے ظاہر ہے کہ

(۱) لونِ زعفرانی کو احمر ناصع بھی کہا جاتا ہے، جس کا اردو ترجمہ "شوخ سرخ" ہے۔

(۲) لونِ زعفرانی دراصل زردی کے طبقات میں داخل ہے، اور یہ غلبۂ صفراء پر دلالت کرتا ہے۔

الغرض اسی وجہ سے ربّن طبری کے قول میں تصریح کی گئی کہ "یہاں "سرخ" سے مراد "شوخ سرخ" ہے"، جس کو احمر زعفرانی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ آگے چلکر علامہ موصوف نے اس کی علت میں صفراء کا تذکرہ کیا ہے، نہ کہ خون کا۔ اور صفراء سے جو سرخی حاصل ہوا کرتی ہے، وہ یہی زعفرانی سرخی ہے، نہ کہ گہری سرخی، جس کو احمر قانی کہا جاتا ہے ÷

مسلمات جدیدہ سے تقابل

آگے چل کر "صفراء کے باب" میں بتفصیل بتایا جائیگا کہ جدید منافع الاعضاء تسلیم کرتا ہے کہ صفراء کے الوان میں سے سنہری قسم کا ایک سرخ رنگ بھی ہے، چنانچہ جو صفراء بائلی روبین[1] (صفراء سرخ : حُمرتِ صفراویہ) پر مشتمل ہوتا ہے، اس میں گولڈن کلر (سنہرا رنگ : لَون ذہبی[2]) یا آرنج یلو کلر (لون نارنجی اَصفَر : نارنجی زرد رنگ) نمودار ہوتا ہے ۔

اسی چمکیلے سنہرے رنگ کو شیخ الرئیس نے احمر زعفرانی اور احمر ناصع (شوخ سرخ) کی اصطلاحات سے اس موقعہ پر یاد کیا ہے، جس کے تسلیم کرنے میں نہ کوئی قباحت ہے، اور نہ کسی قسم کی ذہنی پیچیدگی ۔

علامہ برہان الدین نفیس بحث صفراء میں احمر ناصع کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں :

"احمر ناصع اور اصفر زعفرانی دونوں ایک ہیں" (نفیس)

حوالہ (۴۸)

{صفراء طبعی کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ احمر ناصع ہوتا ہے} احمر ناصع (شوخ سرخ) یعنی زعفران کی پتی کی طرح خالص سرخ، جس میں قدرے زردی ہو۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے احمر ناصع کو "زرد" (اَصفَر) کہا ہے (جیسا کہ خود لفظ صَفراء اس کا شاہد ہے، جس کے معنے زرد کے ہیں)، کیونکہ احمر ناصع بعینہ وہی رنگ ہے، جس کو زرد زعفرانی کہا جاتا ہے "

{والطبعی منها احمر ناصع} ای خالص الحمرة بحیث یضرب الی الصفرة کشعر الزعفران، ولذا قال

---

[1] بائلی روبین Bilirubin جس کا ترجمہ حُمرۃ الصفراء (صفراء کی سرخی) ہے ۔

[2] لَونِ ذہبی، یا، لون نارنجی اَصفَر Golden or Orange-yellow Colour

بعضھم انہ اصفر، فان الاحمر الناصع ھو بعینہ
الاصفر الزعفرانی "

(صفحہ ۹۷-۹۸ - ترجمہ وشرح کلیاتِ نفیسی، مطبوعہ فرانسیس)

جہان میں بنیادی رنگ چار ہیں

طبعیات کا ایک اہم مسئلہ

ابوالحسن ربّن طبری " الوان بول " کا تذکرہ کرتے ہوئے اور انہیں چاروں رنگ کے اخلاط کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حوالہ (۴۹)

" اسی طرح (یعنی قارورہ کے الوان کی طرح) سارے عالم میں بنیادی رنگ محض چار ہیں (سفیدی، زردی، سرخی، اور سیاہی[1]) اور اسی چار الوان سے جہان کے سارے رنگ ترکیب پاتے، اور ان کی باہمی آمیزش سے اپنی اپنی مخصوص جھلک دکھلاتے ہیں "

" اور تمام الوان کے دونوں کنارے (یا، دونوں آخری سرے) سیاہی اور سفیدی ہیں "

" پھر سفیدی کی تین قسمیں ہیں : (۱) گہری سفیدی (شدید البیاض) +
(۲) ہلکی سفیدی (قلیل البیاض) +
(۳) درمیانی درجہ کی سفیدی (معتدل البیاض) +

" اسی طرح تمام الوان میں یہ تین قسمیں (تین درجات) پائی جاتی ہیں "

---

[1] سیاہی : عربی میں سواد کا لفظ، جس کے معنے سیاہی کے ہیں، بہت وسیع مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے، جس میں نیلا بھی شامل ہے .

اصلی عبارت

وکذلک اوائل الالوان کلها فی العالم اربعة، ومن تلک الاربعة الالوان یترکب ویمتزج کل لونٍ وکل صبغ فی العالم.

وطرفا الالوان کلها السواد والبیاض.

فاما البیاض فینقسم ثلثة اقسام: اما شدید البیاض واما قلیل البیاض، واما معتدل البیاض، کذلک سائر الالوان، فان لہا ھذہ الاقسام الثلثة ٭

(صفحہ ۳۴۹ ۔ فردوس الحکمت)

یہ قدیم نظریہ کہ بنیادی رنگ چار ہیں: سفیدی، زردی، سرخی اور سیاہی' اس جدید نظریہ سے بہت مشابہ ہے کہ بنیادی رنگ تین ہیں: زردی، سرخی' اور نیلاہٹ'، —— نہیں —— بلکہ یہ قدیم نظریہ اس جدید نظریہ کی اصل و بنیاد ہے، جس میں اس وقت صرف اسقدر ترمیم نظر آتی ہے کہ سفید رنگ کو بنیادی عناصر سے الگ ہٹا دیا گیا ہے' —— لیکن یہ سوال کہ آیندہ کیا ہوگا، اور یہ جدید نظریہ دوسرے جدید تر نظریہ میں کون سا قالب اختیار کریگا، اس کا بہتر علم دانائے راز کو ہے!—— بہت ممکن ہے۔ جیسا کہ ہم بہت سی دوسری مثالوں میں دیکھ رہے ہیں، کہ چندروز کے بعد وہی قدیم نظریہ جدید قالب میں ڈھل کر دنیائے علم و حکمت میں اشاعت پانے لگ جائے ٭ ٭

یہ قول اس موقعہ پر محض یہ بتانے کے لئے نقل کیا گیا ہے کہ علم الالوان میں قدما کن سرحدوں کو عبور کر چکے تھے، اور کن مراحل تک اُن کے عقول کی پرواز پہونچ چکی تھی۔ نیز یہ کہ علم الاخلاط کو اَلوانِ چہارگانہ سے کتنا گہرا تعلق ہے، جس کی بنا پر جملہ اخلاطِ بدن کو چار گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔

ابوالحسن ربّن طبری کا تیسرا قول

الوانِ بدن کا تعلق اخلاط سے

بالوں کی سیاہی اور سفیدی (شَیْب : بالوں کا سفید ہوجانا) کے احکام بتاتے ہوئے رَبّن طبری پہلے ارسطو (ارسطوطیلس) کے اقوال نقل کرتے ہیں، اس کے بعد اپنا خیال، جسے وہ پسند فرماتے ہیں، پیش کرتے ہیں، اور جس میں رنگ کا مدار اخلاط کو قرار دیتے ہیں :

حوالہ (۵۰)

" ارسطو کہتا ہے کہ

" شَیْب (بالوں کے سفید ہونے) کی وجہ گاہے جنسیت بھی ہوا کرتی ہے، اور گاہے اس کی وجہ جلد کی رنگت ہوتی ہے، جس طرح بَرص (جلد کی سفیدی) میں جو بال ایسی سفید جلد پر اُگتے ہیں، وہ سفید ہوا کرتے ہیں "

" یہی حال وحوش وطیور کے الوانِ گوناگوں کا ہے "

" اور بعض اوقات ان کے الوان کی علت " جنس " ہوتی ہے، مثلاً طاؤس (مور)، فہد (چیتہ) اور ابن عرس (نیولا)؛ اور بعض اوقات اس کا تعلق چراگاہ اور سرزمین (خاک ، مٹی) سے ہوا کرتا ہے، الغرض ان سب صورتوں سے رنگ متغیر ہوجاتا ہے "

ارسطو کے اس قول کے بعد رَبّن طبری اپنا خیال پیش کرتے ہیں :

حوالہ (۵۱)

" لیکن میرا خیال یہ ہے کہ چوپایوں اور پرندوں کے مختلف رنگ کی وجہ یہ ہے کہ وہ اخلاط جو ان کے نطفوں میں جمع ہوتے ہیں، وہ

00000131 (3492x5720x2 tiff)

ایک دوسرے سے مقابلہ[1] و مدافعت کرتے ہیں، جس طرح آگ اور پانی جب اکٹھے ہوتے، تو باہم مدافعت و مقابلہ کرتے ہیں۔ الغرض اخلاط کی باہمی مدافعت کی وجہ سے ان کی قوتیں بدن کے بیرونی؛ اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں، اور ان اخلاط کے اندازہ کے مطابق، جو جلد کی طرف بہہ کر جاتے ہیں، جلد رنگین ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بعض جلد سیاہ ہو جاتی ہے، اور بعض سفید؛ بعض سرخ ہو جاتی ہے۔ اور بعض زرد +

اس کے بعد الوانِ مرکبہ کے بارہ میں فرماتے ہیں، جو انہی چار بنیادی الوان (سفید، زرد، سرخ، اور سیاہ) کی باہمی آمیزش سے حاصل ہوا کرتے ہیں:

الوانِ مرکبہ

حوالہ (۵۲)

"ان ہی الوان مذکورہ (چہارگانہ) کی باہمی آمیزش سے اتنے الوان حاصل ہوتے ہیں کہ اُن کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اور علم کے دائرہ میں اُسے محدود نہیں کیا جاسکتا"

اصلی عبارت:

وقال ارسطوطیلس،

"ان الشیب یکون ایضاً من الجنس ومن لون الجلد؛ کالبرص الذی یبیض ما ینبت علیہ"

"وکذلک الوان الوحشِ والطیر، وربما کانت

---

[1] یہاں اخلاط کی باہمی مدافعت سے مراد باہمی تعامل (باہم مل کر متاثر ہونا، اور متاثر کرنا) ہے، جس سے ان کے خواص میں کم و بیش تغیر لاحق ہو جایا کرتا ہے۔

00000132 (3294x5612x2 tiff)

علۃ الوانہا من الجنس مثل الطاؤوس والفہد
وابن عرس. وربما کان ذلک من المرعی والتربۃ،
فانہا تتغیر بہا الالوان "۔

واما انا، فانی اظن ان علۃ الوان الدواب والطیر
ان المزاجات التی تجتمع فی زروعہا یدافع
کل مزاج منہا الآخر، کما یدافع الماء النار
اذا اجتمعا، فتنتشر قواہا لذلک فی ظاہر البدن
وباطنہ ویصبغ الجلد بذلک علی قدر ما یجری
الیہ من تلک المزاجات، ویسود بعض الجلد
ویبیض بعض ویحمر بعض ویصفر۔

امتزاج الوان

ویترکب من امتزاج بعضہا ببعض الوان
لا تحصی ولا تحاط بہا علماً۔

(فردوس الحکمت۔ صفحہ ۵۳)

انسانی معلومات کی کوتاہی

یہ تمام خیالات وآراء پیش کرنے کے بعد انسانی ادراک کی کوتاہی پرواز کا
اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں،

حوالہ (۵۳)

" اس بارہ میں، اور دوسرے امور کے بارہ میں، جہاں تک حکمار (فلاسفہ)
کے عقول کی رسائی ہوئی، اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ان میں ابھی ایسی

بہت سی باریکیاں باقی ہیں، جن کو خالقِ کائنات کے سوا، کوئی نہیں جانتا "

"وانما قالت الفلاسفة فی ذالک وغیرہ بقدر ما بلغتہ عقولھم، وبقیت من ذالک دقائق لایعرفھا الا خالقھا"

(صفحہ ۵۳ - فردوس الحکمت)

علامہ ربن طبری کے اس قول کی تائید، جس میں اُس نے علوم انسانی کی بے بسی اور کوتاہی کا تذکرہ کیا ہے، میرے اُس مستقل باب سے ہوگا، جس میں بتاؤنگا کہ علم الاخلاط میں انسان کے معلومات (خواہ وہ کتنا ہی زبردست دعوے کرے، اور خواہ اُس کے پاس موجودہ علم کیمیا کے تمام ذرائع ووسائل اور آلاتِ تجزیہ وخردبین موجود ہوں) کتنے محدود ہیں، اور جتنا اُسے معلوم ہو سکا ہے، وہ کس قدر ناکافی ہے۔

ابوالحسن ربن طبری کا چوتھا قول
خلط غالب کا ثبوت لون سے

امراضِ رحم کے علامات کے ذیل میں " نزف دم " (جس کو کثرتِ حیض اور استحاضہ بھی کہا جاتا ہے) کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس خون میں کونسی خلط غالب ہے، علامہ طبری فرماتے ہیں:

حوالہ (۵۴)

"جو خون رحم سے خارج ہوتا ہے، یہ معلوم کرنے کیلئے کہ رحم پر کس خلط کا غلبہ ہے، اس خارج ہونے والے خون کے رنگ سے رہنمائی حاصل کی جاتی۔

ہے"۔

"جس کا طریقہ یہ ہے کہ فمِ رحم میں کتان کا (یا: ململ کا) ایک پاک صاف خرقہ (پارچہ: ٹکڑا) رکھا جائے، اور رات بھر وہیں چھوڑ دیا جائے۔ پھر (نکال کر) اُسے سایہ میں سُکھایا جائے۔ اگر وہ کپڑا زردی مائل پایا جائے، تو وہ اس امر پر دلالت کرے گا کہ مرض غلبۂ صفرا سے ہے"۔

"اور اگر وہ سفیدی مائل ہو، تو سمجھنا چاہیئے کہ بلغم غالب ہے"۔

"اور اگر وہ سرخی مائل ہو، تو یاد رکھنا چاہیئے کہ خون غالب ہے"۔

اصلی عبارت:

ویستدل من لون الدم الذی یخرج علی المزاج الغالب علی الرحم:

ای الخلط الغالب ۱۲

وذلک ان توضع فی فم الرحم خرقۃ کتان نظیفۃ وتترک لیلۃً ثم تجفف فی الظل، فان وجدتھا الی الصفرۃ دلّ علی ان العلۃ من غلبۃ الصفراء۔

وان کانت الی البیاض فالغالب البلغم۔

وان کانت الی الحمرۃ فالغالب الدم +

(باب ۱۸۔ ص ۲۷۶ فردوس الحکمۃ)

انتباہ:

یہاں تین رنگ اور تین اخلاط کا ذکر آیا، اور چوتھے رنگ اور چوتھی خلط سیاہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ غالباً طباعت یا کتابت کا سہو ہے!

دیدہ ودانستہ سوداسے گریز نہیں کیا گیا ہے؛ اور نہ یہ دعوےٰ کیا جا سکتا ہے کہ "رحم کی راہ جو خون غیر طبعی طور پر خارج ہوا کرتا ہے، اُس میں سیاہی کبھی نہیں پائی جاتی" بلکہ اس کے برعکس یہ صورت بہت عام اور کثیر الوقوع ہے، یعنی اس خون میں غیر معمولی طور پر سیاہی پائی جاتی ہے +

اقوالِ ماسبق کا خلاصہ

اس باب میں ابوسہل مسیحی (استاذ شیخ الرئیس) اور ابوالحسن ربَّن طبری (استاذ محمد بن زکریا الرازی) کے چند اقوال محض نمونہ اور مثال کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں، جیسا کہ شروع باب میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ

عالم میں چار ہی رنگ اصلی اور بنیادی ہیں، سفید، زرد، سرخ، اور سیاہ۔

اسی طرح بدن انسان کے اندر بھی انہی چار الوان کی چار خلطیں پائی جاتی ہیں؛ بقیہ دوسرے رنگ کی رطوبتیں دراصل انہی چار کی باہمی ترکیب و آمیزش سے حاصل ہوا کرتی ہیں؛ سرخ رنگ کی رطوبت کو اصطلاحاً خون کہا جاتا ہے؛ سفید رنگ کی رطوبت کو بلغم — زرد رنگ کی رطوبت کو صفراء — اور سیاہ رنگ کی رطوبت کو سوداء۔

یہی چار رنگ اِن کے وجود و ثبوت کے بہترین گواہ ہیں، خواہ یہ رنگ قارورہ میں نظر آئیں، یا براز کے فضلات میں، یا کہیں اور؛ جنہیں دیکھ کر حکم لگادیا جاتا ہے کہ یہاں صفراء موجود ہے، یا سوداء، وعلےٰ ہذا القیاس۔

باب (۷)

اخلاط کی یہ تقسیم ایک کُلّی تقسیم ہے

چار اخلاط در اصل چار گروہ ہیں

ہر خلط مختلف التعلق اقسام پر مُشتمل ہے

متقدمین اگر قائل ہیں کہ "بدن انسان کے اندر چار رنگ کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں، جن کے چار نام ہیں: بلغم، خون، صفراء، اور سوداء۔" تو اکثر سے ان بزرگوں کی کیا مراد ہے، اور یہ کس قسم کی تقسیم ہے؟

اقوال قدماء کی چھان بین سے اس سوال کا جواب یہ ملتا ہے کہ:

(۱) "یہ تقسیم ایک کلی اور بڑی تقسیم ہے، جس سے بدن کی جملہ بے شمار رطوبتیں چار گروہ میں منقسم ہوگئی ہیں۔"

(۲) "پھر ان چار میں سے ہر گروہ اور ہر قسم کے ذیل میں متعدد قسمیں

اور بھی پائی جاتی ہیں ، یعنی ہر ایک کے ذیل میں مختلف الحقائق اقسام پائی جاتی ہیں۔

اسی وجہ سے ان چاروں اقسام کو اجناس اربعہ کہا جاتا ہے"۔

ان چار اقسام کو چار اجناس کہنا دراصل اس امر کا اعتراف کرنا ہے کہ ہر قسم کے تحت میں مختلف نوعیت و ماہیت کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں، جو ایک دوسرے سے ممتاز خواص اور جداگانہ حقیقت رکھتی ہیں۔

اس قول کی وضاحت یہ ہے کہ "مثلاً بدن انسان کے اندر سفید یا زرد رنگ کی مختلف رطوبتیں، انواع و اقسام کی پائی جاتی ہیں۔ سفید رنگ کی جملہ رطوبات کو ہم خلط ابیض، یا بلغم کے نام سے یاد کرینگے۔ اور زرد رنگ کی جملہ رطوبات کو ہم خلط اصفر یا صفراء کے نام سے پکارینگے۔ — اس کا یہ مدعا ہرگز نہیں ہے کہ سفید رنگ کی جملہ رطوبات، جن کو ہم خلط ابیض، یا بلغم کہینگے، سب کی ماہیت، سب کا مزاج، سب کے ترکیبی عناصر، جس کو عصر جدید کی اصطلاح میں کیمیاوی ترکیب کہا جاتا ہے، یکساں ہو۔

اسی طرح اس کا یہ مدعا نہیں ہے کہ زرد رنگ کی جو رطوبت خون میں پائی جاتی ہے، وہ اس زرد رطوبت کے بالکل مماثل ہو، جو مرارہ کے اندر جمع ہوتی ہے، اور تا مردہ کے اندر جو زرد رطوبات خارج ہوتی ہیں، اُن کی حقیقت و ماہیت کلیتہً اُس زرد رطوبت کے مساوی ہو، جو پاخانہ کے ساتھ خارج ہوتی، اور اُسے رنگین بنایا کرتی ہے۔

یہی حال جملہ سیاہ رطوبات کا، اور جملہ سرخ رطوبات کا ہے +

بلغم و صفراء وغیرہ اسم جنس ہیں

الغرض بلغم، خون، صفراء، اور سوداء، یہ چاروں اسم جنس ہیں، جن کے تحت مختلف انواع پائے جاتے ہیں +

جدید و قدیم، دونوں، تحقیقات اس امر پر صاد کرتی ہیں کہ دو اشخاص کا خون بھی ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہوا کرتا ہے، حتیٰ کہ ایک شخص کا خون اگر

نقل دم کی عملیت کے ذریعہ، پوری صفائی کے ساتھ، دوسرے شخص کے خون میں منتقل کر دیا جاتا ہے، تو بعض اوقات وہ زہر ہلاہل کا کام کرتا ہے، جس سے منقول الیہ کی فوری ہلاکت واقع ہوتی ہے +

اطباء تسلیم کرتے ہیں کہ ہڈیوں کے مفاصل کے اندر ایک سفید لیسدار رطوبت پائی جاتی ہے، جس سے جوڑ چکنے رہتے، اور حرکت کے وقت اس سے، گاڑھے لیسدار تیل کی طرح، سہولت پیدا ہوتی ہے۔

نیز اطباء مانتے ہیں کہ آنتوں کے اندر بھی ایک خاص قسم کی سفید لیسدار رطوبت پائی جاتی ہے، جو آنتوں کی اندرونی سطح پر لتھڑی رہتی ہے، اور جس کو قدیم اصطلاح میں صَمَرُوج الامعاء اور ترصیص الامعاء کہا جاتا ہے +

تمام اغشیۂ مخاطیہ ایک سفید لیسدار رطوبت سے چکنی رہتی ہیں؛ ان جھلیوں میں جب ورم (ورم نزلی) پیدا ہو جاتا ہے، تو اس بلغمی رطوبت کا ترشح بڑھ جاتا ہے: اس قسم کے ورم کو ابو الاطباء بقراط[1] نزلہ کہا کرتا ہے +

الغرض نزلہ، زکام، کھانسی وغیرہ کی صورتوں میں مختلف مخارج بدن سے سفید قسم کی رطوبات خارج ہوا کرتی ہیں، ان سے قدیم اطباء بے خبر نہ تھے۔

اطباء قدیم مشاہدہ و تجربہ سے ثابت کرتے ہیں کہ خون میں سفید لیسدار قسم کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں، جس کا تفصیلی بیان آیندہ آنے والا ہے +

یہ بھی مسلمات قدیمہ سے ہے کہ دماغ جیسے اعضاء کے تغذیہ میں سفید قسم کی رطوبتیں بھی شریک ہوتی ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ بدن کے مختلف مقامات پر سفید قسم کی رطوبات پائی جاتی

---

[1] حوالہ (۵۵) حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: ڈارلینڈ کی امریکن ڈکشنری، لفظ "کٹار" جو نزلہ کا مترادف ہے، یہاں ڈارلینڈ نے نزلہ کی تعریف بقراط کے الفاظ میں کی ہے؛ اور اس قدیم بزرگ کے نام (ہپوکریٹس: ابو قراطیس: بقراط) کا حوالہ دیا ہے +

ہیں، اور اطباء قدیم کی اصطلاح میں سب کو بلغم کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مدّعا ہرگز نہیں ہے کہ سب کی ماہیت ایک ہے، سب ایک ہی مزاج رکھتی ہیں، ایک ہی خواص رکھتی ہیں، اور سب میں عناصر کے اجزاء ایک ہی تناسب سے ملے ہوئے ہیں۔

بلکہ قدمائے فن کے مسلمات کا مدعا یہ ہے کہ بلغم ایک اسم جنس ہے، جس کے تحت میں مختلف الانواع اقسام رطوبات داخل ہیں، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک کی ماہیت اور ترکیبی اجزاء دوسرے سے مطابق ہو، اور ایک کے خواص دوسرے میں لازماً پائے جائیں ✤

ایک شبہہ کا ازالہ

متقدمین کے اصولی مسلمات کے مطابق جب یہ دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ جگر اور مرارہ کے علاوہ صفراء خون میں، پیشاب میں، اور پاخانہ میں بھی پایا جاتا ہے، تو اس پر بعض معترضین یہ شبہہ پیش کرتے ہیں کہ

"چونکہ اُس صفراء کے خواص، جو جگر اور مرارہ میں اکٹھا ہوتا ہے اُس چیز سے جُداگانہ ہیں، جو خون یا پیشاب میں پائی جاتی ہے، اس لئے خون اور پیشاب کی زرد رطوبت کو صفراء نہیں کہا جا سکتا، اور قدماء کا یہ نظریہ ہرگز صادق نہیں ہے کہ خون میں صفراء پایا جاتا ہے"

لیکن اگر مذکورہ بالا وضاحت کو پیش نظر رکھا جائے، تو یہ شبہہ از خود نہایت سہولت سے دور ہو جاتا ہے ✤

یہ اعتراض محض اس بناء پر پیدا ہوا ہے کہ معترض کے نزدیک صفراء ایک مخصوص زرد رطوبت کا نام ہے، جو محض جگر اور مرارہ میں پایا جاتا ہے۔ اس مخصوص رطوبت کی ایک مخصوص ماہیت ہے، مخصوص خواص ہیں، اور اس میں مخصوص قسم کا تناسب اجزاء پایا جاتا ہے۔ یعنی معترض کے نزدیک صفراء کی حیثیت واحد فی النوع کی حیثیت ہے، جس کے تحت مختلف الانواع اشیاء

نہیں آسکتیں *

لیکن قدماء کے نزدیک صفراء ایک اسم جنس ہے، جس کا مفہوم اس سے بہت زیادہ وسیع ہے، اور جس کے تحت جگر اور پتہ والا صفراء بھی داخل ہے، اور اس کے علاوہ بدن کی دوسری رطوبتیں بھی داخل ہیں، بشرطیکہ وہ زرد رنگ رکھتی ہوں، خواہ ایک کے خواص دوسرے سے جُداگانہ ہوں۔

الغرض قدماء کے نزدیک صفراء کی حیثیت واحد فی النوع کی بجائے "واحد فی الجنس" کی ہے، جس کے ماتحت مختلف الانواع رطوبات جمع ہوسکتی ہیں۔

یہ محض نزاعِ لفظی ہے :

حاصل یہ ہے کہ اس شبہہ کی بنا غلط فہمی پر، اور اس کی حیثیت ایک لفظی نزاع کی ہے۔ اگر بحث و گفتگو سے پہلے الفاظ کے معانی، اور اصطلاحات کے حدود، بلحاظ مفہوم و مصداق متعین کرلئے جائیں، تو کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔

اس مقام میں بعض لوگ اس طرح بھی تقریر فرمایا کرتے ہیں :

"صفراء محض اُسی رطوبت کو کہنا چاہئے، جو جگر اور مرارہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ کسی دوسری زرد رطوبت کو، خواہ وہ خون میں پائی جائے یا پیشاب وغیرہ میں، صفراء کہنا غلط ہے ـــــ متقدمین کو کیا حق ہے کہ صفراء کے مفہوم کو اتنا وسیع کردیں کہ جہاں بھی زرد رطوبت موجود ہو، وہاں یہ لفظ صادق آئے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ

"الفاظ و اصطلاحات پر کسی فرد قوم کا اجارہ نہیں ہے۔ آپ صرف اپنا مسلمہ اور اپنا ذاتی عقیدہ پیش کرسکتے ہیں، لیکن متقدمین کے وضع کئے ہوئے مفہوم پر "غلط ہونے" کا فتوے صادر نہیں کرسکتے۔ علاوہ ازیں متقدمین کی طرف سے، معترضین کو مخاطب کرکے اُن کا وکیل الزاماً یہ کہہ سکتا ہے کہ"

آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ صفراء کے وسیع مفہوم کو اتنا تنگ کر دیں، کہ وہ محض جگر او رمرارہ کی رطوبت تک محدود ہو جائے، اور خون اور پیشاب کی زرد رطوبات کو صفراء نہ کہا جا سکے اور انحالیکہ ابقراط و جالینوس جیسے ائمہ فن ہزاروں سال سے انہیں صفراء کہتے چلے آرہے ہیں۔

علاوہ ازیں اس وقت گفتگو اصطلاحات کے حدود و معانی میں نہیں ہے۔ گفتگو تو متقدمین کے اس مسلمہ میں ہے کہ آیا زرد رنگ کی رطوبت خون اور پیشاب میں پائی جاتی ہے، یا نہیں، جنہیں متقدمین اپنی اصطلاح میں "صفراء" کہتے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس زرد رطوبت کا نام آپ کی کتابوں میں کیا ہے، اور صفراء کا مفہوم آپ کے نزدیک کتنا محدود یا وسیع ہے۔ چنانچہ یہ بحث ایک مستقل باب (خون میں صفراء کا ثبوت) میں آنے والی ہے، جس میں ثابت کیا جائے گا کہ خون کے بہاؤ میں زرد رنگ کی رطوبتیں بھی پائی جاتی ہیں، اگرچہ خون کی غالب سرخی زرد رنگ کی رطوبت کو اس طرح دبا لیتی ہے کہ بظاہر اس کا وجود محسوس نہیں ہوتا۔

رہا پیشاب میں زرد رطوبت کا ثبوت، تو وہ من اجلی البدیہیات ہے۔ ہر شخص روزمرہ اپنے پیشاب میں ایک خاص حد تک زردی پاتا ہے جو موسم وغیرہ کے تغیر سے کم و بیش ہو جایا کرتی ہے۔

پیشاب کی اس زرد رطوبت کے بارہ میں بھی تفصیلی گفتگو آنے والی ہے کہ یہ کیا چیز ہے، کس طرح حاصل ہوتی ہے، اور کیا اس کا کوئی تعلق اس خاص جگر والے زرد مادہ سے بھی ہے جس کو مخصوص طور پر معترض صفراء کی اصطلاح سے یاد کرتا ہے۔

جواب کا دوسرا پہلو

علاوہ ازیں جگر کی زرد رطوبت کے خواص کا خون اور پیشاب کی زرد رطوبات میں ڈھونڈنا اس وجہ سے بھی بجا نہیں کہ جدید و قدیم، دونوں ادوار کے محققین تسلیم کرتے ہیں کہ

"بدن انسان کے ہر عضو میں، اور ہر عضو کے ہر جزو میں ایک قسم کی قوت ہاضمہ وغیرہ ہوتی ہے، جو کم و بیش ہمہ دم موجودہ و موصولہ رطوبات میں استحالہ و تغیر پیدا کرتی رہتی ہے"

اب ظاہر ہے کہ جو زرد رطوبت جگر وغیرہ میں پائی جاتی ہے، اگر وہ خون کے بہاؤ میں پہونچ جائیگی، جیسا کہ متقدمین مانتے ہیں، اور شائد مخالفین اخلاط بھی اب ماننے لگے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اعضاء کی اس قوت ہاضمہ اور مغیرہ سے متاثر نہو! اور یہ فریقین کا مسلمہ ہے کہ استحالہ و تغیر کے بعد کل سابقہ خواص کا کسی چیز میں باقی رہنا ضروری نہیں +

متقدمین کے اسناد تقسیم اخلاط کے بارہ میں

علامہ علی حسین گیلانی (شارح قانون)

شیخ الرئیس فرماتے ہیں:

حوالہ (۵۶)

"نیز ہم کہتے ہیں کہ جملہ رطوبات خلطیہ خواہ محمودہ (اچھی) ہوں، خواہ فضلیہ چار جنسوں میں منحصر ہیں"

"ونقول ایضاً ان الرطوبات الخلطیۃ المحمودۃ والفضلیۃ تنحصر فی اربعۃ اجناس"

شیخ الرئیس کے اس قول کے ذیل میں علامہ علی حسین گیلانی فرماتے ہیں:

حوالہ (۵۷)

"چار اجناس کی طرف یہ مطلق خلط کی تقسیم ہے، یہ محض حصر نہیں ہے، کیونکہ چاروں میں سے ہر جنس کا بے فضلہ ہوتی ہے اور کا ہے صالح و کار آمد جیسا کہ بلغم

ھذا تقسیم لمطلق الخلط الی الاجناس الاربعۃ لا حصر محض، فان کل جنس من الاربعۃ قد یکون

عنقریب ذکر کرینگے +

فضلاً وقد یکون صالحاً، کما ستذکر +

گویا کہ ہر خلط صالح اور ہر خلط ردی چاروں اجناس کی طرف منقسم ہے، جیسا کہ چاروں اجناس میں سے ہر جنس خلط صالح اور خلط ردی کی طرف منقسم ہے +

فکان کلاً من الخلط الصالح والخلط الردی ینقسم الی الاجناس الاربعة، کما ان کلا منها ایضاً ینقسم الیهما +

اخلاط کی چار قسموں کو "چار جنسیں" کیوں کہا گیا؟ اس کا جواب علامہ گیلانی اس طرح دیتے ہیں:

اور "قسم" پر "جنس" کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ ان چاروں میں سے ہر جنس کے تحت بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا +

واطلاق الجنس علی القسم لکثرة اقسام متمائزة تحت کل منها، کما یظهر +

اس کے بعد علامہ ممدوح بتاتے ہیں کہ اخلاط کے چار ہونے کی بہترین دلیل مشاہدہ ہے، جس کی وضاحت آئندہ آنیوالی ہے۔ اس بیان کے بعد فرماتے ہیں:

"شیخ الرئیس نے ہر جنس کی تعریف نہیں کی، لیکن ہر جنس کے اقسام کی تعریف کی۔ اس سے شیخ موصوف اس طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ان (ذیلی) اقسام کی حقیقتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں +"

"ولم یعرف کل جنس وعرف اقسام کل جنس اشارةً الی مخالفة حقائق الاقسام +"

یعنی شیخ الرئیس نے اپنی کتاب قانون میں اخلاط کی چاروں اجناس میں سے ہر جنس کی ایک الگ مثلاً صفرا یا بلغم کی کوئی جامع تعریف نہیں کی ہے، جو اس کے تمام اقسام پر صادق آئے، کیونکہ ان کے ذیلی اقسام کی ماہیتیں،

ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہیں۔ صفراء کے تمام اقسام، اور بلغم کے تمام اقسام کی ایک حقیقت اور مشترک ماہیت نہیں ہے۔

خلاصۂ اقوال:

علامہ علی حسین گیلانی کے ان اقوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ:
مثلاً - صفراء کسی ایسی منفرد چیز کا نام نہیں ہے، جس کی محض ایک حقیقت ہو، بلکہ یہ ایک اسم جنس ہے، جس کے تحت میں مختلف حقائق کی متعدد اقسام پائی جاتی ہیں۔
یہی حال دیگر اخلاط کا بھی ہے، اسی وجہ سے شیخ الرئیس نے "چار اقسام" کی بجائے "چار اجناس" کہا۔

بلغم کی تعریف اور شیخ کا اس سے گریز

علی حسین گیلانی کا قول اور اس پر تبصرہ

علامہ علی حسین گیلانی کا ایک قول درج کیا جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:
"لوگوں نے مطلق بلغم کی دو طرح تعریف کرنے کی کوشش کی ہے، مگر چونکہ یہ دونوں تعریفیں جامع نہیں ہیں، اسلئے شیخ نے مطلق بلغم کی کوئی تعریف نہیں کی۔ ہاں اقسام بلغم کا ذکر کر کے ان کی وضاحت ضرور کی ہے۔"

حوالہ (۵۸)

چنانچہ علامہ علی حسین گیلانی فرماتے ہیں:

بلغم کی پہلی تعریف "اطباء کبھی تو بلغم کی اس طرح تعریف کرتے ہیں:- بلغم ایک سفید رنگ کی، بے بو خلط ہے"	عرّفوا البلغم تارةً:- بانہ خلطٌ ابیض اللون عدیم الرائحۃ۔
دوسری تعریف "اور کبھی خون	وتارةً علی قیاس تعریف

کی تعریف سے قیاس پر اس طرح تعریف کرتے ہیں! — "بلغم ایک بارد رطب خلط ہے"۔

الدم بانه خلط بارد الطبع رطبه.

لیکن چونکہ پہلی تعریف بلغم متعفن اور اُس نمکین بلغم سے ٹوٹ جاتی ہے، جو پھیکے بلغم اور صفراء کی آمیزش سے حاصل ہوتا ہے، اور چونکہ دوسری تعریف میں یہ خلل ہے کہ طبعی بلغم طبعاً بارد نہیں ہوتا ہے، کیونکہ طبعی بلغم کی برودت — جیسا کہ شیخ آگے چل کر خود بتائیگا — بدنِ انسان کی نسبت سے تھوڑی ہے؛ علاوہ ازیں بدن بھی فی الجملہ اعتدال سے خارج، اور قدرے حرارت کی طرف مائل ہے: بلکہ بلغم کی برودت ایک اضافی اور نسبی امر ہے، یعنی طبعی بلغم بمقابلہ صفراء اور خون کے بارد ہے — چہ جائیکہ مثلاً نمکین بلغم (وہ تو ہرگز بارد نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ صفراء سے قریب اور گرم و خشک ہے) —

ولانتقاض الاول بالبلغم العفن والمالح المتكون من اختلاط التفه بالصفراء، واختلال الثانی لعدم كون البلغم الطبعی باردًا بالطبع، فانه، كما يقول، برده بالقياس الى البدن قليل، مع ان البدن على الجملة خارج عن الاعتدال قليلاً الى الحرارة؛ بل برده نسبيٌّ ماخوذ بالقياس الى الصفراء والدم — فكيف بالمالح شاذًا —

ان وجوہ سے شیخ نے اِن دونوں تعریفوں کو ترک کر دیا، اور جو کچھ خلط کی تعریف میں، جو بلغم کے لئے جنس کے قائم مقام ہے، بیان کیا گیا ہے، اُسی پر اکتفاء فرمایا، اور بلغم کی توضیح کا مقصد اُس کے اقسام کے ذکر سے اور اُس کی بنیادی دونوں قسموں کی تعریف سے پورا کیا؛ یعنی بلغم طبعی کی تو کھلے طور پر

تركهما واكتفى بما سبق من تعريف الخلط الذى بمنزلة الجنس له، وافاض الى توضيحه بذكر اقسامه وتعريف قسميه الاوليين — اعنى الطبعی تعريفاً

تعریف کی، اور بلغم غیر طبعی کی گو کھلے طور پر تعریف نہیں، مگر یہ ظاہر ہے کہ طبعی بلغم کی تعریف کے بعد قیاساً بلغم غیر طبعی کی تعریف خود بہ خود نکل آتی ہے ؛

ظاهرًا، وغیر الطبعی تعریفًا بمقایسة الطبعی منه +

(شرح گیلانی، صفحہ ۱۱۸)

شرح قول مذکور :

علامہ علی حسین گیلانی کے قول کی شرح یہ ہے کہ

بعض متقدمین نے مطلق بلغم کی تعریف میں دو خصوصیات، سفیدی اور عدم رائحہ، کا ذکر کیا ہے، لیکن دوسرے حضرات نے عام بلغم کی خصوصیات میں خون کی طرح اس کے مزاج کا ذکر کیا ہے کہ بلغم بالطبع بارد رطب ہوا کرتا ہے ۔

اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ جب عام اور مطلق بلغم میں یہ خصوصیات تسلیم کر لی جائیں، تو جس جگہ یہ خصوصیات نہ پائی جائینگی، وہاں بلغم کا ہرگز اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اس کے معنے یہ ہوئے کہ پہلی تعریف کے لحاظ سے، جس رطوبت میں سفیدی اور عدم رائحہ نہ پایا جائے، اُسے بلغم نہیں کہا جا سکتا ـــ اور دوسری تعریف کے لحاظ سے، جس خلط میں برودت و رطوبت نہ پائی جائے، اُسے بلغم کا لقب نہیں ملسکتا ۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ متعفن بلغم کو بلغم کہا جاتا ہے، حالانکہ اُس میں ایک صفت (عدم رائحہ: بو سے خالی ہونا) نہیں پائی جاتی ہے ۔

اسی طرح یہ دعوے محل نظر ہے کہ بلغم طبعاً بارد رطب ہے، اور یہ کہ برودت و رطوبت مطلق بلغم کی ایک ایسی عام اور مشترک خصوصیت ہے کہ جہاں یہ خصوصیت نہ پائی جائے، وہاں بلغم کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ اگر ایسا ہوتا، تو بلغم مالح (شور بلغم) کو بلغم نہ کہا جاتا، کیونکہ وہ حار یابس ہے، اور اُس کا مزاج صفراء کے قریب تسلیم کیا جاتا ہے، جیسا کہ اطباء نے اسکی تصریح کی ہے ؛

ان قباحتوں کی وجہ سے شیخ الرئیس نے مطلق بلغم کی تعریف کرنیکی زحمت گوارا نہ فرمائی، کیونکہ یہ دونوں تعریفات ان کے نزدیک جامع نہیں تھے ۔

بلغم مالح اور پہلی تعریف :

علامہ علی حسین گیلانی کا قول ہے :

" لیکن چونکہ پہلی تعریف بلغم متعفن اور اس نمکین بلغم سے ٹوٹ جاتی ہے، جو پھیکے بلغم اور صفرا کی آمیزش سے حاصل ہوتا ہے "

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی تعریف، جس میں سفیدی اور عدم رائحہ کی قید لگائی گئی ہے، بلغم متعفن سے تو اس لئے ٹوٹ جاتی ہے کہ بلغم متعفن میں ایک قید (عدم رائحہ) مفقود ہے، لیکن نمکین بلغم کی وجہ سے اس تعریف میں کیا نقص وارد ہوتا ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ نمکین بلغم میں دونوں قیدیں (سفیدی اور عدم رائحہ) پائی جاتی ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں غالباً علامہ گیلانی کی عبارت میں سہو کتابت سے کچھ رہ گیا ہے، کیونکہ بلغم کی تعریف میں جب تک کسی نئے کا ذکر نہ کیا جائے، یہ بدیہی ہے کہ بلغم کے نمکین ہونے سے وہ تعریف کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی۔

لیکن اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اس تعریف میں، چونکہ دو قیدیں لگائی گئی ہیں:

اول رنگ کا سفید ہونا، اور دوم بو کا مفقود ہونا، اسلئے دونوں قیود کے لحاظ سے بلغم کی دو مثالیں دی گئی ہیں: ایک مثال بو کی ہے، اور دوسری مثال رنگ کی۔ بلغم متعفن سے یہ تعریف اسلئے ٹوٹ جاتی ہے کہ یہ بو سے خالی نہیں ہوتا، اور نمکین بلغم سے یہ تعریف اسلئے شکستہ ہو جاتی ہے کہ اس میں صفرا کی آمیزش کی وجہ سے سفیدی نہیں ہوتی۔

تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اولاً — کسی معتبر مصنف نے یہ نہیں بتایا ہے کہ اس قسم کے مشور بلغم کا رنگ سفید نہیں ہوتا ہے۔

ثانیاً — متقدمین نے تصریح کی ہے کہ بلغم کی ساری قسمیں ہمیشہ سفید ہوا کرتی ہیں۔ اس کی ایسی کوئی قسم نہیں ہے، جو سفیدی سے خالی ہو۔

چنانچہ علامہ برہان الدین نفیس فرماتے ہیں :

حوالہ (۵۹)

"چونکہ بلغم کی ساری قسموں کا رنگ ۔۔ سفیدی ۔۔۔ ایک ہی ہے، اور فرق اگر ہوا کرتا ہے، تو محض قوام اور مزہ میں۔ اس لئے قوام اور مزہ کے لحاظ سے جن میں اختلاف ہوا کرتا ہے، تقسیم کی گئی، اور رنگ کے لحاظ سے، جس میں سب متحد ہیں، کوئی تقسیم نہیں کی گئی، کیونکہ اس کے لحاظ سے (ایسی مشترک چیز کے لحاظ سے) کسی طرح تقسیم نہیں ہوسکتی"۔

ولما كانت اصناف البلغم مشتركة في اللون، وهو البياض، ومختلفة في القوام والطعم قسمة باعتبار ما يختلف فيه دون ما يشترك فيه لاستحالة التقسيم باعتباره +

(۹۳ - کلیات نفیسی، دفتر المیح ؛

بلغم کی تمام خصوصیات میں رنگ کی اہمیت

علامہ علی حسین گیلانی کے اس علمی انتباہ سے اس امر پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے، کہ عام بلغم کی تعریف میں متقدمین نے جو قیود و صفات قائم کئے ہیں، مجموعی حیثیت سے کل تین ہیں :

رنگ کا سفید ہونا ۔۔۔ بو سے خالی ہونا ۔۔۔ بارد رطب ہونا +

ان عام صفات میں اگر ہم، گیلانی کے علمی نکتہ کو سامنے رکھکر، باہم مقابلہ کریں، تو بدیہی طور پر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ

صرف رنگت کی سفیدی ایسی صفت ہے، جو ہمیشہ قائم رہتی ہے، اور اس صفت سے بلغم کی کوئی قسم خالی نہیں، ۔۔۔ اس کے برعکس بلغم کی باقی دونوں صفتیں ایسی ہیں کہ ان سے بلغم بعض حالات میں خارج ہی ہوجاتا ہے، درانحالیکہ وہ اس حالت میں بھی بلغم ہی کہلاتا ہے، اور اس کی بلغمیت ختم نہیں ہوتی ہے۔ لیکن بلغم کی

کوئی قسم ایسی نہیں ہے کہ سفیدی کی صفت اس سے چھن جائے، اور اُس کا نام بلغم برابر قائم رہے۔

اس بیان سے میرا مدعا یہ ہے، جیسا کہ گزشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے، کہ اخلاط کی تقسیم میں اطباء قدیم نے محض رنگ کو بنیاد و اساس قرار دیا ہے۔ دوسری صفات اس بارہ میں اساس و بنیاد ہرگز نہیں ہیں۔

ارباب نظر کے لئے اس میں ایک حکیمانہ بصیرت ہے:

فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَار +

باب (۸)

اخلاط کی باہمی آمیزش

ابو سہل مسیحی کے اقوال

خون کے اندر سارے اخلاط مخلوط ہیں

سابقہ ابواب میں متعدد مقامات پر ظاہر کیا گیا ہے کہ متقدمین یہ تسلیم کرتے ہیں:

"بدن میں مختلف رنگ کی رطوبتیں پائی جاتی ہیں، جن کو چار گروہوں میں تقسیم کر کے اِن چاروں گروہوں کے چار نام قائم کئے گئے ہیں"

اب اس باب میں قدماء کے اس مسئلہ پر گفتگو ہوگی کہ

(۱) مختلف رنگ کے سارے اخلاط، یعنی چاروں رنگ کی رطوبتیں خون میں ملی جلی پائی جاتی ہیں۔

(۲) مگر خون کی سرخی باقی رنگ کی رطوبات کو دبا لیتی ہے، اس لئے سرسری طور پر خون ہی خون نظر آتا ہے، اور دوسرے رنگ کی رطوبات کا وجود بادی النظر میں محسوس نہیں ہوتا۔

یہ دعاوی پہلے قدماء کے اقوال و مسلمات کی رو سے بیان کئے جائینگے۔ اس کے بعد وہ وجوہ و اسباب لکھے جائینگے، جن کی بنا پر اُن کے دماغ میں ایسے نتائج "دعاوی کی شکل میں" حاصل ہوئے۔ پھر ملحقہ ابواب میں ثبوت کے طور پر علوم جدیدہ کے اقوال و مسلمات پیش کئے جائینگے۔

قدماء کے مسلمات و دعاوی

چنانچہ ابو سہل مسیحی فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۰)

"سارے اخلاط خون کے ساتھ مخلوط اور متحد ہوتے ہیں ایسی صورت میں نہیں ہوتے کہ ممتاز طور پر ایک دوسرے سے جدا جدا نظر آئیں۔ ہاں جب کوئی ایسی دواء استعمال کی جاتی ہے۔ جس میں کسی ایک خلط کو خون سے جدا کرنے کی خاصیت ہوتی ہے (مثلاً کسی خاص خلط کی دوا او مسہل، جو اپنے مخصوص عمل سے خون کے بعض خاص اجزاء کو نمایاں طور پر زیادہ خارج کرتی ہے)؛ یا جب خون بدن سے خارج ہوتا ہے، تو اُس وقت خون کے اخلاط (جو خون کے اندر باہم ملے جلے ہوتے ہیں، کم و بیش) الگ الگ ہو سکتے ہیں"

اصلی عبارت:

وجميع الاخلاط مختلطة بالدم متحدة به لا تتميز الا بادوية تميز واحدا منها، او عندما يخرج من البدن، فتتميز.

(ص ۳۲ مئة مسیحی)

الغرض وہ سرخ سیّال جو رگوں میں ہوتا ہے، اور جوگاہے اپنے ان قدرتی ظروف سے برآمد بھی ہو جایا کرتا ہے، جس کو ہم خون کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں، وہ اگرچہ بظاہر دیکھنے میں یک رنگ ویک قوام معلوم ہوتا ہے، اور اس یک رنگی سے بادی النظر میں یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ شائد خون کے سارے اجزا ریک نوع ویک جنس ہیں، (خون متشابہ الاجزاء ہے) مگر درحقیقت ایسا نہیں ہے، بلکہ خون مختلف الماہیت اجزاء کا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے، جس کے اندر طبعی حالت میں مختلف خواص کے مواد بشکل سیلان پائے جاتے ہیں (یعنے خون متشابہُ الامتزاج ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مسہل دوا سے دستوں کی راہ ایک ہی قسم کا مادّہ خارج نہیں ہوا کرتا، بلکہ مختلف مسہل[1] ادویہ سے خاص خاص قسم کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں، جو اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ خون مختلف اشیاء کا مجموعہ ہے، کیونکہ مسہل کے ذریعہ جو مواد خارج ہوا کرتے ہیں، وہ بلا واسطہ یا با لواسطہ خون ہی سے خارج ہوا کرتے ہیں۔ اگر خون کے اندر سارے اجزاء ایک ہی قسم کے ہوتے، تو مختلف دست آور ادویہ دینے کی صورت میں، ہمیشہ ایک ہی قسم کی چیز برآمد ہوا کرتی۔

الغرض مختلف خواص کے ان ہی مواد کو، جو طبعاً خون کے اندر ملے جلے اور بصورت سیلان پائے جاتے ہیں، اطباء قدیم اخلاط، اور گاہے اخلاط خون کہتے ہیں۔

اِن مختلف الخواص رطوبات کو اطباء نے رنگ کے لحاظ سے چار جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے

(۱) سرخ رنگ کی رطوبت، جو مقدار میں سب سے زیادہ ہے۔ یہی خالص جوہرِ دموی یا خالص خون ہے، جو اپنے رنگ میں باقی ساری رطوبتوں کو چھپا لیتا ہے، اور مجموعہ مرکب سرخ نظر آتا ہے، جس کو قدیم اصول کے

[1] اسی وجہ سے مسہل کی مختلف قسمیں کی جاتی ہیں، مثلاً مسہل صفراوی (کولے گاگ) مسہل مائیت (ہائڈرے گاگ)، مسہل شدید (ڈراسٹک پرگیٹو) مسہل سادہ (سمپل پرگیٹو)، وغیرہ۔ (تفصیل کیلئے مستقل باب دیکھا جائے)

مطابق، ظاہر پہ نظر کرکے خون کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ تمام اخلاط کا مجموعہ ہوتا ہے۔

(۲) زرد رنگ کی رطوبت، جس کو صفرا، یا جوہرِ صفراوی کہا جاتا ہے، جو اگرچہ خون میں بظاہر نظر نہیں آتا، جس طرح دیگر اخلاط نظر نہیں آتے، مگر آئندہ ثابت کیا جائیگا کہ زرد رنگ کی چیزیں خون میں پائی جاتی ہیں، نیز یہ ثابت کیا جائیگا کہ جگر اپنے مخصوص فعل کے ذریعہ خون سے صفراوی مواد حاصل کرکے چھانٹ لیتا، اور اپنی نالیوں اور پتّہ (مرارہ) کے اندر اکٹھا کر دیتا ہے۔

(۳) سفید رنگ کی رطوبت، جس کو جوہرِ بلغم، یا بَلْغَم کہا جاتا ہے، جو غشاء مخاطی وغیرہ کی راہ مختلف صورتوں میں خارج ہوتا ہے، اور جس کو قدیم اطباء نے انڈے کی سفیدی سے بھی تشبیہ دی ہے۔

(۴) سیاہ رنگ کی رطوبت، جس کو جوہرِ سوداوی، یا سوداء کہا جاتا ہے، جو طبعی طور پر سیاہ جلد، طبقہ مشیمیہ، بال، اور خون کے اندر، اور غیر طبعی طور پر سیاہ پیشاب، سیاہ پاخانہ، سیاہ رسولی، سیاہ سرطان، اور مختلف امراض میں پایا جاتا ہے، جن میں بدن کی جلد وغیرہ کالی ہوجاتی ہے۔

خون خلیط (آمیزہ) ہے

الغرض مذکورہ بالا چاروں گروہ کی چیزیں خون میں ملی جلی پائی جاتی ہیں، اور خون درحقیقت ان سب اجزاء کا ایک خلیط[1] (آمیزہ) ہے۔ چنانچہ یہ چاروں قسم کے اجزاء اخلاط کہلاتے ہیں، جو لفظ خِلْط کی جمع ہے، اور لفظ خِلط سے

[1] خلیط: جب دو یا زیادہ چیزیں باہم سادہ طور پر ملی ہوئی ہوں، تو ایسے مجموعہ کو خلیط (مِکسچر) کہتے ہیں، جس کا دوسرا نام مزیج بھی ہے۔ "سادہ طور پر ملنے" سے مراد یہ ہے کہ دونوں اس مجموعہ میں اپنے اصلی مزاج پر قائم رہیں۔ آمیزش کے بعد ان کی ذاتی ترکیبیں فنا نہ ہوجائیں۔ مثلاً نمک اور پانی ملا ہوا۔

مشتق ہے، جس کے معنے آمیزش کے ہیں۔
نوٹ آیندہ ابواب میں شرح و بسط سے اس مدعا پر روشنی ڈالی جائیگی۔

چنانچہ ابو سہل مسیحی فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۱)

" وہ جسم (جسم سیّال) جو عروق کی تجویف میں گھرا ہوا، اور جو چاروں اخلاط سے ملا جلا (مختلط: خلیط) ہوتا ہے، خون (دَم) کہلاتا ہے"۔

والجسم المحصور فی تجویف العروق المختلط من الاخلاط الاربعۃ یسمی "دما"۔

(ص۱۲ مائۃ مسیحی)

خِلط کے لغوی معنے اور وجہ تسمیہ

خِلط کے معنے "آمیزش" (ملاوٹ) کے ہیں۔
چونکہ خون کے اندر مختلف قسم کی رطوبتیں ملی جلی ہوتی ہیں، جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، اسلئے ان اجزاء کو اَخلاط کہا جاتا ہے۔
صاحب منجد فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۲)

" خِلط: ہر وہ چیز، جو دوسری چیز کے ساتھ ملی ہوئی ہو (جس کو اُردو میں ملاوٹ، اور فارسی میں آمیزش کہتے ہیں)۔ اس کی جمع اَخلاط ہے"۔

" علاوہ ازیں اَخلاط اُن قسموں کو بھی کہتے ہیں، جو باہم ملی جلی ہوں"۔

" اخلاط بدن: متقدمین کی اصطلاح میں، خون، بلغم، سوداء، اور صفراء کو کہتے ہیں"۔

خَلِیط: مخالط (ملی جلی چیز)۔

الخِلْطُ: کل ما خالَطَ الشیٔ + (جمع) اَخْلاط +
الاخلاط: ایضًا الاصناف المخلوطة۔
اَخْلاطُ الجسد: فی عرف الاقدمین: الدم والبلغم
والسوداء والصفراء۔
الخلیط: المُخالِط۔

ہر خلط آمیزش کی صورت میں

یہ ایک حقیقت ہے کہ صحت یا مرض میں، فطرۃً کوئی خلط بسیط[1] ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتی۔ ہمیشہ وہ خلیط (آمیزہ: مکسچر) ہی کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ بول و براز میں بھی جب کبھی خون، بلغم، صفراء، اور سوداء کے اجزاء پائے جاتے ہیں، تو کبھی یہ خالص صورت میں نہیں ہوتے، بلکہ دیگر اخلاط و رطوبات کے ساتھ ملے جلے ہوا کرتے ہیں۔

جگر اور مرارہ سے جو صفراء روزانہ امعاء پر گرا کرتا ہے، یہ بھی ایک قسم کا خلیط ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ رطوبت بلغمیہ کی ایک مقدار ملی رہتی ہے، جیسا کہ صفراء کے بیان میں آنے والا ہے +

خلط اور مزاج لغۃً مترادف

خِلْط کے معنیٰ اگر ملاوٹ اور آمیزش کے ہیں، تو یہی معنیٰ مزاج کے

---

[1] بسیط: سادہ، خالص، جو کسی سے ملا ہوا نہ ہو، مرکب کا مقابل، اور مُفرد کا مترادف +

بھی ہیں، چنانچہ بعض قدیم تر مصنفین کی کتابوں میں اَخلاط کی بجائے اسی معنے کے لئے لفظ مِزاجات پایا جاتا ہے، جیسا کہ ابوالحسن ربّن طبری (استاذ زکریا رازی) کے گزشتہ اقوال میں کئی جگہ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں، جو کتاب فردوس الحکمۃ سے نقل کی گئی ہیں۔

جب پہلی مرتبہ میری نظر اس لفظ پر "اخلاط" کے معنے میں پڑی تو میں بہت چونکنا ہوا، لیکن جب ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ دونوں الفاظ مترادف ہیں، تو میری الجھن ختم ہوگئی، اور میرے دماغ نے بتایا کہ ابتدائی دَورِ ترجمہ کے وقت اگر بعض مترجمین نے اس معنے کے لئے لفظ خِلط اختیار کیا تو دوسرے مترجمین کو لفظ مِزاج پسند آیا۔ لیکن بعد کے اَدوار میں مِزاج کی اصطلاح کو "رطوبات بدن" سے جدا کر کے مرکبات کے "امتزاجی کیفیت" کے لئے مخصوص گیا، جو عام طور پر رائج ہوگیا، اور اس وقت یہی مفہوم مشتہر ہے۔

صاحب مُنجِد لکھتے ہیں:

حوالہ (۶۳)

"مِزاج: مصدر ہے۔ (۱) وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملائی جائے مثلاً پانی شراب میں۔ (۲) وہ چیز جس پر بدن کی بنیاد قائم کی گئی ہو، مثلاً طبائع (طبیعت کی جمع) اور صحت و مرض کے حالات۔ (جمع) اَمْزِجہ۔

مَزِیج: مَمْزُوج (وہ چیز جو ملی جلی ہو، یا ملائی گئی ہو)۔

{المِزاج} مصدرٌ: مایُمزَج بہ کالماء فی الشراب. ما اُسِّسَ علیہِ البدنُ من الطبائعِ والاحوالِ الصحّیّۃِ والمرضیۃِ (جمع) اَمزِجۃ۔

{المَزِیج} المَمزُوج۔

اس لفظی تحقیق سے ظاہر ہے کہ مِزاج اگر خلط کا مترادف ہے، تو "مَزِیج" خلیط کا۔

اسی طرح خَلط اور تَخلِیط (ملانے کے معنیٰ میں) اگر مَزج اور مِزاج کے مترادف ہیں، تو مُخالَطَة، تَخالُط، اور اِختلاط بترتیب، مُمازجة، تَمازُج اور امتزاج کے۔
(تحقیق کے لئے کتب لغات[1] کا ملاحظہ کیا جائے)

اخلاط کے بارہ میں قدماء کا ایک زرین قول

عروق کے اخلاط بدن کے بنیادی اجزاء ہیں

ابوسہل مسیحی، صاحب مِئَة فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۴)

"خون کے ساتھ جو اخلاط رگوں کے اندر پائے جاتے ہیں، وہ بدن کے اُستُقُصّات (اَرکان) ہیں ـــ کیونکہ منی کے بنانے میں کُل اخلاط حصہ لیتے ہیں، اور بدن منی اور خون سے بنا کرتا ہے۔ پھر بن چکنے کے بعد بدن انسان اسی طرح جیسے خون سے تغذیہ حاصل کرتا ہے، جو رگوں کے اندر محصور ہوتا ہے۔"

[1] خلط ـ خَلطًا وخَلّطَ الشئَ بالشئِ، ضَمَّه الیه ومَزَجَه به.
{مَزَجَ} ـ مَزجًا ومِزاجًا} الشرابَ بالماء، خَلَطه به.
خالَطه مُخالطةً وخِلاطًا: مازَجه وداخَله.
{مازَجه مُمازَجةً} خالطه.
{تَمازَجا} تَخالَطا.
اِختَلَط: اِمتَزَجَ.
{اِمتَزَجَ} به: اختلط.
(منجد)

والاخلاط التی فی العروق مع الدم" استقصات البدن"، وذلک ان المنی یتکون منہا کلہا، والبدن یتکون من المنی والدم، ثم یغتذی بعد التکون بہذا الدم المختلط المحصور فی العروق۔ (ص۵۶ منہ مسیحی)

اُستُقُصَّات: یونانی لفظ ہے، جس کے معنے "اصلی اور بنیادی اجزاء" کے ہیں، جو تحلیل و تجزیہ کے وقت سب سے اخیر میں نکلیں، جس طرح کوئی مکان اگر توڑا جائے، تو نیو کا پتھر سب سے اخیر میں نکلتا ہے۔

"عناصر بسیطہ" کو بھی اسی وجہ سے استقصات کہا جاتا ہے کہ وہ تمام عالم کے مرکبات کے لئے بنیادی اجزاء ہیں۔

الحاصل استقصات عربی لفظ ارکان کا مترادف ہے، جیسا کہ آگے چل کر دوسرے مقام میں علامہ مسیحی نے اخلاطِ عروق کو ارکان البدن بھی کہا ہے۔

مگر یہاں استقصات، یا ارکان کی اصطلاح سے بسیط عناصر مراد نہیں ہیں، کیونکہ بلا اختلاف تمام متقدمین و متاخرین "اخلاط اربعہ" کو "مرکب" تسلیم کرتے ہیں؛ بلکہ یہاں اس سے محض "بنیادی اجزاء" مراد ہیں، جس سے کسی بشر کو انکار نہیں ہو سکتا، کیونکہ قدیم و جدید، دونوں تحقیقات اس بارہ میں متفق ہیں کہ خون ہی کے اجزاء سے خصیوں کے اندر منی تیار ہوتی ہے، اور یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ تغذیہ کا مدار خون ہی پر ہے۔ اس لئے خون کے اخلاط، جو دراصل خون کے اجزاء ہیں، بدن انسان کے لئے یقیناً بنیادی اجزاء ہیں۔

یہاں ہماری مراد "خون" سے وہی سرخ سیال ہے، جو رگوں میں پایا جاتا ہے اور جو دوسرے اخلاط سے ملا جلا (خلیط، مختلط) ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ مسیحی نے اپنی عبارت میں "دم مختلط محصور فی العروق" کی قید سے اس کی وضاحت فرما دی ہے۔

00000159 (3296x5635x2 tiff)

علاوہ ازیں مذکورہ فوائد یقیناً طبعی خون ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں، اور طبعی خون وہی ہو سکتا ہے، جس کے اندر چاروں اخلاط (ہر لحاظ سے) مناسب مقدار میں ہوں۔

چنانچہ ابو سہل مسیحی فرماتے ہیں:

طبعی خون کی جامع تعریف

حوالہ (۶۵)

"طبعی خون (دم طبعی) وہ ہے، جس کے اندر یہ اخلاط مناسب مقدار میں ہوں" (ابو سہل مسیحی)

والدم الطبیعی ھو الذی یکون ھذہ الاخلاط بالمقدار الواجب۔ (ص ۲۲ مائۃ مسیحی)

خون طبعی کے لئے ابو سہل مسیحی کی یہ تعریف بہت ہی خوب اور ہر لحاظ سے جامع ہے۔

علاوہ ازیں اس تعریف سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ

"اخلاط خون دراصل خون کے اجزاء ہیں"

بہ الفاظ دیگر — مذکورہ تعریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ

"طبعی خون وہ ہے، جس کے اندر خون کے اجزاء کیفیت و کمیت کے لحاظ سے مناسب اندازہ میں ہوں"

مناسب مقدار (مقدار واجب)

الغرض اس تعریف میں مناسب مقدار (مناسب اندازہ) سے مراد صرف وزن و حجم (کمیت) نہیں ہے، بلکہ "مناسب اندازہ" میں اجزاء خون کی کیفیت و نوعیت بھی داخل ہے، جیسا کہ تمام اطباء کی تصریحات اس پر شاہد ہیں، اور آئندہ ایسے بہت سے اقوال آنے والے ہیں کہ

"خون کے اندر چاروں اخلاط، طبعی حالت میں، بلحاظ کمیت و کیفیت،

ایک خاص تناسب کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ جب تک یہ تناسب قائم رہتا ہے، اُس وقت تک صحت باقی رہتی ہے، اور جب اس تناسب میں فرق آجاتا ہے، تو مرض لاحق ہو جاتا ہے۔"

قدماء کے دلائل

اخلاطِ خون کی آمیزش کے بارہ میں

اس باب کے بیانات یہاں تک قدماء کے اس دعوے کی ترجمانی میں تھے کہ

"خون ایک ملی جلی چیز (خلیط، آمیزہ، مکسچر) ہے جس کی آمیزش میں چاروں گروہ کی چیزیں حصہ لیتی ہیں۔"

لیکن اب اس سوال کو حل کیا جائیگا، کہ

قدماء کو کس چیز نے مائل کیا کہ وہ اس آمیزش کے قائل ہوں؟ اور انہوں نے کیونکر باور کیا کہ خون میں مختلف اجزاء پائے جاتے ہیں، جن کو انہوں نے اخلاط کا لقب بخشا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ متقدمین کے پیش نظر چند ایسے حقائق و مشاہدات تھے، جنہوں نے اس طرف رہبری کی کہ خون اگرچہ دیکھنے میں "یکساں" معلوم ہوتا ہے، مگر درحقیقت یہ انواع و اقسام جواہر کا مجموعہ ہے، مثلاً:

(۱)

متقدمین نے یہ دیکھا کہ خون ہی سے سارے اعضاء کی پرورش ہوتی ہے حالانکہ بعض اعضاء سخت ہیں، اور بعض نرم؛ بعض سفید اور زرد ہیں، اور بعض سرخ، اور سیاہ؛ بعض اعضاء میں اگر حرارت بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور گرم کہلاتے ہیں، تو بعض دوسرے اعضاء میں حرارت نسبتاً بہت کم پیدا ہوتی ہے، اور وہ سرد کہلاتے ہیں۔

وعلیٰ ہٰذا القیاس —— اس سے وہ اس امر کے باور کرنے پر مجبور ہوئے کہ خون دراصل مختلف قسم کے اجزاء و جواہر کا مجموعہ ہے، جس سے ہر قسم کے اعضاء کی پرورش ہوتی ہے؛ اور ہر عضو اپنی مخصوص قوت جاذبہ کے ذریعہ مناسب اجزاء کو (بالواسطہ یا براہ راست) خون کے بہتے ہوئے "خوان" سے چُن لیا کرتا ہے۔

(۲)

نیز اُنہوں نے دیکھا کہ جب خون رگوں سے باہر خارج ہوتا ہے، تو اس سے از خود مختلف قسم کے اجزاء الگ الگ ہو جاتے ہیں ——

(ا، ب) عَلَقَہ اور صدیلا (زرداب): اُن کے مشاہدہ میں آیا کہ خون جب رگوں سے باہر نکل آتا ہے، تو وہ جم جاتا ہے۔ جمنے کے بعد اُس سے ایک زرد رنگ کا پانی برآمد ہوتا ہے، جس طرح دودھ کے جمنے سے اس کا پانی نکل آتا ہے:

چنانچہ خون کا پانی (زرداب) اگر دودھ کی مائیت (ماء الجبن) سے مشابہ ہے، تو خون کا جما ہوا لوتھڑا (عَلَقہ) دودھ کے جمے ہوئے جزء، پنیر، سے تشبیہ دیا جا سکتا ہے:

(ج) خون کے جم جانے کے بعد بعض اوقات متقدمین نے اسمیں خُیُوط (دھاگے اور ریشے) بھی دیکھے —— اُنھوں نے بعض اوقات یہ بھی دیکھا کہ ایسے خارجی خون کی سطح پر ایک سفید سی چیز تیر رہی ہے ÷

(د) اُن کے مشاہدہ میں یہ بھی آیا کہ بعض اوقات سیاہ رنگ کے غلیظ اجزاء تہ میں بیٹھ جاتے ہیں ÷

(۳)

متقدمین نے دیکھا کہ طبعی اور غیر طبعی حالات (صحت و مرض) میں خون سے چاروں قسم کے اخلاط جُدا ہو کر بدن کے بعض حصوں میں جمع ہو جاتے، یا مختلف مسالک سے وقتاً فوقتاً خارج ہو کر اپنا جلوہ دکھلاتے ہیں۔ اس سے متقدمین نے باور کیا کہ عروق کے اندر خون کے ساتھ یہ ساری چیزیں مخلوط رہتی ہیں۔

علاوہ ازیں بعض مسہل اور مقئ دواؤں کے عمل سے بھی بعض اخلاط خاص طور پر نمایاں صورت میں قے اور اسہال کے ذریعہ خارج ہوا کرتے ہیں، یہ حقیقت ہر دماغ میں اس امر کو باور کرانے کیلئے کافی ہے کہ یہ ساری چیزیں بصورت آمیزش

خون میں موجود ہوتی ہیں۔

(۴)

شکمِ مادر میں جنین کی ابتدائی تکوین والدین کے نطفہ سے، اور اس کا نشو و نما رحم کے خون سے ہوا کرتا ہے، جس کے اندر مختلف قسم کے اعضاء اور مختلف نوعیت کے مواد پائے جاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نطفہ کی ابتداء، اور خونِ رحم کا سرچشمہ یہی عام خون ہے، جو رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اس استدلال نے قدماء کو یہ نتیجہ اخذ کرنے کی طرف مائل کیا کہ خون کے اندر یقیناً مختلف نوعیت کے مواد ہیں، جس سے جسمِ جنین میں مختلف قسم کے اعضاء و جواہر بن سکتے ہیں۔

(۵)

شکمِ مادر سے باہر آنے کے بعد نومولود بچہ کی فطری غذا "ماں کا دودھ" ہے، اور دودھ بھی جس کے اندر مختلف الماہیت جواہر پائے جاتے، اور ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں، اسی عام خون سے بنتا ہے، جو رگوں میں بہتا رہتا ہے۔

یہ، اور اسی قسم کے دوسرے مشاہدات و دلائل سے قدماء فن نے اپنا یہ مسلمہ ترتیب دیا کہ

(۱) خون مختلف اقسام کے رطوبات و مواد کا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے۔

(۲) پھر ان تمام اجزاءِ خون کو، جو خون کے اندر بحالتِ سیلان پھرتے رہتے ہیں، اخلاط کا لقب بخشا۔

(۳) ان سب اخلاط کو، بلحاظِ رنگ، (یا ظاہری لباس کے مدِّ نظر) چار گروہ میں تقسیم کر دیا۔

چنانچہ ابو سہل مسیحی، اس دعوے کے بعد کہ

"خون کے ساتھ جو اخلاط عروق کے اندر پائے جاتے ہیں، وہ بدن کے اُستُقُصّات (بنیادی اجزاء) ہیں"

استدلال کے طور پر وضاحت فرماتے ہیں:

پہلا استدلال

حوالہ (۶۶)

"خون ایسا اس لئے بنایا گیا (مختلف اقسام کے اخلاط کا مجموعہ اسلئے بنایا گیا) کہ گوشت عصب کے مقابلہ میں گرم اور تر ہے، اور ہڈی عصب (اور گوشت وغیرہ) کے مقابلہ میں سرد اور سخت ہے۔ اسی طرح باقی سارے اعضاء میں جُداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تمام اعضاء ایک ہی جوہر سے پیدا نہیں ہو سکتے، اور نہ ایک غذا سب کے لئے مناسب ہو سکتی ہے۔ ـــ بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ جنین کی بنانے والی قوت نطفہ (منی) سے سخت ترین اجزاء کو (جو ہڈی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں) الگ کھینچ لیتی ہے، جس سے ہڈی بن جاتی ہے، اور گرم تر اجزاء کو الگ کر لیتی ہے، جس سے گوشت بنتا ہے۔ اسی طرح تمام اعضاء (منی کے مخصوص مناسب اجزاء سے) حاصل ہوتے ہیں۔"

اصلی عبارت:

وانما صار كذلك من جهة ان اللحم اسخن وارطب من العصب، والعظم ابرد واصلب من العصب، وكذلك فى سائر الاعضاء، فليس يحدث كلها من جوهر واحد، ولا الغذاء الواحد يصلح لجميعها، ولكن القوة الفاعلة للجنين تجذب اصلب ما فى المنى فيتكوّن منه العظم، واسخن وارطب ما فى المنى، فيتكوّن منه اللحم، وكذلك سائر الاعضاء.

(ص ۵۶ مقالہ ۶ مسیحی)

00000164 (3304x5585x2 tiff)

دوسرا استدلال

اس دعوے کے استدلال میں کہ

" سارے اخلاط خون کے ساتھ مخلوط صورت میں (ملی جلی صورت میں) پائے جاتے ہیں "

ابو سہل مسیحی لکھتے ہیں :

حوالہ (۶۷)

"یہی وجہ ہے کہ جب خون (فصد وغیرہ کے ذریعہ) رگوں سے خارج کیا جاتا، اور اسے ایک عرصہ تک (کسی ظرف میں) چھوڑ دیا جاتا ہے، تو اس (ملے جلے) خون سے یہ اخلاط جُدا جُدا ہو جاتے ہیں : خلط سیاہ نیچے ہوتا ہے، بلغم اس کے اوپر، خون اس کے اوپر، اور زرد خلط (صفراء) اُس کے اُوپر (یعنی سب سے اوپر صفراء ہوتا ہے، اور سب سے نیچے سوداء)"

اصلی عبارت :

ولذلك صار متى اخرج دم، ثم ترك زمانًا تميزت منه الاخلاط، فصار الخلط الاسود اسفل، والبلغم فوقه، والدم فوقه، والخلط الاصفر فوقه. (ص ۳۳/۶ مئة مسیحی)

انتباہ :

علامہ مسیحی کا یہ قول محض اس دعوے کے استدلال میں ہے کہ " عروق کے اندر مختلف اخلاط ملی جلی صورت میں پائے جاتے ہیں " اس ترتیب پر زور دینا مقصود نہیں ہے کہ " سوداء ہمیشہ نیچے ہی ہوتا ہے، اور بلغم اس کے اوپر، وعلیٰ ہذا القیاس ! ___

اس کے خلاف کبھی ہوتا ہی نہیں ہے۔ بلکہ مقصود محض یہ بتانا ہے کہ عرق کے اندر خون کے ساتھ چاروں قسم کی رطوبتیں آمیزہ کی صورت میں پائی جاتی ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب خون خارج ہوتا ہے تو مختلف امتیازی شکلوں میں یہ جُدا جُدا ہو جاتی ہیں، اور مختلف ذرائع سے ان کو پہچانا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ابو سہل مسیحی کے مندرجہ ذیل قول سے، اور علامہ علی حسین گیلانی کے قول[1] سے واضح ہو جائیگا کہ چاروں اخلاط کے لئے، بلحاظ مقام، جو ترتیب اوپر بتائی گئی ہے، ضروری نہیں ہے کہ وہی ترتیب ہر صورت میں قائم رہے۔

علامہ مسیحی استدلال کے طور پر چند مشاہدات بیان کرتے ہیں:

حوالہ (۶۸)

"خون میں ایک چیز زرد آب (صدید، آبِ خون) جیسی پائی جاتی ہے، جو اُس پانی کے مانند ہے، جو دودھ میں پایا جاتا ہے (اور جو دودھ کے پھٹنے پر اس سے الگ ہو جاتا ہے) — (صفراء)

نیز اس میں ایک چیز ثفل اور گاد کے مانند پائی جاتی ہے (جس سے مراد خون کا منجمد لوتھڑا علقہ ہے)، جس کی نظیر دودھ میں پنیر ہے" — (خون)

"گاہے خون میں خیوط (دھاگے) بھی نظر آتے ہیں" — (بلغم)

"گاہے اس کی بالائی سطح پر ایک باریک سفید چیز (تیرتی ہوئی) نظر آتی ہے" — (بلغم)

"بسا اوقات ایک غلیظ چیز تلے میں بیٹھ جاتی ہے" — (سوداء)۔

اصلی عبارت:

وفي الدم ايضاً شئي كانه صديد، نظيره

[1] علامہ علی حسین گیلانی کے قول سے اس کا وہ قول مراد ہے، جس میں مذکور ہے کہ فصد کے خون کو اگر گرم پانی میں گرایا جائے، تو انڈے کی سفیدی کے مانند ایک سفید چیز سطح پر تیرتی نظر آتی ہے" {دیکھو حوالہ (۶۹)}۔

المائیۃ فی اللبن.

وشئی کانہ عکر وثفل، نظیرہ الجبن فی اللبن.

وقد یُریٰ فی الدم خیوط.

وقد یطفو علیہ شئی رقیق ابیض.

وکثیرًا ما ینزل فیہ شئی غلیظ.

(ص۵۵ مئۃ مسیحی)

علامہ مسیحی کے قول کی وضاحت

ابوسہل مسیحی کے مذکورہ بالا قول کا مدعا یہ ہے کہ

جس طرح دودھ کے جمنے سے دو چیزیں حاصل ہوا کرتی ہیں:

(۱) ایک رقیق و لطیف سیال، جس کو مائیتِ لبن اور ماء الجُبن کہا جاتا ہے؛

(۲) ایک منجمد چیز، جو صاف پانی کے نکل جانے کے بعد ثُفل اور گاد کے حکم میں ہے، جیسا کہ پھلوں کا رس جب نچوڑ لیا جاتا ہے، تو بقیہ منجمد چیز کو ثُفل کہا جاتا ہے۔

اسی طرح خون کے جمنے سے بھی دو چیزیں برآمد ہوا کرتی ہیں:

(۱) زردی مائل پانی (صدید)، جو دودھ کی مائیت، یا ماء الجبن سی مشابہت رکھتا ہے۔

(۲) خون کے منجمد اجزاء، یا خون کے جمے ہوئے لوتھڑے، جو دودھ کے منجمد اجزاء، (پنیر: جُبن) سے مشابہت رکھتے ہیں۔

صدید (زرداب) صفراء

علامہ مسیحی کے مذکورہ بالا قول میں صدید کے لفظ سے کیا مُراد ہے؟

صدیل اُس زردی مائل پانی کو کہاجاتا ہے، جو گوشت اور زخم وغیرہ سے خارج ہوا کرتا ہے۔

یہاں علامہ مسیحی نے اُس زرد پانی (زرداب) کو صدیل سے تشبیہ دی ہے، جو خون کے جمنے کے بعد اس سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ زرداب وہی چیز ہے، جس کو اطباء قدیم نے، لطافت کی وجہ سے، تشبیہاً رُغْوَۃُ الدَّم (خون کا جھاگ) کہا ہے، درانحالیکہ یہ حقیقت میں جھاگ نہیں ہے، جیسا کہ علامہ علی حسین گیلانی، اور علامہ محمود آملی، شارحین قانون نے تصریحاً بتا دیا ہے، جن کے حوالے علی حسین گیلانی کے قول کے ذیل میں ابھی آنے والے ہیں۔

اس زردی مائل مائیت کو، جو خون کے جمنے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اطباء قدیم صفراء کہتے، اور جنس صَفْرَاء میں اسے شمار کرتے ہیں، جس کے وجود میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔

جدید تحقیقات

جدید تحقیقات اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتی ہے:

" خون کے جمنے کے بعد اس کے جمے ہوئے اجزاء سے ایک رقیق مائیت علیٰحدہ ہو جاتی ہے، جو رنگ میں زردی مائل ہوتی ہے۔ اس کو بلڈ سِیْرَم (مَصْلُ الدَّم) کہا جاتا ہے۔

مَصْل: لغۃً اُس پانی کو کہتے ہیں، جو دودھ کے جمنے کے بعد اس سے الگ ہو جاتا ہے (ماء الجبن)، جیسا کہ ہم روزانہ لَبَن مُنْجَمِد (دھی) میں دیکھا کرتے ہیں۔ انگریزی میں اسی چیز کو سِیْرَم کہا جاتا ہے۔

سِیْرَم (Serum) کا ترجمہ دوسرے انگریزی لفظ میں وھے (Whey) ہے، جس کو عربی میں مَاءُ الْجُبْن اور مَصْل کہا جاتا ہے۔

(دیکھو ڈارلینڈ اور شرف مصری کے لغات)

یہ بھی واضح رہے کہ عربی میں دہی کو لَبَن بھی کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے

میں نے "قوسین" میں " (دہی کی مائیت) " کا اضافہ کیا ہے!

حتیٰ کہ آجکل عرب میں لفظ " لبن " دہی کے لئے مخصوص ہوگیا ہے، اور جس چیز کو ہم دودھ کہا کرتے ہیں، اس کے لئے لفظ " حَلِیب " استعمال کیا جاتا ہے۔

خون کی اسی خصوصیت کی طرف علامہ ابوسہل مسیحی اپنے طرز بیان سے اشارہ کر رہے ہیں کہ

"خون میں ایک رقیق چیز صل لبا (زرداب) جیسی پائی جاتی ہے، جو (جمے ہوئے) دودھ کی مائیت سے (یا دہی کی مائیت سے) مشابہ ہوتی ہے"!

"اور دوسری ایک غلیظ چیز ثُفل اور گاد کے مانند ہوتی ہے، جو دودھ کے منجمد اجزاء (پنیر) کے مماثل ہے"

علامہ موصوف کا طرز استدلال یہ ہے کہ

بدن سے باہر خون نکلتا ہے تو اس میں ہمیں دو چیزیں ممتاز طور پر نظر آتی ہیں: ایک رقیق زرد رنگ کی چیز ـــــ دوم جمی ہوئی سرخ رنگ کی چیز۔ اس سے عقلاً استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اصلی خون میں بھی رگوں کے اندر یہ دونوں چیزیں بصورت اختلاط پائی جاتی ہیں۔

پہلی زرد چیز اگر خلط اصفر، یا، صفراء کی نمائندگی کر رہی ہے، تو دوسری سرخ چیز خلط احمر، یا، خون کی ÷

پھر یہ دونوں چیزیں گو دیکھنے میں سادہ اور کہنے میں محض دو ہیں، مگر حقیقت میں یہ دونوں چیزیں بہت سے کارآمد اور بیکار مرکبات کا ایک پیچیدہ مجموعہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جزء کو علیحدہ کر کے نام بہ نام بتا دینا علم کے اُس دَورِ قدیم میں اگر مشکل تر تھا، تو دورِ جدید میں بھی یہ ایسا زیادہ سہل نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے خوش فہم لوگ دورِ حاضر کے شاندار آلات سے مرعوب ہو کر عقیدہ قائم کئے ہوئے ہیں۔

خون کے ان ہی اجزاء میں سے ایک وہ چیز بھی ہے جسے علامہ مسیحی نے خُیُوط (دھاگے) کی اصطلاح سے یاد کیا ہے:

"گاہے خون میں خُیوط (دھاگے) بھی نظر آتے ہیں"۔

خون کے خیوط کیا ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ
کیا یہ صحیح ہے کہ خون کے اندر خیوط پائے جاتے ہیں، اور کیا جدید معلومات سے انہیں تائید حاصل ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
جدید معلومات اس کا اعتراف کرتی ہیں کہ خون میں ایک چیز پائی جاتی ہے، جو رگوں کے اندر طبعی حالت میں بصورت سیلان و انحلال قائم رہتی ہے، (فائبری نوجن، اُمّ الخیوط)، لیکن جب خون اپنے طبعی ظروف اور طبعی ماحول سے باہر آجاتا ہے، تو وہ مادّہ جمکر دھاگوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس کو فائبرین (لِیفِینٌ) کہا جاتا ہے۔
لفظ فائبرین، جس کا ترجمہ لِیفِین کیا جاتا ہے۔ فائبر سے مشتق ہے، جس کے معنے رِیشہ (لِیفٌ) کے ہیں۔
اِن ریشوں کو انگریزی مؤلفات میں لفظ تھریڈ سے یاد کیا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ دھاگہ (خَیط، خُیُوط، جمع) ہے، جیسا کہ فاضل ہیلی برٹن کے حوالہ میں ابھی آنے والا ہے۔

"سفید تیرنے والی چیز" (طافی ابیض)

سؤال:۔ علامہ مسیحی نے کہا ہے کہ
"گاہے بالائی سطح پر ایک باریک سفید چیز (طافی اَبیَضُ) نظر آتی ہے"۔
یا: "ایک رقیق سفید چیز تیرتی ہوئی نظر آتی ہے"۔
اس "سفید چیز" سے کیا مراد ہے، اور کیا اس کی تائید جدید مسلمات سے حاصل ہے؟

جواب: علامہ مسیحی نے اس بیان میں اپنے اور دیگر اطباء کے مشاہدات بیان کئے ہیں، جو ان کی آنکھوں کے سامنے واقع ہوئے، ان میں مرورِ زمانہ سے عقلی استدلال اور خیالی قیاس کی طرح، تغیر و تبدل کا امکان نہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ خون جب جمنے لگتا ہے، تو بعض اوقات اس کی بالائی سطح پر ایک سفید طبقہ نظر آتا ہے، جس کو انگریزی میں بفی کوٹ[1] کہتے ہیں۔ بفی کوٹ کا عربی ترجمہ دکتور یوحنا ورتبات[2] بیروتی (مؤلف کتاب اصول الفیسولوجیا) نے طبقۃ بیضاء (سفید طبقہ)، اور غمامۃ بیضاء (سفید بادل) کیا ہے۔

(حوالہ کے لئے فاضل ہیلی برٹن، یوحنا ورتبات وغیرہ کے اقوال کا انتظار کیا جائے)۔

علاوہ ازیں علامہ علی حسین گیلانی کے قول میں ابھی آنے والا ہے کہ

"جب خونِ فصد گرم پانی میں لیا جاتا ہے، تو دو قسم کے جسم نمودار ہوتے ہیں؛

(۱) اوپر سفید جسم، انڈے کی سفیدی کے مانند"

(۲) نیچے سیاہ اور غلیظ جسم، دوات کی سیاہی کے مانند"

حاصل یہ ہے کہ "سفید تیرنے والی چیز" سے، جس کا دعوٰے علامہ مسیحی نے کیا ہے، وہ سفید چیز بھی مراد لی جاسکتی ہے، جس کا ذکر علامہ علی حسین گیلانی نے کیا ہے، جو اُس وقت نمودار ہوتی ہے، جب خونِ فصد گرم پانی میں گرایا جاتا ہے، اور جس کو ممدوح نے انڈے کی سفیدی سے مشابہ بتایا ہے۔

خون کے سواوی مواد

سوال: علامہ مسیحی نے مذکورۂ بالا قول میں دعوٰے کیا ہے کہ

---

[1] بفی کوٹ Buffy Coat

[2] دکتور یوحنا ورتبات Doctor John Vertabett

"بسا اوقات ایک غلیظ چیز تلے میں بیٹھ جاتی ہے"۔

اس غلیظ چیز سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے خون کے سوداوی اجزاء مراد ہیں، جن کا رنگ سیاہ ہوا کرتا ہے، جیسا کہ علامہ حسین گیلانی کے قول میں (جو ابھی آنے والا ہے) وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، اور جس میں "جسمِ غلیظ" کے ساتھ "سیاہی" کی قید بھی لگائی گئی ہے۔

اس کے بعد یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ

کیا خون کے اندر اس قسم کے سیاہ اجزاء پائے جاتے ہیں، جن کو علم الاخلاط میں **خلط سوداء** کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے؟

اس کا جواب اثبات میں ہے؛ خون کے اندر سفید اور زرد کے سوا سیاہ رنگ کے اجزاء بھی یقیناً پائے جاتے ہیں، جو طبعی اور غیر طبعی حالات میں سیاہ مناظر پیش کر کے اپنے وجود کا اقرار کراتے ہیں۔

اس موضوع پر پوری شرح و تفصیل کے ساتھ مع اسناد و حوالہ جات "باب سوداء" میں بحث کی جائیگی، جس میں طب قدیم کے مسلمات کے پہلو بہ پہلو طب جدید کے اقوال بھی درج کئے جائیں گے۔

علیٰ ہذا جن چیزوں کے مشاہدہ کا ذکر ابو سہل مسیحی اور علی حسین گیلانی نے کیا ہے؛ مثلاً سفید (زرداب) ـــ ثفل (علقہ) ـــ خیوط (لیفین) ـــ جسم سفید طافی (غمامہ بیضاء) ـــ پورے بسط کے ساتھ مدلل

علامہ علی حسین گیلانی کا قول

ابو سہل مسیحی کی تائید میں

اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ "خون کے اندر مختلف الماہیت اخلاط آمیزش

کی صورت میں پائے جاتے ہیں" قدیم محققین نے متعدد دلائل و مشاہدات پیش کئے ہیں، جن میں کم و بیش فرق ہے۔

ذیل میں علامہ علی حسین گیلانی کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے، جو ابوسہل مسیحی کے مذکورہ بالا قول (حوالہ ۶۸) سے بعض امور میں مشابہ ہے۔ نیز ان اقوال کا مقابلۃً مطالعہ ایک دوسرے کی شرح و تفسیر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

علم الاخلاط سے متعلق بعض امور اگر ابوسہل مسیحی کے قول میں زیادہ واضح ہیں، تو بعض امور علی حسین گیلانی کے قول میں زیادہ بیّن اور روشن ہیں۔

فرماتے ہیں:

حوالہ (۶۹)

"اخلاط کے چار ہونے پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ان سب میں بہترین دلیل" مُشَاهَدَہ ہے"

"چنانچہ فصد کے ذریعے سے جو خون رگوں سے خارج کیا جاتا ہے (اور اسے ایک مدت کے لئے کسی ظرف میں چھوڑ دیا جاتا ہے)، اس کا سَرِ غُوَہ "صفراء" ہے (یعنی اس کا رقیق و لطیف حصہ، جو زردی مائل سیال کی صورت میں ہوتا ہے، صفراء کہلاتا ہے)۔ اس لطیف حصے کی مغائرت "خون" سے ظاہر ہے (جو جمے ہوئے لوتھڑے کی صورت میں ہوتا ہے، اور جس کو عَلَقَہ کہا جاتا ہے)"

"اور جب فصد کا خون گرم پانی میں لیا جاتا ہے، تو (مذکورہ بالا ہر دو اجسام: صفراء و خون کے علاوہ) دو اَور اجسام بھی ظاہر ہوتے ہیں: ایک سفید جسم، انڈے کی سفیدی کے مانند، اور دوسرا سیاہ غلیظ جسم، جو تہ میں بیٹھ جاتا ہے، اور جس کی سیاہی دوات کی سیاہی کے مانند ہوتی ہے۔

اصلی عبارت:

وا جود ما یدل علی کون الاخلاط اربعۃ المشاهدۃ:

فان رغوۃ الدم الخارج بالفصد ھو الصفراء،
ومغایرتھا للدم ظاھرۃ ؛
واذا اخذ دم الفصد فی الماء الحار ظھر
جسمان آخران :
جسم ابیض مثل بیاض البیض؛
وجسم غلیظ اسود راسب کالمداد ؛
(ص۱۱۵ ، شرح قانون از علی حسین گیلانی)

رغوہ سے کیا مراد ہے؟

عربی لغت میں رغوہ کے معنٰی جھاگ اور کف کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے اصلی معنٰی (جھاگ) مراد نہیں ہیں، جس میں ہوا کے بلبلوں کا ہونا ضروری ہے، بلکہ یہاں خون کی اُس زردی مائل مائیت کو لطافت وخفت کی بناء پر رغوہ کہا گیا ہے، جس کو علامہ ابو سہل مسیحی نے صدایال (گوشت کے زرداب) سے تشبیہ دی ہے، اور جس کو طب قدیم کی اصطلاح میں صفراء کا لقب بخشا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ علی حسین گیلانی، شارح قانون فرماتے ہیں :

حوالہ (۷۰)

قول شیخ {صفراء طبعی خون کا رغوہ ہے}
اس کی شرح گیلانی، اس طرح کرتے ہیں :

یعنی وہ لطیف، اجزاء ہیں، جو بلحاظ لطافت وخفت خون سے امتیاز رکھتے ہیں، اور جب کوئی مادّہ (غذائی مادّہ) جگر کے فعل ہضم واحالہ سے خون بننے کے قریب ہوتا ہے، تو یہ لطیف اجزاء اُس (غذائی مادّہ) سے الگ ہو جاتے ہیں، پھر جس طرح بلحاظ خفت ولطافت خون سے یہ اجزاء ممتاز تھے، اسی طرح بلحاظ رنگ ومزہ بھی خون سے ممتاز ہو جاتے ہیں ــــ جس طرح .... پکنے کے دوران

میں سالن اور ہلام کا جھاگ اُس سے جُدا ہوا کرتا، اور اِسی کے بعد ایک خاص امتیازی شان حاصل کیا کرتا ہے، تب اُسے ھُلَام اور رُغوَہ کہا جاتا ہے۔

اصلی عبارت

{والطبعی منھا} ای من الصفراء {رُغوۃُ الدم} ای اجزاء لطیفۃ متمیزۃ من الدم لطافۃ وخفۃً منفصلۃً عن مادۃ حین ما قربت من فعلیۃ الدم بالانطباخ فی الکبد، ثم تتمیز عنہ لوناً وطعماً کما تمیزت خفۃً ولطافۃً؛ کما ان رغوۃ المرقۃ والھلام تنفصل عنہ حین کونہ فی مسلک الحصول بالانطباخ و یتمیز عنہ فیقال ھُلام و رغوۃ +

(صفحہ ۱۲۶ - شرح قانون علی گیلانی)

الغرض متقدمین نے جب امتحاناً خون کو رگوں سے باہر نکال کر اور کسی ظرف میں رکھکر مطالعہ کرنا شروع کیا، اور اس جانچ کے وقت اُنہیں خون کے اندر متعدد چیزیں نظر آئیں، تو اُنہوں نے زرد اور رقیق حصے کو شوربے سے تشبیہ دی، اور خون کے جمے ہوئے لوتھڑے کو بوٹی سے؛ اور پہلے جزء کا نام اُنہوں نے صفراء رکھا +

لہ رُغوہ: اُس چیز کو کہتے ہیں، جو دوسری چیز کے بالائی حصے میں تیرتی رہے، مثلاً دودھ کے بالائی حصے پر مکھن، بوٹی کے اوپر شوربہ۔ الغرض ھُلَام اور رُغوہ دونوں ایک قسم کی سیال غذائیں ہیں، جن کو ہم بالاجمال شوربہ کہ سکتے ہیں۔
ھُلَام کو اردو میں ھلیم بھی کہا جاتا ہے، جس کی ترکیب میں گوشت کے علاوہ نباتی غلے بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

الغرض، جب منشاء ہے علامہ علی حسین گیلانی، سر رغوہ سے جھاگ مراد نہیں ہے، جن میں ہوائی بلبلوں کا ہونا ضروری ہے، بلکہ اس سے وہ رقیق و سیال حصہ مراد ہے، جو اگرچہ خون کے اندر طبعی حالت میں اس طرح نہیں ہوتا، کہ ممتاز طور پر نظر آئے، مگر جب اسے جمنے کا موقعہ ملتا ہے، تو وہ ممتاز طور پر جدا ہو جاتا ہے، پھر یہ رقیق حصہ شوربے کی طرح اگرا و پر رہتا ہے، تو خون کا منجمد لوتھڑا بوٹی کی طرح تلے ہیں۔

علامہ محمود آملی اور رغوہ:

اسی قولِ شیخ کے ذیل میں، شرح کے طور پر، علامہ محمود آملی فرماتے ہیں:

حوالہ (۷۱)

قولِ شیخ: {صفراء طبعی خون کا رغوہ ہے}

علامہ محمود آملی: یہاں صفرار طبعی کو "خون کا رغوہ" مجازاً کہا گیا ہے (حقیقۃً وہ رغوہ، یعنی جھاگ نہیں ہے)؛ کیونکہ رغوہ کا، خواہ کسی چیز کا ہو، وہ دراصل اُس کے لطیف اجزاء ہوتے ہیں، جن کے ساتھ ہوائی اجزاء (بلبلوں کی صورت میں) مخلوط ہوتے ہیں؛ حالانکہ صفراء کی یہ صورت نہیں ہے: صفراء خون کے اس قسم کے لطیف اجزاء نہیں ہیں، جن کے ساتھ ہوائی اجزاء ملے ہوئے ہوں (اور جھاگ کی صورت پیدا کر رہے ہوں)۔

اصلی عبارت

"قوله: {والطبعي منها رغوة الدم}
فيه تجوّز، لان رغوة كل شيء اجزاء لطيفة منه خالطتها اجزاء هوائية؛ والصفراء ليست اجزاء لطيفة للدم خالطتها اجزاء هوائية.

(صفحہ ۱۲۶۔ شرح قانون آملی)

اس کے بعد علامہ محمود آملی اس سوال کی طرف توجہ کرتے ہیں، کہ آخر صفراء کو رغوہ (جھاگ) کیوں کہا گیا، جب کہ یہ حقیقت میں جھاگ نہیں ہے، اور اس کے اندر ہوائی اجزاء، بلبلوں کی صورت میں نہیں ہوتے۔
اس سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ

حوالہ (۲)

چونکہ صفراء کو (بلحاظ خفت و لطافت) بقیہ اخلاط کے ساتھ وہی نسبت ہے، جو آگ کو بقیہ ارکان کے ساتھ ہے، اسلئے وہ دیگر اخلاط کے اوپر تیرتا رہتا ہے (جیسا کہ انجماد خون میں مشاہدہ کیا جاتا ہے)؛ اس لحاظ سے صفراء خون کے جھاگ (رغوہ) کے مانند ہوا۔

لکن لما کانت نسبتها الی بقیة الاخلاط کنسبة النار الی بقیة الارکان، کانت طافیة علیها، فکانت کرغوة الدم۔ (صفحہ ۱۲۶۔ شرح قانون آملی)

00000177 (3295x5651x2 tiff)

تیسرا استدلال

آمیزشِ اخلاط کی تیسری دلیل تمیزِ اخلاط

ابو سہل مسیحی نے اپنے اس دعوے کو کہ

"خون کے ساتھ سارے اخلاط مخلوط صورت میں پائے جاتے ہیں"

اس دلیل سے بھی ثابت کیا ہے کہ

حوالہ (۷۳)

"گاہے خون سے چاروں اخلاط جدا ہو جاتے ہیں، جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سارے اخلاط بدن میں موجود ہیں، اور عروق میں سب کے سب ملے جلے رہتے ہیں"

"علاوہ ازیں ــــ اخلاط کی یہ آمیزش اس طرح بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوائیں ان اخلاط میں سے ایک ایک کو خون سے چھانٹ کرتے اور درست کے ذریعہ خارج کرتی ہیں۔

اصلی عبارت

وقد یتمیز من الدم الاخلاط الاربعة، فیعرف انها کلها فی البدن، وانها فی العروق مختلطة بالدم؛

ویعرف ایضاً من تمییز الادویة واحداً واحداً منها واخراجه بالقیئ والاسهال.

(ق ۲۷/۲ مئة مسیحی)

خلاصۂ قول مذکور:

ابو سہل مسیحی کے مذکورہ قول کا مدعا یہ ہے کہ

"خون کے مختلف اجزاء، جن کو "**اخلاطِ خون**" کہا جاتا ہے، اور جو آمیزش و اخلاط کی صورت میں عروق کے اندر موجود ہوتے ہیں، وہ اس امتزاجی حالت کو ترک کرکے گاہے انفرادی و امتیازی صورت اختیار کرلیتے ہیں؛ اور عروق سے، جو اخلاط کے مجموعہ کا طبعی گھر ہے، ممتاز شان میں باہر نکل کر عجیب وغریب مناظر پیش کیا کرتے ہیں۔ اس طبعی عمل کو تمیّزِ اخلاط (اخلاط کا خون سے جُدا ہو جانا) کہا جاتا ہے، جس کے مشاہدے ہماری آنکھوں کے سامنے بارہا پیش آیا کرتے ہیں۔

"پھر اس تمیزِ اخلاط کی دو صورتیں ہیں:

(الف) گاہے یہ طبعی عمل ادویہ کی تحریک و اعانت سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

(ب) اور گاہے بلا تحریکِ غیرے، نفسِ طبیعت کا ذاتی عمل ہوا کرتا ہے۔

پہلی صورت کو تمیّزِ اخلاط "بالادویہ" کہنا چاہئے، اور دوسری صورت کو تمیّزِ اخلاط بالذّات۔

تَمَیُّزِ اَخلَاط بِالاَدوِیہ:

تمیزِ اخلاط بالادویہ سے مراد یہ ہے کہ جب ہم مسہلات، مقیئات، مُدِرّات بول، مُدِرّات حیض، مُعرّقات، مخرجات بلغم (منفثات) وغیرہ جیسی چیزیں استعمال کرتے ہیں، جن سے مختلف اعضا میں اخراجِ فضلات کی تحریک پیدا ہوتی ہے، گو یہ اعضا جو کچھ خارج کرتے ہیں، یقیناً اسی خون سے لیکر خارج کیا کرتے ہیں، جو عروق کے اندر موجود ہوتا ہے، لیکن بصورتِ اسہال آنتوں کی راہ خون کے جو اجزاء خارج ہوتے ہیں، ضروری نہیں ہے کہ یہ وہی اجزاء ہوں، جو بصورت ادرار بول پیشاب کی راہ خارج ہوا کرتے ہیں —— اور بصورتِ تعریق پسینہ کے ساتھ جو اجزاء برآمد ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہی اجزاء بصورتِ اخراج بلغم (تنفیث) منہ کی راہ تھوک کے ساتھ برآمد ہوں۔

پھر گروہ مسہل ہی کو دیکھا جائے، تو ایک مسہل سے جن اجزاء کے دست آتے ہیں، بسا اوقات دوسری دواء مسہل سے دوسرے رنگ اور ڈھنگ کے دست آتے ہیں، مثلاً سفید، سیاہ، زرد، سبز، سرخ وغیرہ، اسی طرح پیشاب، قے، حیض، تھوک، اور پسینہ وغیرہ کا حال ہے ۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مختلف مقامات اور مختلف اعضاء سے مختلف نوعیت کی چیزیں خارج ہوا کرتی ہیں، تو ابو سہل مسیحی جیسے اطبائے قدیم نے بطور استدلال کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ

چونکہ تمام اعضاء کو ہر قسم کا سامان (مواد تغذیہ و مواد افراز رطوبات) خون ہی سے ملا کرتا ہے، اسلئے بدن سے خارج ہونے والے اِن فضلات میں بھی مختلف نوعیت کے مواد لازماً خون ہی سے آتے ہیں، جو عروق کے اندر امتزاج و آمیزش کی صورت میں پائے جاتے ہیں ۔

اخلاط مختلفہ کے وجود، اور عروق کے اندر بصورت آمیزش، ان کی موجودگی کے لئے یہ ایک روشن دلیل ہے، اور یہ ایک ایسی بدیہی اور زبردست حقیقت ہے، کہ اس سے کوئی طبیب اور معالج، خواہ وہ کسی طریقۂ علاج سے تعلق رکھتا ہو، انکار نہیں کر سکتا ۔

اس امر کی مزید وضاحت ابو سہل مسیحی کے دوسرے قول سے ہوتی ہے، جو بعض دوسرے مفید مطالب پر بھی مشتمل ہے :

حوالہ (۷۴)

"جب ہم ایسی مسہل دوائیں پلاتے ہیں، جن میں (بطور خاص) مختلف اخلاط کے خارج کرنے کی قابلیت ہو، تو یہ اخلاط خون سے چھنٹ کر خارج ہو جاتے ہیں:

" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے اخلاط خون کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں، اور بدن (بدن کے سارے اعضاء) اِن سارے اخلاط سے اپنی اپنی غذاء حاصل کرتا ہے، اور ہر عضو (جس میں ساری جھلیاں، جلد، غشاء مخاطی وغیرہ شامل ہیں، خون سے) اسی مادّہ کو جذب کرتا ہے، جو اس کے لئے (اس کے حالات کے لحاظ سے) مناسب و مشاکل ہوتا ہے۔"

اصلی عبارت :

ومتی سقینا ادویۃ مسہلۃ من شانہا ان تخرج اخلاطا مختلفۃ تمیزت الاخلاط من الدم وخرجت . (ف۵۹ مسیحی)

فاذن کلہا مختلطۃ معا فی العروق، والبدن یغتذی بہا کلہا ویجتذب کل عضو مایشاکلہ . (ف۶۰ مسیحی)

ان مذکورہ دعاوی میں) جو میرے نزدیک سادہ اور بدیہی ہیں؛ اگر کچھ شکوک وشبہات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں، تو اس قسم کے سوالات اگلے ابواب سے خود بخود دور ہوجائینگے +

تمیزِ اخلاط بالذات :

ابوسہل مسیحی کے دعوے کا دوسرا جزء یہ ہے کہ

"گاہے خون کے مختلف اجزاء (اخلاطِ خون) فعل طبیعت سے، بلا تحریک ادویہ وغیرہ. عروق سے از خود خارج ہوکر نمایاں ہوا کرتے ہیں"

یہ کوئی مبہم حقیقت نہیں ہے، جو کسی ادنیٰ یا اعلیٰ طبیب کی نظروں سے اوجھل ہو، اور جس کے ثابت کرنے کیلئے طویل وعریض دلائل وبراہین کا سلسلہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئے. ہر طبیب جانتا ہے کہ صحت ومرض کے گوناگوں حالات میں انواع واقسام کے مواد بول وبراز وغیرہ کے ساتھ خارج ہوا کرتے ہیں؛ جن کے اختلافِ نوعیت وماہیت کا پتہ اِن مواد ورطوبات کے رنگ ڈھنگ اور دیگر خواص سے بیّن طور پر عیاں ہوا کرتا ہے ؛ پائخانہ کے ساتھ گاہے سفید اور لیسدار رطوبات، گاہے زرد وسبز رنگ کی رطوبات، گاہے سرخ

رنگ کی رطوبات، اور گاہے دوات کی سیاہی اور قیر و قطران (ٹار۔تار کول) جیسی سیاہ رطوبات خارج ہوا کرتی ہیں ـــــ علےٰ ہذا پیشاب میں گاہے انڈے کی سفیدی (بیاض بَیض: ماح) جیسے مواد، گاہے زرد مواد، گاہے سرخ، اور گاہے سیاہ مواد برآمد ہوا کرتے ہیں۔

اسی پر حیض و نفاس، اور پسینہ اور تھوک وغیرہ کو بھی قیاس کرنا چاہئے، جن کے ساتھ قسم قسم کی چیزیں برآمد ہوا کرتی ہیں ÷

اس قسم کے حقائق اگر آج ہماری نگاہوں کے سامنے آیا کرتے ہیں، تو سلف صالحین اور قدیم محققین کی متجسس نظروں نے بھی اس قسم کے مناظر ہزارہا بار دیکھے ہیں ÷ الغرض اسی طرح کے مشاہدات سے قدماء فن یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوئے کہ اس قسم کے سارے مواد، جو فضلات کی صورت میں خارج ہوا کرتے ہیں، وہ دراصل خون کے سیلاب میں موجود ہوتے، اور ربانی العروق سے مُتمَیّز ہو کر باہر نمودار ہوا کرتے ہیں، خواہ اس سفر کے درمیانی منازل میں ان کے اندر کوئی جوہری تغیر و استحالہ واقع ہو، یا جوں کے توں، بحالتِ سابقہ خون سے خارج ہو جائیں۔ یہ ایک سادہ، مگر علمی صداقت ہے، جس سے انکار کا تصور بھی کسی دماغ میں پیدا نہیں ہو سکتا، اور ایک طبیب دانائے حال کے علاوہ ایک عامی انسان بھی دن رات کے تجارب میں اسے دیکھا کرتا ہے۔

چوتھا استدلال

تولد جنین میں مختلف الماہیت اخلاط کا دخل

ابو سہل مسیحی نے عروق کے اندر "اخلاط کے باہم مخلوط ہونے" کی چوتھی دلیل یہ پیش کی ہے کہ

حوالہ (۷۵)

"جنین (شکم مادر میں) منی اور خون حیض سے بنتا ہے (جس کے بننے کی مدت رحم میں کم و بیش نو ماہ ہے) ـــــ اور یہ دونوں چیزیں (یعنی منی اور خون حیض) اُسی خون سے حاصل ہوا کرتی ہیں، جو رگوں کے اندر گھرا رہتا ہے (یعنی اخلاطِ مافی العروق سے)"

اصلی عبارت

والجنین یتکوّنُ من المنی ودم الحیض کلاهما من هٰذا الدم المحصور فی العروق.

(ف ۶۱/۶ سنہ مسیحی)

خلاصۂ قول:

اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) "انسانی جنین مختلف قسم کی چیزوں کا مجموعہ ہے، جن کی ماہیتیں ایک دوسرے سے جداگانہ اور ممتاز ہیں۔

(۲) جنین کے بنانے میں دو چیزیں حصہ دار ہیں: منی اور خونِ حیض؛

(۳) "یہ دونوں چیزیں مختلف الماہیت اجزاء کا مجموعہ ہیں، جو اُسی عام خون سے حاصل ہوتی ہیں، جو عروق میں گھرا رہتا ہے"

"اس سے ثابت ہوا کہ عروق کا یہ خون مختلف الماہیت اجزاء کا مجموعہ ہے، جن کو ہم اخلاطِ خون کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر یہ مختلف الخواص اجزاء کا مجموعہ نہ ہوتا، تو یہ امر بعید از قیاس تھا کہ اس سے ایسی چیزیں بن سکتیں، جس کے اندر مختلف الخواص اجزاء موجود ہوں"

00000183 (3265x5591x2 tiff)

خونِ حیض:

"خونِ حیض" سے مراد وہ خون ہے، جو رحم کی غشاءِ مخاطی کی راہ خارج ہوتا ہے۔

منی اور خونِ حیض، دونوں مختلف الخواص رطوبات کا مجموعہ ہیں۔ اس سے نہ قدیم تحقیقات انکار کرسکتی ہیں، اور نہ جدید انکشافات ؛

منی مختلف الاجزاء سے مرکب ہے

منی کے جن اجزاء سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے، وہ اُن اجزاء سے یقیناً جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں، جن سے دماغ، نخاع، اور اعصاب حاصل ہوتے ہیں ــــ علےٰ ہذا منی کے جن اجزاء سے سرخ عضلات بنتے ہیں، وہ یقیناً اُن اجزاء سے جُداگانہ خواص رکھتے ہیں، جن سے نسیج شحمی حاصل ہوتی ہے ــــ اور جن اجزاء سے کالے کالے بال بنتے ہیں، وہ اُن اجزاء سے بلا ریب جُداگانہ حقیقت رکھتے ہیں، جو جگر کی ترکیب جوہری میں داخل ہوتے ہیں ــــ وعلےٰ ہذا دیگر اعضائے مفردہ ومرکبہ کے متخالف الماہیت جواہر بھی لازماً نطفہ کے مخصوص اجزاء ہی سے بن سکتے ہیں ؛

اجزاء منی کے بارہ میں گو انسانی معلومات، قدرت کی دوسری بے شمار حقیقیوں کے ساتھ، بہت ہی محدود اور صفر کے برابر ہیں، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ منی مختلف مقامات (مثلاً خصیہ اور اوعیۂ منی وغیرہ) میں تنضج پاتی ہے، اور ہر جگہ سے کچھ نہ کچھ خصوصیات حاصل کرتی ہے؛ مگر کہاں سے کس قسم کے اجزاء حاصل کرتی ہے، اور وہ اجزاء کن خواص کے حامل ہوتے ہیں، ہمارے موجودہ معلومات اس کا پتہ چلانے سے عاجز ہیں۔

اجزاء منی کو دیکھکر، خواہ اس کے مشاہدہ کے لئے ہم اعلیٰ ترین خردبین کام میں لائیں، اور علم کیمیا کے دقیق ترین ذرائع استعمال کریں، ہم یہ نہیں بتاسکتے کہ

(۱) اس سے مذکر کی تولید ہوگی، یا مؤنث کی ــــ

(۲) اس سے بچہ سیاہ فام بنیگا، سرخ وسفید ــــ

(۳) یہ کسی گورے آدمی کی منی ہے، یا کالے کی ـــــ
(۴) اس کے کس جزء سے دل بنیگا، کس سے دماغ، اور کس سے جگر ـــــ
وعلیٰ ہذا القیاس دوسرے اعضاء۔

لیکن اگر ہمارے معلومات اس بارہ میں محدود ہیں، اور ہمارے ذرائع ان حقائق کے ادراک سے عاجز، تو اس کے معنے یہ نہیں کہ
منی کے جس قسم کے جزء سے دل بنتا ہے، اسی قسم کے جزء سے دماغ تیار ہوتا ہے ـــــ جس نطفہ سے لڑکی پیدا ہوتی ہے، وہ قطعاً اُس نطفہ سے جداگانہ نہیں، جس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے ـــــ جس منی سے سیہ فام بچہ پیدا ہوتا ہے، اُس کے اجزاء اُس منی سے بالکل مطابق ہوتے ہیں، جس سے سفید فام بچہ کی ولادت ہوتی ہے۔

ان موٹی باتوں کے ساتھ اگر دوسرے دقیق امور کو شامل کرلیا جائے کہ والدین اور صلبی رشتہ داروں کی خصوصیات مولود میں کس طرح منتقل ہوتی ہیں، تو یہ مسئلہ حد سے بہت دور گزر کر نزاکت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے لیکن ہماری لاعلمی اور بے بسی کے باوجود بہرصورت تسلیم کرنا پڑیگا کہ یقیناً وہ خصوصیات نطفہ کے کسی خاص حصہ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، جن کو ہم **وراثی خصوصیات** کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں، اور جس کے فلسفہ کو ہم جتنی گہرائی میں ڈوب کر سوچنا چاہتے ہیں، اُسی قدر زیادہ حیرت و استعجاب میں غرق ہوجاتے اور صانع قدرت کی بے پناہ قوت اور ناقابل فہم صنعت کے قائل ہونے پر مجبور ہوتے ہیں +

لیکن ان دقیق اور ناقابل فہم و بیان اختلافات کے علاوہ اگر مادۂ منویہ کو خون اور دودھ کی طرح سادہ طور پر خردبین وغیرہ کے ذریعہ یوں بھی دیکھا جائے، تو یہ مختلف الخواص اجزاء کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے: ـــــ کچھ اجزاء ماء الجبن کی طرح رقیق و سیال ہوتے ہیں، تو کچھ مخصوص شکل کے اجزاء مقابلتہً جامد و کثیف ـــــ پھر اکثر اوقات اگر اس میں نمایاں طور پر سفیدی غالب ہوا کرتی ہے،

00000185 (3352x5715x2 tiff)

تو بعض اوقات کسی خاص رنگ سے رنگین ہوتا ہے ـــــ اسی طرح باہر آنے کے بعد اس میں خون کے دھاگوں (لیفین) کے مانند کچھ ریشے پائے جاتے ہیں، جو کسی مادّہ کے انجماد سے حاصل ہوتے ہیں ÷

الغرض ابو سہل مسیحی کا یہ خیال متعدد پہلوؤں سے صحیح ہے کہ

"منی مختلف الماہیت اجزاء و جواہر کا مجموعہ ہے"۔

خون حیض میں مختلف الماہیت اجزاء

رہا خون حیض، یا وہ خون جو رحم کی دیواروں سے مترشح ہوا کرتا ہے، اس کے اندر مختلف الخواص اجزاء کا پایا جانا، تو یہ ایک بدیہی واقعہ ہے، اور ابو سہل مسیحی کا یہ سادہ دعوےٰ بھی ہر گروہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اس خون کا سرچشمہ وہی عام بدن کا خون ہے، جو رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔

علےٰ ہذا منی اور خونِ حیض، یا دیوارِ رحم کے خون سے جنین کا بننا، تو چونکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے، اسلئے اس میں دقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہر گروہ تسلیم کرتا ہے کہ

منی یہ منی کا کوئی حقیر جزء، جنین کے تولّد میں، اصلی تخم اور بنیادی بیج کا درجہ رکھتا ہے، اور ماں کا خون، جو رحم کی دیواروں سے خارج ہو کر اصلی تخم تک پہونچتا ہے، ابتدائی نطفہ کو پرورش کا سامان مہیا کرتا ہے، جس سے بچہ اندر ہی اندر نشوو ارتقاء کے مدارج طے کرتا، اور ایک خاص مدت (مدتِ حمل) ختم کرنے کے بعد، اپنا مخصوص وزن و حجم اور قوت و طاقت حاصل کرکے رحم سے برآمد ہوتا ہے۔

پانچواں استدلال

دودھ اور اَخلاط

ابو سہل مسیحیؔ نے اس امر کے ثبوت میں کہ

" خون کے اندر مختلف اخلاط آمیزش کی صورت میں پائے جاتے ہیں "

پانچویں دلیل یہ قائم کی ہے کہ

حوالہ (۷۹)

" شکم مادر (رحم) سے باہر آنے کے بعد بچہ کی غذاء (خون رحم کی بجائے) دودھ ہوجاتی ہے — اور دودھ اسی خون سے بنتا ہے (جو عروق میں محصور ہوتا ہے)۔ اور یہ معلوم ہے کہ دودھ میں مختلف اقسام کے جواہر و مواد پائے جاتے ہیں، جو ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں "

اصلی عبارت :

وغذاء الطفل بعد الولادة اللبن. واللبن متكون من هذا الدم، ويوجد فيه جواهر مختلفة يتميز بعضها من بعض +

(ف ۶۲/۲ مئۃ مسیحی)

اس سے یقیناً نتیجہ نکلتا ہے کہ خون گو دیکھنے میں یک رنگ و یک قوام ہے، مگر درحقیقت یہ مختلف الماہیت اجزاء کا مجموعہ ہے — اگر ایسا نہ ہوتا تو دودھ میں مختلف اقسام کے جواہر کہاں سے آتے؛ دودھ میں جو کچھ سرمایہ پایا جاتا ہے، وہ سارے کا سارا خون ہی سے آتا ہے۔

دودھ اور خون میں باہمی مشابہت

بحث اخلاط میں ابو سہل مسیحی نے دودھ کو خلط محصور فی العروق (خون) سے تشبیہ دی ہے، جس سے یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ

" جس طرح خون متعدد اجزاء (اخلاط) کا مجموعہ ہے، جو بعض اوقات ایک دوسرے سے جدا بھی ہو جاتے ہیں؛ اسی طرح دودھ بھی متعدد جواہر سے مرکب ہے،

00000187 (3275x5669x2 tiff)

جو آمیزش کی صورت میں دودھ کے اندر پائے جاتے، اور جو ایک دوسرے سے جُدا بھی ہوسکتے ہیں"۔

فرماتے ہیں :۔

حوالہ (۷۷)

" **دودھ**، جو بچہ کی غذا ہے، اُس خلط سے مشابہ ہے، جو عروق میں محصور ہوتی، اور جو چاروں اخلاط سے مرکب ہوتی ہے۔ چنانچہ دودھ میں ایک رقیق چیز پانی جیسی ہوتی ہے (جس کو ماء الجُبن کہا جاتا ہے) ـــ ایک غلیظ چیز ہوتی ہے (جس کو جُبن، یا، پنیر کہا جاتا ہے) اور ایک روغنی چیز ہوتی ہے (جس کو سَرَ دبلہ، یا، مکھن کہا جاتا ہے)۔ یہ ساری چیزیں دودھ میں ملی جلی ہوتی ہیں؛ اور جب اِن میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جُدا کرنیکی کوشش کی جاتی ہے، تو یہ جُدا ہو جاتی ہے"۔

اصلی عبارت :

واللبن الذی هو غذاء الطفل شبیه بالخلط المحصور فی العروق، المرکب من الاخلاط الاربعة. وذلک أنّ فی اللبن شیئاً مائیاً رقیقاً، وشیئاً غلیظاً، وشیئاً دسماً، وکلها فی اللبن ممتزجة مختلطة، واذا مُیِّز بعض هذه من بعضٍ تمیّز۔ (مِئہ مسیحی)

خلاصۂ قول :

ابوسہل مسیحی کے مذکورہ بالا قول کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) جس طرح دودھ مختلف اجزاء کا مخلوط (آمیزہ) ہے، جن کے خواص ایک دوسرے سے جُدا ہوتے ہیں، اسی طرح خون میں بھی متعدد جواہر پائے جاتے

00000188 (3552x5618x2 tiff)

ہیں، جو اپنی خصوصیات میں ایک دوسرے سے امتیاز خاص رکھتے ہیں۔

(۲) دودھ میں جو اجزا رپائے جاتے ہیں، اساسی طور پر خون ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

مثلاً دودھ کے اندر اگر روغنی مواد پائے جاتے ہیں، تو اس کا مدعا یہ ہے کہ خون کے اندر بھی دُہنیت پائی جاتی ہے، جو منجذب ہو کر دودھ کے دیگر اجزاء میں شامل ہو جاتی ہے +

الغرض اس خلاصہ کے دو اجزاء ہوئے، جن میں سے پہلے جزء کا مدعا یہ ہے کہ "خون اور دودھ باہم متشابہ ہیں"

اس سادہ مسئلہ پر اگر علمی حیثیت سے اور تفصیل کے ساتھ غور کیا جائے، تو تشابہ کے بہت سے عجیب وغریب پہلو نکل آتے ہیں، اور ابو سہل کا یہ مختصر قول معانی کا ایک سمندر اپنے دامن کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے، جس کی شرح وتفصیل کا یہ موقعہ نہیں — مثالاً چند باتیں درج کی جاتی ہیں:

(الف) جس طرح دودھ خاص حالات میں جم جایا کرتا ہے؛ اسی طرح خون میں یہ قابلیت ہے کہ مثلاً جب وہ رگوں سے باہر نکل آتا ہے، تو وہ انجمادی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(ب) پھر جس طرح دودھ کے جمنے کے بعد اس سے ایک قسم کی مائیت (ماء الجبن: مصل) علٰحدہ ہو جاتی؛ اور منجمد اجزاء ممتاز ہو جاتے ہیں، اسی طرح خون کے انجماد کے بعد بھی ایک قسم کی مائیت جدا ہو جاتی ہے، اور منجمد لوتھڑا الگ نظر آتا ہے۔

(ج) دودھ کی مائیت میں جس طرح متعدد چیزیں گھلی ملی ہوتی ہیں، مثلاً نمک اور شکر وغیرہ جیسے اجزاء؛ اسی طرح خون کی مائیت میں بھی متعدد چیزیں (از قسم نمک وشکر وغیرہ) محلول ہوا کرتی ہیں۔

(د) خون اگر اجزاء کے لحاظ سے اسقدر دولت مند ہے کہ اس سے تمام اعضاء اپنی اپنی مخصوص خوراک حاصل کر لیا کرتے ہیں، تو دودھ بھی اس بارہ میں نادار نہیں معلوم ہوتا، بچپن کے زمانہ میں بچہ کی فطری خوراک محض دودھ ہے،

اگر اس میں وہ تمام اجزاء مہیا نہ ہوں، جن سے خون کے تمام اجزاء بن سکیں، تو بچہ میں گزشتہ دنیا میں طرح طرح کے خلل واقع ہوں؛ حالانکہ بچپن میں نمو کی رفتار جس حیرت انگیز سرعت کے ساتھ جاری رہتی ہے، وہ عمر کے کسی دوسرے حصے کو نصیب نہیں۔

الغرض دودھ اور خون گویا ایک دوسرے کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں۔

دودھ اگر خون سے بنتا ہے، تو بچپن کے زمانہ میں، جب کہ بچہ کی خوراک محض دودھ ہوتی ہے، خون بھی دودھ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خون میں اگر تین اہم اجزاء، لحمیت، دُہنیت، اور شکریت پائی جاتی ہے تو دودھ بھی اُن میں سے کسی جزء سے خالی نہیں ہے؛ ان بنیادی اجزاء کے ساتھ اگر خون میں کچھ نمکین اجزاء (بورقیت) پائے جاتے ہیں، تو دودھ بھی اس قسم کے بورقی اجزاء سے محروم نہیں ہے۔

خون میں اگر پانی کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے، تو دودھ میں بھی پانی کی مقدار دوسرے اجزاء کے مقابلہ میں کافی ہوتی ہے۔

ان وجوہ کے علاوہ مشابہتِ فیما بین کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں، جن کو اس موقعہ پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

باب (۹)

اَخلاط کی باہمی آمیزش

(مُسَلسَل)

اس باب میں مسلمات جدیدہ کی رو سے اُن دعووں کے ثبوت پیش کئے جاتے ہیں، جو آٹھویں باب میں مذکور ہیں۔

خون ایک مزتیج ہے

طب جدید میں خون کی اجمالی تعریف

طب جدید کی معتبر کتاب المنافع (ہیلی برٹن کی فزیالوجی) میں خون سے اجمالاً اس طرح تعارف کرایا گیا ہے :

حوالہ (۷۸)

؎ خون ایک سیال قسم کی درمیانی چیز (یا سیال قسم کی زمین) ہے، جس کے

00000191 (3245x5628x2 tiff)

توسّط سے بدن کی تمام ساختیں، براہ راست یا بالواسطہ، تغذیہ حاصل کرتی ہیں؛ اور جس کے توسّط سے وہ مواد، جو انسجۂ اعضاء کے تغیر و استحالہ کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں، اور جو بدنی افعال میں مزید فائدہ کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ اعضائے نافضہ (فضلات پھینکنے والے اعضاء) تک پہونچا دئے جاتے ہیں۔

یہ ایک قدرے لیسدار رطوبت ہے، اور انسان میں، اور دوسرے ریڑھ کی ہڈی رکھنے والے تمام حیوانات میں (بہ استثناء دو جانوروں کے [1]) رنگ میں سرخ ہوا کرتا ہے۔

یہ ایک زردی مائل رطوبت پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جسے پلازما (سُلالہ) یا، لائکر سنگوئی نِس (سائل دموی) کہا جاتا ہے، اور جس میں بے شمار خون کے دانے (جُسَیمات دَمَوِیہ) تیرتے رہتے ہیں، ان میں سے بیشتر دانے رنگین ہوتے ہیں، جن کی موجودگی سے خون میں سُرخ رنگت حاصل ہوتی ہے۔

سرخ دانوں کے ساتھ بے رنگ (یا، سفید) دانوں کی بھی کچھ تعداد اور کچھ بہت ہی باریک اجزاء پائے جاتے ہیں، جن کو خون کے صَفِیحات [2] کہا جاتا ہے۔

The blood is the fluid medium by means of which all the tissues of the body are directly or indirectly nourished; by means of it also such of the materials resulting from the metabolism of the tissues which are of no further use in the economy are carried to the excretory organs.

It is a somewhat viscid fluid, and in man and

---

[1] اِن دو جانوروں کے غیر معروف نام یہ ہیں، (۱) امفی آکسس؛ (۲) لپ ٹوسے فَلَس۔

[2] صَفِیحاتِ دَمَوِیہ، بلڈ پلیٹ لٹز خون کے باریک باریک پرت۔

in all other vertebrate animals, ⋇ with the exception of two, is red in colour.

It consist of a yellowish fluid, called **Plasma** or **Liquor Sanguinis**, in which are suspended numerous **blood corpuscles**, the majority of which are coloured, and it is to their presence that the red colour of the blood is due.

In addition to the **red corpuscles**, there are a small number of **colourless** corpuscles, and some extremely small particles called **blood-platelets**.

(page 467. Halliburton's Physiology Edition 17.)

اس قول کا پہلا حصہ ابوسہل مسیحی کے اس دعوے[۲] کی ، دوسرے الفاظ میں ، ترجمانی ہے کہ

"خون کے اندر سارے اخلاط ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں، اور بدن (اور اس کا ہر جزو) ان سارے اخلاط سے اپنی اپنی غذا ، حاصل کرتا ہے، اور ہر عضو (جس میں ساری گلٹیاں ، جھلیاں ، اور جلد وغیرہ شامل ہیں، خون سے) اسی مادّہ کو جذب کرتا ہے ، جو اس کے لئے (اس کے حالات کے لحاظ سے) مناسب ہوتا ہے۔"

ابوسہل مسیحی کے اس قول کو ، سہولتِ تنقیح کے لئے ، دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :

پہلا حصہ : خون ایک خلیط (مخلط : آمیزہ) ہے ، جس کے اندر متعدد اجزا اور مواد پائے جاتے ہیں ، اور جن کو **اخلاطِ خون** کہا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ : خون کے دو فوائد ہیں ، (ا) تمام بدن کا تغذیہ خون کے انہیں اجزا سے حاصل ہوتا ہے۔

⋇ The amphioxus and the leptocephalus.

[۲] ملاحظہ ہو : حوالہ (۴۷)۔

(ب) اس کے علاوہ ہر عضو خون سے اُسی مادّہ کو جذب کرتا ہے، جو اُس کیلئے مناسب ہے۔

پہلے حصے کا ثبوت :

خون کے خلیط ہونے، یعنی مختلف مواد کے مجموعہ ہونے کا ادّعاء، علاوہ دوسرے مقامات کی تصریحات کے، علامہ ہیلی برٹن کے اس قول میں موجود ہے؛ وہ فرماتے ہیں کہ :

خون وہ سیّال ہے، جس کے توسط سے بدن کی تمام ساختیں تغذیہ حاصل کرتی ہیں، اور جس کے توسط سے وہ مواد (از قبیل فضلات وغیرہ) جو اعضاء کے تغیر و استحالہ (ہضم عضوی) کے نتیجہ میں حاصل ہوا کرتے ہیں، اور جو بدنی افعال میں مزید فائدہ کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ اُن اعضاء تک پہونچا دیے جاتے ہیں، جو اِن مواد کو خارج کر دیا کرتے ہیں۔

اس قول سے ظاہر ہے کہ "خون کے اندر، علاوہ اُن کارآمد اجزاء کے، جو تمام بدن کی ساختوں کے تغذیہ میں کام آتے ہیں، وہ ناکارہ مواد بھی پائے جاتے ہیں، جو از قبیل فضلات اعضاء کی ساختوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں"!

جب اتنی قسم کی کارآمد اور بے کار چیزیں خون کے اندر پائی جاتی ہیں، تو اس کے خلیط ہونے میں کیا شبہہ باقی رہ سکتا ہے۔

دوسرے حصے کا ثبوت :

ابو سہل مسیحی کے مذکورہ قول کا دوسرا حصہ دراصل خون کے فوائد سے وابستہ ہے، جس کی تفصیل مابعد میں آنے والی ہے، اس موقعہ پر خون کے متعدد فوائد میں سے محض دو کا ذکر کیا گیا ہے :

(ا) خون کے مختلف اجزاء سے بدن کا تغذیہ حاصل کرنا۔
(ب) خون کے مختلف اجزاء کا ہر عضو کی طرف منجذب ہونا۔

پہلے فائدہ (ا) میں کسی بحث وگفتگو کی ضرورت نہیں۔

رہا دوسرا فائدہ (ب)، یعنی خون کے مختلف اجزاء واخلاط کا ہر عضو کی طرف حسب مناسبت ومشاکلت منجذب ہونا: اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح خون کے مفید اور کارآمد اخلاط بدن کے ہر حصے میں منجذب ہو کر اُس کے تغذیہ کی خدمت انجام دیا کرتے ہیں، اسی طرح خون میں دوسرے قسم کے مواد بھی پائے جاتے ہیں، جن میں سے کچھ مخصوص اخلاط گردوں کی طرف منجذب ہو کر پیشاب کی صورت میں خارج ہوتے ہیں؛ کچھ مخصوص مواد امعاء کی غشاء مخاطی کی طرف منجذب ہو کر براز کے ساتھ خارج ہوتے ہیں؛ کچھ مخصوص اجزاء جِلد کی طرف منجذب ہو کر پسینہ کی صورت میں خارج ہوتے ہیں؛ اور کچھ مخصوص مواد (جن کو قطعاً بے کار کہنا بھی مشکل ہے) چھاتیوں اور خُصیتَین کی طرف جاکر دودھ اور منی کی صورت اختیار کرلیا کرتے ہیں ـــ وعلیٰ ہذا القیاس۔

فاضل ہیلی برٹن کے مندرجہ بالا قول میں بھی دو باتیں مذکور ہیں:

(ا) خون کے کارآمد اجزاء سے بدن کی تمام ساختوں کا تغذیہ حاصل ہونا۔

(ب) خون کے بے کار اجزاء کا اُن اعضاء تک پہونچنا جو اِن فضلات کو خارج کیا کرتے ہیں۔

رہا دودھ اور منی جیسی چیزوں کا بننا، جو خون ہی کے مختلف اخلاط و مواد سے ممکن ہے، اس کو فائدہ اَلف میں شامل کیا جائے، یا فائدہ ب میں۔ علامہ ابوسہل مسیحی[1] کے بیان کے لحاظ سے یہ فائدہ ب میں کسی قباحت کے بغیر داخل ہے، خواہ خون کے اِن اجزاء کو، جن سے یہ دونوں چیزیں حاصل ہوا کرتی ہیں، کارآمد کہا جائے، یا فضلہ۔ لیکن فاضل ہیلی برٹن کے بیان کے لحاظ سے اِن دو میں سے کسی ایک میں داخل کرنا دشواری سے خالی نہیں، کیونکہ جن اجزاء سے دودھ اور منی جیسی چیزیں حاصل ہوا کرتی ہیں، ان کے بارہ میں یہ کہنا کہ

"وہ بدنی افعال میں مزید فائدہ کی صلاحیت نہیں رکھتے"

موردِ شکوک وشبہات بن سکتا ہے۔

[1] ابوسہل مسیحی کی تصریحات کے لئے ملاحظہ ہو، حوالہ ۶۴ و ۷۶، باب (۸)

لیکن یہ حقیقت ہے کہ...... دونوں طبیں اس دعوے کو تسلیم کرتی ہیں کہ دودھ اور منی جیسی چیزیں بھی خون ہی کے مواد سے حاصل ہوا کرتی ہیں، جس کو اگر اس موقعہ پر نہیں، تو دوسرے مواقع پر ہر فریق نے وضاحت سے بتا دیا ہے، اس لئے اس میں زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ۔

سُلالہ (سائل دموی)

فاضل ہیلی برٹن کے قول کا دوسرا جز و خون کی ترکیب کو اجمالاً بتاتا ہے، جس میں مذکور ہے کہ

"خون ایک زردی مائل رطوبت پر مشتمل ہوا کرتا ہے، جسے پلازما (سُلالہ) یا لائکر سنگوئی نس (سائل دموی) کہا جاتا ہے، اور جس میں بے شمار خون کے دانے (جُسَیْمات دمویہ: بلڈ کارپسلز) تیرتے رہتے ہیں۔ اِن میں سے بیشتر دانے رنگین ہوتے ہیں، جن کی موجودگی سے خون میں سرخ رنگت حاصل ہوتی ہے "

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس زردی مائل رطوبت کو طب جدید کی اصطلاح میں اس وقت پلازما (سُلالہ)، یا، لائکر سنگوئی نس (سائل دموی) کہا جا رہا ہے، یہ کیا چیز ہے، اور کیا ابو سہل مسیحی نے اپنے اقوال ماسبق میں کسی طور پر اس کا ذکر کیا ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہی چیز ہے، جس کا ذکر حوالہ (۶۸) میں اس طرح آیا ہے :

خون میں ایک چیز زردآب (صَلَابیل، آب خون) جیسی پائی جاتی ہے، جو اُس پانی کے مانند ہے، جو دودھ میں پایا جاتا ہے (مَاءُ الجُبن)، (اور جو دودھ کے جمنے کے بعد ایک خاص صورت میں الگ ہو جاتا ہے)۔

یہ بھی واضح رہے کہ خون کے اس زردی مائل لطیف حصے کو پلازما (سُلالہ) یا لائکر سنگوئی نس (سائل دموی) اُس وقت تک کہا جاتا ہے،

جب تک یہ خون کے اندر اصلی حالت میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن جب خون کے انجماد کے بعد یہ زردی مائل سیال الگ ہو جاتا ہے، تو اس کا نام اب بلڈ سیرم (مَصل دَموی) ہو جاتا ہے، جیسا کہ اگلے بیانات میں آنے والا ہے۔

خون کے دانے؛ جُبَیمات دمویہ

جس کا ذکر ہیلی برٹن کے مذکورہ قول کے اخیر حصص میں آیا ہے۔

جُبَیمات: چھوٹے چھوٹے اجسام۔ یہ لفظ دراصل عربی نحو کے قاعدے سے صیغہ تصغیر ہے، جو جسم سے بنایا گیا ہے، اور جس سے اس کے مفہوم میں چھوٹا پن داخل ہو گیا ہے۔

دَموِیہ: خون والے، خون سے متعلق، لفظ دَم کی طرف منسوب۔

خون کے سرخ و سفید دانے، یا جُبَیماتِ دمویہ[1] کی اصطلاح اس وقت بنی، جب آلۂ خردبین کی امداد سے خون کو دیکھا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ خون کے اندر ان دانوں کا وجود اُسی وقت محسوس ہوا کرتا ہے، جب خون کے قطرہ کو خردبین میں رکھکر معائنہ کیا جاتا ہے، ننگی آنکھ سے ہرگز ان کا پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے یہ ایک اضافہ اور شرح و بسط ہے، جو خردبین کی خردہ گیری نے پیدا کر دی ہے۔ اس سے متقدمین کے کسی دعوے اور مسلمہ کی شکست نہیں ہوتی۔

خون کے سرخ و سفید دانے کس قسم کے خدمات انجام دیتے ہیں، اس کا تفصیلی تذکرہ آئندہ مباحث میں آئیگا۔ اس کے لئے یہ موقع مناسب نہیں۔

———(+)———

عَلَقہ، صدید، اور خیوط

فاضل ہیلی برٹن "انجمادِ خون" کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:

---

[1] جُبَیماتِ دمویہ: بلڈ کارپسلز۔

حوالہ (۷۹)

" خون جب جسم سے باہر خارج ہوتا ہے، تو تیزی کے ساتھ اس کی لزوجت و غلظت میں اضافہ ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ وہ جمے ہوئے سرخ فالودہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ یہ فالودہ (جما ہوا لوتھڑا) جلد ہی سکڑنا شروع ہوجاتا ہے، جس سے بھوسے کے رنگ کی ایک زردی مائل رطوبت[1] خارج ہوتی ہے، جس کو سیرم (مصل، ماء الجبن) کہا جاتا ہے"۔

" خوردبین سے معائنہ کرنے پر (تار عنکبوت سے) باریک باریک ریشے، یا دھاگے نظر آتے ہیں، جو پورے سیال میں جالہ بناتے ہیں، ان میں سے بیشتر صفیحات دمویہ (بلڈ پلیٹ لیٹس) کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے شعاعی طور پر پھیلتے ہیں"۔

" یہ دھاگے خون کے جُسیمات کو الجھا کر پھانس لیتے ہیں، جس سے خون جمے ہوئے لوتھڑے (کلاٹ، علقہ) کی شکل اختیار کرلیتا ہے، یہ دھاگے ایک قسم کے لحمی مادّہ (پروٹین سبسٹنس) پر مشتمل ہوتے ہیں، جس کو فائبرین (لیفین) کہا جاتا ہے، اور فائبرین کا بننا ہی انجماد خون کا بنیادی عمل ہے"۔

" فائبرین (لیفین) سائل دموی سے بنتی ہے، اور اس کا اس طرح خالص طور پر حاصل کرنا ممکن ہے کہ یہ جُسیمات، سے آزاد ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے خون کے سیال سے جُسیمات کو ان ذرائع سے الگ کردیا جائے، جو ہم ابھی بتائینگے، اس کے بعد سائل دموی کو جمنے کا موقعہ دیا جائے"۔

" یہ اس طرح بھی خون سے حاصل کی جاسکتی ہے کہ باریک تنکوں (سینکوں) کے مجموعہ سے خون کو پھینٹا جائے، اس سے فائبرین (لیفین) تنکوں کیساتھ چمٹ جائیگی، اس کے ساتھ گو چند جُسیمات اُلجھے ہوئے ہونگے، مگر وہ اس طرح

[1] کودن تبنی، اسٹراکلر (تبن، بھوسا) وہ رنگ جو بھوسے کو پانی میں بھگونے سے حاصل ہوتا ہے۔

دور کئے جا سکتے ہیں کہ اس عمل کے بعد اس کو پانی سے دھو لیا جائے۔"

(ہیلی برٹن فزیالوجی، صفحہ ۴۶۹ تنقیح ۱۷)

اصلی عبارت

After the blood is shed it rapidly becomes more Viscous and then sets in to a firm red jelly. The jelly soon contracts and squeezes out a straw-coloured fluid called the serum.

With the microscope, or fine threads ar seen forming a network throughout the fluid, many radiating from small clumps of blood- platelets.

These threads entnagle the corpuscles, and so the clot is formed. The threads are composed of a Protein substance called fibrin, and the formation of fibrin is the essential act of coagul- tion. Fibrin is formed from the Plasma, and may be obtained free from corpuscles when Plasma is allowed to clot, the corpuscles having previously been removed by methods we shall immediately studay.

It may also be obtained from blood by whipping it with a bunch of twigs; the fibrin adheres to the twigs and entangles but few corpuscles; these many be removed by subsequent washing with water.

Halliburton's Physiology
P. 469, ED: 17

Serun is plasma, Minus the fibrin which it forms.

(P. 470 E. 17.)

توضیح و تطبیق

فاضل فرنگی کے مذکورہ بالا قول میں تین چیزوں کا ذکر آیا ہے:

(۱) سُرخ فالودہ: رِڈ جیلی)، یعنی خون کا منجمد لوتھڑا جس کو کُتلۂ مُنجَمِدہ، کُتلۂ دَموِیّہ اور عَلَقہ بھی کہا جاتا ہے۔
(۲) مَصل (بلڈ سیرم)، جس کو خون کا زرد پانی کہنا چاہئے۔
(۳) لِیفِین (فائبرین)، جو خردبین میں مکڑی کے جالے کی طرح باریک باریک نازک تاروں، یا دھاگوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ یہ تینوں چیزیں وہی ہیں، جن کا ذکر ابوسہل مسیحی نے حوالہ (۶۸) اور دیگر اقوال میں کیا ہے:

عَلَقہ، مَصل، اور خیُوط

پہلی چیز (سُرخ فالودہ[۱]) کو علامہ مسیحی نے ثُفل اور گاد کے نام سے ذکر کیا ہے، اور اس کو دودھ کے پنیر سے تشبیہ دی ہے۔ اسی کو عَلَقہ یا خون کا منجمد لوتھڑا کہا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو حوالہ ۶۸)

دوسری چیز (مَصلُ الدَّم[۲]) کو علامہ مسیحی نے اس طرح بتایا ہے کہ

"خون میں ایک چیز زرداب (صَدِید) جیسی پائی جاتی ہے، جو اس پانی کے مشابہ ہے، جو دودھ میں پایا جاتا ہے"۔

اور جو دودھ کے جم جانے کے بعد اس سے الگ ہو جاتا ہے۔

حوالہ (۶۸) اور اس کی تفصیلات میں بتایا گیا ہے کہ اس زرد پانی کا متقدمین نے مختلف طرز بیان سے ذکر کیا ہے، اور اس کے مختلف نام رکھے گئے ہیں، مثلاً صدید (زرد آب) کے علاوہ اسے لطافت کی وجہ سے مُرغوۃ الدم بھی

---

[۱] سرخ فالودہ: رِڈ جیلی
[۲] مَصلُ الدَّم: بلڈ سیرم۔

کہاجاتا ہے +

وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسی زرد جزء کو اطبائے قدیم " خون کی خلط اصفر " یا، صفراء بھی کہتے ہیں +

تیسری چیز (لیفین ، فائبرین) کو علامہ مسیحی نے خُیُوط کے نام سے ذکر کیا ہے، جس کے معنےٰ دھاگے کے ہیں ۔

وہ مادّہ جس سے یہ دھاگے بنتے ہیں، اصلی حالت میں خون کے اندر محلول صورت میں ہوتے ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے اشارہ کیا گیا ہے ۔ پھر جب خون رگوں سے باہر خارج ہوتا ہے، تو وہ مادّہ جم کر باریک باریک نازک تاروں کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو اکثر اوقات اپنی باریکی کی وجہ سے، اور خون کے سرخ مادّہ کے ساتھ اُلجھے ہوئے ہونے کی وجہ سے معمولی آنکھوں سے نظر نہیں آتے ۔ لیکن بعض اوقات اس کے باریک تار باہم مل جُل کر نسبتۃً موٹے ہو جاتے ہیں، جو معمولی نگاہ سے (خردبین کی امداد کے بغیر) دکھائی دیتے ہیں ۔ اسی وجہ سے علامہ مسیحی نے اپنے قول میں " گاہے " کی قید لگائی ہے، کہ

" گاہے خون میں خُیُوط (دھاگے) بھی نظر آتے ہیں "

جو بالکل صحیح ہے ۔

اسی وجہ سے خون کی وہ مائیت، جو خون کے جمنے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اور وہ مائیت، جو طبعاً خون کے اندر پائی جاتی ہے، دونوں باہم اس مادّہ کے انحلال و عدم انحلال کے لحاظ سے اختلاف رکھتے ہیں ۔

اصلی حالت میں اُس مائیت خون کے اندر یہ مادّہ منحل صورت میں موجود ہوتا ہے، اور خون کے خارج ہونے کے بعد جو مائیت خون کے لوتھڑے سے حاصل ہوتی ہے، وہ اس مادّہ سے سراسر خالی ہوتی ہے ۔

اسی فرق و امتیاز کو بتانے کے لئے دو نام وضع کئے گئے ہیں :-

(۱) سائل دموی، یا سَلَا کُلَہ (لائکر سنگوئی نس، یا پلازما) :

یہ دونوں نام خون کی اُس اصلی اور طبعی مائیت کے لئے وضع کئے گئے ہیں، جو خون کے اندر پائی جاتی ہے، جس کے اندر باقی تمام منحل اجزاء کے ساتھ لیفین

00000201 (3246x5565x2 tiff)

(فائبرین: خُیُوط) کا مادّہ بھی گھلا ملا ہوتا ہے۔

(۲) مَصْلُ الدَّم (بلڈ سیرم) اُس مائیت کو کہا جاتا ہے، جو خون کے جمنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں، جو سائل دموی کے اندر طبعی حالت میں پائی جاتی ہیں، صرف یہ اُس مادّہ سے خالی ہوتا ہے، جو خیوط کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے۔

چنانچہ فاضل ہیلی برٹن لکھتے ہیں:

حوالہ (۸۰)

"مَصْلُ الدم (بلڈ سیرم) دراصل وہی سائل دموی ہی ہے، مگر لیفین (فائبرین) سے خالی؛ جس کے بنانے میں مصل الدم حصہ لیتا ہے"

Serum is plasma, **minus** the fibrin which it forms. (P. 470, Ed. 17.)

طافی ابیض، طبقۂ بیضاء (بفی کوٹ)

ابوسہل مسیحی نے حوالۂ (۶۸) میں دعوےٰ کیا ہے، کہ
"مگاہے خون کی بالائی سطح پر ایک باریک سفید چیز نظر آتی ہے"۔
اس قول کی شرح و تفسیر میں میں نے بتایا ہے کہ
"یہ وہی چیز ہے، جس کو عربی میں طبقۂ بَیضَاء (سفید طبقہ)، یا غَمَامہ بَیضَاء (سفید بادل) کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں اسی چیز کو بفی کوٹ لکھا جاتا ہے"۔

چنانچہ فاضل ہیلی برٹن لکھتے ہیں:

حوالہ (۸۱)

بفی کوٹ

"بَفِی کوٹ (طبقۂ بیضاء) اُس وقت نظر آتا ہے، جب خون دھیرے دھیرے جمتا ہے، جیسا کہ گھوڑے کے خون میں ہوا کرتا ہے۔ خون کے سُرخ دانے، سفید دانوں کے مقابلہ میں، جلدی ڈوب جاتے ہیں، اور خون کے لوتھڑے (عَلَقہ) کا بالائی طبقہ (بفی کوٹ) بیشتر لیفین اور سفید دانوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے" (ہیلی برٹن فزیالوجی، صفحہ ۴۷۰، تنقیح ۱۷)

اصلی عبارت

The buffy coat is seen when blood coagulates slowly, as in horse's blood. The red corpuscles sink more rapidly than the white, and the upper stratum of the clot (buffy coat) consists mainly of fibrin and white corpuscles.

Halliburton's physiology
(P. 470. E. 17)

یوحنا ورتبات اور طبقۂ بیضاء

ڈکٹور یوحنا ورتبات اپنی تالیف (اصول الفیسولوجیا) میں لکھتے ہیں:

حوالہ (۸۲)

"چونکہ خون کے دانے سُلالہ (سائل دموی، پلازما) کے مقابلہ میں بھاری ہوتے ہیں، اسلئے اخراجِ خون کے وقت یہ بتدریج قعر کی طرف اترتے ہیں، اور لیفین کے ریشوں کے درمیان الجھ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ خون کے دانے بالائی حصے میں کم پائے جاتے ہیں؛ اور یہی وجہ ہے کہ زیرین حصے کے مقابلہ میں بالائی حصے کا رنگ نسبتہً پھیکا ہوتا ہے"

"بعض حالات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خون کے دانے باہم مل کر بہت جلد نیچے اتر جاتے ہیں، اس وقت سلالہ (سائل دموی) کا بالائی طبقہ لیفین بننے (اور انجماد کی صورت پیدا ہونے) سے پہلے ہی خون کے سرخ دانوں سے خالی

ہو جاتا ہے، پھر جب ٹکیہ (قُرص دموی) منجمد ہو جاتی ہے، تو اس کا بالائی حصہ تقریباً سفید ہوتا ہے، جس کو طبقۃ بیضاء، (سفید طبقہ) یا غمامۃ بیضاء (سفید بادل) کہا جاتا ہے۔

پھر انجماد کی صورت پیدا ہو چکنے کے بعد لیفین سکڑ کر چھوٹی ہو جاتی ہے؛ یہ عمل طبقۂ بیضاء میں خاص طور پر زیادہ اسلئے ہوتا ہے کہ وہاں دانے موجود نہیں ہوتے؛ جو لیفین کے انقباض میں رکاوٹ ڈال سکیں؛ جس سے اس منجمد لوتھڑے کی بالائی سطح میں ایک پیالہ نما نشیب (تقعیر کاسی) پیدا ہو جاتا ہے۔

ے اس صورت میں طبقۂ بیضاء در اصل لیفین ہوتا ہے، جو از خود سرخ دانوں سے الگ ہو گئی ہے (انفصال طبعی)۔

ے اور گاہے مصنوعی طور پر بھی لیفین کا انفصال حاصل ہوتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ خون کے خارج ہونے کے وقت اس کو کسی شاخ سے اُس وقت تک مارتے، یا پھینٹتے ہیں کہ اُس کے انجماد کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اس وقت لیفین نامی مادہ شاخ پر جمع ہو جاتا ہے، اور ایک سرخ سیال باقی رہ جاتا ہے، جو محض، سرخ دانوں، اور بیشتر سفید دانوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اصلی عبارت

ولما كانت الكريات الدموية أثقل قليلاً من البلاسما هبطت هبوطاً بطيئاً نحو القاع عند اخراج الدم وتعرقلت تبين الياف الفبرين، ولذلك كانت اقل وجوداً في الجزء العلوي، وكان لون الجزء المذكور ابهت من الجزء السفلي.

وفي بعض احوال الدم تنضم الكريات الدموية بعضها الى بعض فتسقط بسرعة الى الاسفل، وتكون حينئذٍ الطبقة العليا

من البلازما خالیۃً من الکریات الحمراء
قبل تکوین الفبرین فیها فاذا تجمد القرص
کاد یکون جزءہ العلوی ابیض، فیسمی بالطبقۃ
او الغمامۃ البیضاء.

ثم بعد تکوین التجمد ینقبض الفبرین
ویقصر، ولا سیما فی الطبقۃ البیضاء حیث لا
تعارضہ الکریات فیحدث من ذالک تقعیر
کاسی الشکل علی الوجہ العلوی للکتلۃ العاملۃ،
وعلی ذالک تکون الطبقۃ البیضاء فربنا
منفصلاً عن الکریات الحمراء انفصالاً طبعیًا.

وقد یتم الانفصال المذکور اصطناعیًا
بضرب الدم عند خروجہ بغصنۃٍ الی ان
یتم تجمدہ، وحینئذ یجتمع الفبرین علی
الغصنۃ ویبقی سائلٌ احمر مؤلف من المصل
والکریاتِ الحمراء وکثیر من الکریات البیضاء.

(صفحہ ۳۴۴ اصول الفیسولوجیا)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ جس "سفید تیرنے والی چیز" (طافی ابیض)
کا ذکر ابو سہل مسیحی نے کیا ہے، اُسی چیز کو فاضل ہیلی برٹن نے بفی کوٹ
کی اصطلاح سے یاد کیا ہے، اور اسی "بفی کوٹ" کا ترجمہ ڈاکٹر یوحنا ورتبات
بیروتی نے عربی میں طبقہ بَیْضَاء، یا غمامہ بَیْضَاء کیا ہے۔

پھر اِن بیانات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سفید طبقہ بلا تخلّف ہمیشہ نظر نہیں
آیا کرتا ہے، اسلئے علامہ مسیحی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ
"گاہے خون کی بالائی سطح پر ایک سفید چیز نظر آتی ہے"
ہمیشہ ایسی چیز نظر نہیں آیا کرتی۔ چنانچہ دکتور یوحنا ورتبات مزید اعلان

کرتے ہیں کہ

حوالہ (۸۳)

"خون کے قرص میں طبقہ بیضا، اور پیالہ نما نشیب (تقعیر کاسی) کی نمود خاص خاص اور مقررہ حالات ہی میں ہوا کرتی ہے —— خاص طور پر مقامی التہابات (اورام حارّہ) میں —— اس دور علم میں لوگوں کا اتفاق ہے کہ اس کے دو اسباب ہیں؛

"(ا) التہاب دموی (ورم حار دموی) میں سرخ دانے باہم چمٹنے کے لئے زیادہ مستعد ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ ان دانوں کا تیزی کے ساتھ نیچے اوترنا ان کے باہم چمٹنے پر موقوف ہے، اس لئے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ منجمد لوتھڑے کے بالائی حصے کے سفید ہونے کا سبب کیا ہے"۔

"(۲) التہاب (ورم حار) کی صورت میں خون دھیرے دھیرے جمتا ہے، اسلئے لیفین بننے اور اس کے ریشوں کے درمیان الجھنے سے پہلے ہی خون کے دانے اوپر سے نیچے اوتر جاتے ہیں (اسلئے بالائی حصہ سفید ہو جاتا ہے)"۔

"رہا وہ پیالہ نما نشیب، اس کے پیدا ہونے کی صورت یہ ہے کہ التہابی خون کی لیفین میں سکڑنے کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے، اور چونکہ خون کے دانے گہرائی میں نیچے اوتر جاتے ہیں، اسلئے انہیں انقباض اور سکیڑ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا موقع نہیں ملتا"۔

ويشاهد حدوث الطبقة البيضاء والتقعير الكاسي المذكورين في احوال معلومة، ولا سيما في الالتهابات الموضعية. وقد اتفقوا الآن على ان لذلك سببين؛

احدهما ان ميل الكريات الحمراء للالتصاق بعضها ببعض شديد في الالتهاب الدموي، واذ كانت سرعة هبوطها موقوفة على الالتصاق

00000206 (3616x5559x2 tiff)

المذکور علم من ذلک سبب بیاض الجزء العلوی للکتلة الجامدة.

والثانی ان یتجمد الدم فی الالتهاب بطئ، فتهبط الکریات من الاعلی قبل تلوین الفبرین وتعرفها بین الیافه۔

واما التفعیر فنا شئ عن زیادة انقباض فبرین الدم الالتهابی وعدم معارضة الکریات للانقباض، اذ تکون قد هبطت الی الاسفل.

(صفحہ ۴۳۔ اصول الفیسولوبیا)

ڈاکٹر شرف مصری اور بفی کوٹ:

لیکن ڈاکٹر شرف مصری نے بفی کوٹ کا عربی ترجمہ طلاء الدم کیا ہے، اور طلاء[1] کے معنے لوئس معلوف یسوعی نے اپنے عربی لغت میں قشرۃ الدم (خون کی جھلی) بتائے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ طلاء کوئی جدید طبی اصطلاح نہیں ہے، جس کو ارباب منافع نے کسی صفت کو سامنے رکھکر حال میں وضع کیا ہے، بلکہ یہ ایک قدیم عربی لغت ہے، جس کو عام اہل عرب اپنی زبان میں پہلے سے استعمال کر رہے ہیں، اور خون کی اس خصوصیت کو جانتے، اور طبقۂ بیضاء آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر شرف مصری اپنے طبی لغت (معجم انجلیزی عربی میں لکھتے ہیں:

[1] الطلاء: قشرۃ الدم (منجد)

حوالہ (۸۴)

طَلَاءُ الدم ـــ Buffy coat.

القشرة البيضاء التی تشاهد علی سطح الدم عند تجمده بعد الافصاد، وهی علامة علی الالتهاب۔

ترجمہ:

بفی کوٹ، طَلَاءُ الدم ـــ وہ سفید پرت جو خون کی سطح پر اُس وقت مشاہدہ کیا جاتا ہے، جب فصد کرنے کے بعد خون منجمد ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے طبقہ کا نظر آنا اس بات کی علامت ہے کہ کہیں التہاب (ورم حار) موجود ہے۔

طبقہ بیضاء اور فصد:

چنانچہ قدیم زمانہ میں، جب کہ فصد کا رواج آج سے بہت زیادہ تھا، خون کے اس طبقہ کو دیکھا کرتے تھے، یعنی پہلے جسم سے تھوڑا سا خون اس امتحان کی غرض سے نکال لیا کرتے تھے کہ اس وقت فصد کرنا بھی چاہیئے، یا نہیں۔ اگر خون کی بالائی سطح میں یہ سفید طبقہ نظر آتا، تو قیاس قائم کیا جاتا کہ جسم کے اندر کہیں، مثلاً پھیپھڑوں میں (ذات الریہ کی صورت میں) ورم حار موجود ہے، اسلئے فصد کرنا مناسب ہے؛ اور اگر یہ طبقہ نظر نہ آیا، تو فصد کو ملتوی کر دیتے۔

ڈاکٹر شرف مصری نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اسی واقعہ کی تصریح یوحنا ورتباحت بلیرونی اس طرح کرتے ہیں:

حوالہ (۸۵)

"اس سے (طبقہ بیضاء کی نمود سے) گزشتہ زمانہ میں اس امر کی طرف رہنمائی حاصل کی جاتی تھی کہ اس وقت خون کا استفراغ (فصد وغیرہ کے ذریعہ) ضروری ہے۔ لیکن اس زمانہ کے علماء نے بتایا ہے کہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا

(ہر حالت میں) صحیح نہیں ہے، کیونکہ التہابات (اورام حارّہ) کے علاوہ بہت سے دوسرے حالات میں خون کا تجمد (اور طبقہ بیضاء کی نمود) مشاہدہ کیا جاتا ہے، مثلاً سوء القنیہ (فقر الدم، قلت خون) کی حالت میں"۔

اصلی عبارت

وكان يستدل من ذلك سابقًا على وجوب الاستفراغ الدموى، ولكنهم قد أظهروا الآن فساد هذه النتيجة، لان تجمد الدم يشاهد فى احوال كثيرة ماعدا الالتهابات، ومنها الانيميا.

(صفحہ ۴۳-۴۴) اصول الفیسولوجیا)

ڈاکٹر شرف مصری اور یوحنا ورتبات کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ معلوم ہوگیا کہ طبقہ بیضاء (بفی کوٹ) کو نہ صرف ابوسہل مسیحی جانتے تھے، بلکہ یہ ایسی عام چیز ہے کہ قدیم زمانہ کے فصاد اور حجام بھی خون میں اس کا مشاہدہ کیا کرتے تھے، اور فصد کرنے، اور غرض مطلوب کے مطابق جسم سے خون جیسی قیمتی چیز نکالنے سے پہلے بہ نظر احتیاط جانچ لیا کرتے تھے، کہ فصد کیلئے موقعہ بھی مناسب ہے، یا نہیں۔

باب (۱۰)

انجماد خون

چونکہ متصلہ باب میں خون کے اُس مادہ کا ذکر آیا ہے، جو انجماد کے بعد دھاگوں کی صورت اختیار کرلیتا ہے، جس کو ابو سہل مسیحی نے خُیُوط کی اصطلاح سے ذکر کیا ہے، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقعہ پر خون کی اس خصوصیت کا بھی ذکر کیا جائے کہ

(۱) وہ خاص خاص حالات میں منجمد ہوجایا کرتا ہے،

(۲) انجماد خون میں بعض موثرات سے تیزی واقع ہوتی ہے، اور بعض سے سستی، یا روک۔

چنانچہ ابو سہل مسیحی فرماتے ہیں:

حوالہ (۸۶)

"خون کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ عروق کی تجاویف سے خارج ہوکر بدن سے باہر آجاتا، یا معدہ اور مثانہ جیسے بعض اعضاء کے جوف میں گرجاتا ہے، تو وہ جلد ہی جم جایا کرتا ہے۔

ومن شأن الدم ان یجمد سریعاً اذا خرج من تجاویف العروق الی خارج البدن او الی تجویف بعض الاعضاء کالمعدۃ والمثانۃ۔

(م۵۴ مئۃ مسیحی)

یعنی خون طبعی طور پر سیال ہے، اور بحالتِ صحت خون کے اندر، دیگر مواد کے ساتھ، ایک ایسا مادّہ بھی پایا جاتا ہے، جو گو طبعی اور تندرست عروق کے اندر سیال صورت میں ہوتا ہے، لیکن جب خون عروق سے باہر آجاتا ہے، تو اس مادّہ میں کچھ اس قسم کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ وہ مادّہ منجمد ہو کر دھاگوں (خُیُوط) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی عمل کا نام انجماد خون ہے۔

سببیّت انجماد خون

عروق سے باہر نکل کر خون کیوں منجمد ہو جاتا ہے، اور رگوں کے اندر یہ کیوں منجمد نہیں ہونے پاتا؟

اس سؤال کا جواب قدماء نے بہت مختصر اور واضح الفاظ میں یہ دیا ہے کہ "عروق کے اندر خون کی محافظ **عروق کی طبیعت** ہے"۔

یہ جواب گو مختصر اور سادہ ہے، مگر اس کی صداقت میں، دو تین ہزار سال گزرنے پر بھی، کوئی کمی لاحق نہیں ہوئی ہے۔

علم و حکمت کے اس دَورِ ارتقاء میں گو اس سؤال کو حل کرنے کی بے حد کوششیں کی گئی ہیں، اور مختلف مفکرین نے گو لاتعداد توجیہیں گڑھی ہیں، مگر بقول فاضل ہیلی برٹن اب تک اس مسئلہ کے حل کرنے میں کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی، اور جتنی تاویلات پیش کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی قابل اعتماد اور اطمینان بخش نہیں۔

لیکن اگر ان تاویلات کو صحیح اور قابل اعتماد تسلیم بھی کر لیا جائے، تو یہ بیانات درحقیقت قدماء کے اس دعوے کی شرح اور تفصیل معلوم ہوتی ہیں کہ

00000211 (3267x5632x2 tiff)

"خون کی حفاظت، عروق کے اندر، عروق کی طبیعت کرتی ہے"
(حوالوں کے لئے اگلے بیانات ملاحظہ کئے جائیں)

"طبیعت عروقیہ خون کی محافظ ہے"

علامہ برہان الدین نفیس مرض "قئ الدم" (خون کی قئ) میں فرماتے ہیں:

حوالہ (۸۷)

"گاہے معدہ میں خون آکر جم جاتا ہے" (سمرقندی)

اس قول کی شرح میں شارح نفیس لکھتے ہیں:

"کیونکہ خون جب عروق سے باہر خارج ہو کر معدے کے جوف میں اکٹھا ہو جاتا ہے، تو اس خون کی ترویح مفقود ہو جاتی ہے، یعنی اس کے ساتھ ہوا (نسیم) شامل نہیں ہونے پاتی، اور حرارت غریزیہ کا (طبعی) عمل بھی اس سے منقطع ہو جاتا ہے (الغرض خون کا وہ طبعی ماحول بدل جاتا ہے، جو عروق کے اندر رہنے کی صورت میں اس کے ساتھ تھا، اسلئے خون منجمد ہو جاتا ہے) کیونکہ خون (کے طبعی خواص) کی حفاظت عروق (یا، طبیعت عروقیہ) ہی سے ہو سکتی ہے، اس لئے خون متغیر ہو کر غلیظ اور بارد بن جاتا ہے (یعنی اس سے جسم میں حرارت پیدا کرنے کی شان جاتی رہتی ہے) +

عربی عبارت:

"وربما یجمد الدم فی المعدۃ عند حصولہ فیھا" (سمرقندی)

لانہ اذا انصب الدم من العروق الی جوف المعدۃ انقطع عنہ الترویح وتصرف الحار الغریزی، والطبیعۃ العرقیۃ التی کانت

تحفظه على الدموية، فتغير وبرد و غلظ. (شرح اسباب)

(علامہ نفیس کرمانی)

علے ہذا مرض "جُمُودُ الدم فی المثانہ" (مثانہ میں خون کا جم جانا) میں علامہ نفیس لکھتے ہیں:

حوالہ (۸۸)

"دوگاہے مثانہ میں خون آکر جم جایا کرتا ہے، جس کی وجہ بتائی جاچکی ہے کہ "طبیعت عروقیہ (عروق کی مخصوص طبیعت) ہی خون (کے طبعی خواص) کی حفاظت کرتی ہے، اس لئے جب خون عروق سے باہر آجاتا ہے، تو وہ متغیر ہوکر منجمد ہو جاتا ہے" (شرح اسباب اردو، جلد سوم)

عربی عبارت:

قد يجمد الدم في المثانة عند حصوله فيها، لما ذكر من أنّ الطبيعةَ العروقيةَ هي التي تحفظه على الدموية، فاذا خرج عنِ العروقِ تغيَّرَ وانجمدَ.

(امراض مثانہ، جلد دوم عربی)

ایک سوال کا ازالہ: عدم ترویح اور انجماد کا تعلق

حوالہ (۸۷) میں علامہ برہان الدین نفیس نے بتایا ہے کہ "

"خون جب عروق سے باہر آکر معدے کے جوف میں اکٹھا ہو جاتا ہے، تو اس خون کی ترویح مفقود ہو جاتی ہے، یعنی اسکے ساتھ ہوا (نسیم[۲]: روح) شامل نہیں ہو پاتی"

---

[۱] نسیم: روح، جس کو جدید اصطلاح میں آکسیجن کہا جاتا ہے۔

00000213 (3309x5608x2 tiff)

(اسلئے خون منجمد ہوجاتا ہے)

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ انجماد خون میں ہوا کی رسائی یا عدم رسائی کو کیا تعلق؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انجماد خون میں ترویج اور عدم ترویج کو بھی کافی دخل ہے۔ یعنی اگر خون کی ترویج اچھی طرح ہوتی رہے، تو وہ انجماد میں کافی مزاحمت پیدا کر دیتی ہے، اور اگر ترویج بند ہو جائے، اور خون کے اندر دُخانیت (حامض فحمی، کاربونک ایسڈ گیس) کی مقدار بڑھ جائے، تو وہ بہت جلد منجمد ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو ضمیمہ "انجماد خون" جس میں طب جدید سے بعض نظریات درج کئے گئے ہیں۔

تغیراتِ انجماد

اس کے بعد یہ واضح ہونا چاہیئے کہ خون کی یہ خصوصیت ہر حالت میں اور ہر جگہ یکساں نہیں پائی جاتی، بلکہ دیگر موثرات سے اس خصوصیت میں اختلافات بھی رونما ہوتے ہیں، یعنی بعض اسباب سے انجماد کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ اور بعض اسباب، اس قابلیت کو کم کر دیتے، یا قطعاً روک دیتے ہیں۔

چنانچہ مندرجۂ ذیل امور سے خون کا انجماد جلد ہوتا ہے:

(۱) حرارت، جو بدن کی حرارت سے کسی قدر زیادہ ہو۔

(۲) اجسام غریبہ کی ملاقات

(۳) عروق کی دیواروں کی آفت، مثلاً ورم وصلابت سے ان کی سطح کا ناہموار ہو جانا۔

(۴) تحریک، جس سے اجسام غریبہ کی ملاقات ومواصلت میں تیزی

واقع ہو۔ مثلاً تنکوں کی گٹی سے خون کو پھینٹنا۔ جیسا کہ خون سے خیوط (لِیفِین، فائبرن) حاصل کرنے کیلئے عام طور پر کیا جاتا ہے۔

(۵) بعض اقسام نمک[1] کا شامل کرنا۔

(۶) بعض عضوی رطوبات (عصارات النسجہ[2]) کا عروق کے خون میں داخل کرنا خون کو وہیں (رگوں کے اندر) جما دیتا ہے۔ لیکن ان رطوبات کی مقدار اگر بہت زیادہ گھٹا دی جائے تو انجماد میں تیزی پیدا کرنے کی بجائے یہ اس میں تاخیر پیدا کر دیتی ہیں۔

مندرجۂ ذیل اسباب خون کے انجماد میں رکاوٹ پیدا کرتے، یا قطعاً روک دیتے ہیں:

(۱) برودت: اگر ظرف کو برف سے ٹھنڈا کر لیا جائے، اور اس میں خون ڈالا جائے، تو ایک دو گھنٹہ کے لئے انجماد رُک جاتا ہے۔

(۲) بعض اقسام نمک، مثلاً املاح متعادلہ[3]، کا بڑی مقدار میں ملا دینا۔

(۳) تجارتی ہضومہ (معروفہ: پپ ٹون) کا خون میں شامل کرنا، یا زندہ حیوان کے خون میں پچکاری کے ذریعہ اس کا داخل کرنا ——— جونک کا عصارہ (عصارۂ علق) بھی یہی عمل کرتا ہے۔

(۴) عروقِ دمویہ کی اندرونی دیوار کی ملاقات، بشرطیکہ وہ طبعی حالت میں ہوں۔

(۵) روغن کی ملامست و ملاقات

---

[1] مثلاً اَملاحِ کلسیّہ (کیل شیم سالٹس) کا ملانا۔

[2] عصاراتُ النسجہ (ٹشو اکسٹریکٹس)

[3] اَملاحِ متعادلہ (نیوٹرل سالٹس)، مثلاً نطرونیہ کبریت آکسین (سوڈیم سلفیٹ) اور مغنیسیہ کبریت آکسین (میگ نے شیم سلفیٹ)۔

انجماد خون کا کوئی نظریہ قابل اطمینان نہیں؛

ان مؤثرات کے گنانے کے بعد" فاضل ہیلی برٹن" لکھتے ہیں :

حوالہ (۸۷)

" ان عاملات کا گنانا تو آسان ہے، جو انجماد خون میں تاخیر یا تعجیل کے موجب ہوتے ہیں، لیکن ان کے عمل کی تشریح مشکل ہے (کہ یہ مؤثرات کیونکر خون کے انجماد میں عجلت پیدا کر دیتے ہیں، اور کس طرح ان سے خون کے جمنے میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے)۔ کوئی دوسرا موضوع ایسا نہیں ہے، جس نے نظریات و آراء کی اتنی تعداد پیش کی ہو، جتنی " انجماد خون " کے مسئلہ نے پیش کی ہے، لیکن ان کثیر التعداد نظریات میں سے کوئی بھی اطمینان بخش نہیں سمجھا جا سکتا "

It is easy to enumerate the agencies which hasten . or hinder coagulation of the blood; It is much more difficult to explain their action. No other subject has produced such a nuber of theories as blood clotting, but none of these can be regarded as satisfactory.

P. 470. Halliburton's
Physiology, Ed. 17.

انتباہ:

انجماد خون کے بعض جدید نظریات، جو اصطلاحات کی پیچیدگیوں سے مملو ہیں، ضمیمہ کے طور پر درج کئے گئے ہیں ۔

ضمیمہ

متعلق

باب (۱۰)

انجماد خون

00000217 (3337x5625x2 tiff)

ضمیمہ

انجماد خون کے بعض نظریات

متعلق باب (۱۰)

انجماد خون

انجماد خون کے بعض نظریات بیان کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر فاضل ہیلی برٹن لکھتے ہیں :

نقرہ (۱)

"یہ تقریباً یقینی خیال کیا جاسکتا ہے کہ عروق کے اندر مصل دموی کے اجزاء میں سے کُرَیّ پِیّین (گلو بیولین) جماعت کی ایک لحمیّت (پروٹین) جس کو اُمُّ الخیوط، لیفین ساز (فائبری نوجین) کہا جاتا ہے، منحل صورت میں پائی جاتی ہے۔ پھر جب خون رگوں سے باہر نکل آتا ہے، تو یہ مادّہ کچھ اس طرح متغیر ہو جاتا ہے کہ اس سے نسبتہً ایک غیر محلول مادّہ حاصل ہو جاتا ہے، جس کو لیفین، خُیُوط (فائبرین) کہا جاتا ہے"۔ (صفحہ ۱۸۲ تنقیح (۱۷)

نظریہ عاقدہ[1]

فقرہ (۲) اس تمہید کے بعد وہ لکھتے ہیں :

"انجمادِ خون کے بیشتر جدید نظریات اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ تبدیلی (خون کا جم جانا) از قسم کیمیاوی تغیر ہے (جس کو استحالہ حقیقی) کہا جاتا ہے، جو ایک مخصوص خمیر کے عمل سے حاصل ہوتا ہے، جو خمیر لیفین (فائبرین فرمنٹ) یا عاقدہ (تھرامبین) کہلاتا ہے۔ یہ خمیرہ خون کے صفیحات اور خون کے بے رنگ کریات کی ٹوٹ پھوٹ سے اُس وقت پیدا ہوتا ہے، جب خون عروق دمویہ سے باہر آتا، یا جب وہ اجسام غریبہ سے ملاقی ہوتا ہے۔" (صفحہ ۱۷۴، تنقیح (۱۷))

اب رہا یہ سوال کہ طبعاً خون عروق کے اندر کیوں نہیں جمنے پاتا۔ جبکہ جمنے والا مادّہ (اُمّ الخیوط، فائبری نوجن) خون کے اندر ہی موجود ہے، اور خون کے ذرات کی ٹوٹ پھوٹ بھی اندر ہی اندر ہوا کرتی ہے، جس سے خمیر مذکور کا حاصل ہونا ممکن اور قرینِ عقل ہے۔

مذکورہ بالا نظریہ کے ماننے والوں نے اس سوال کو جس طرح حل کرنے کی کوشش کی ہے، اس کو فاضل ہیلی برٹن اس طرح بیان کرتے ہیں :

"یہ سوال کہ خون بحالتِ حیات کیوں نہیں جمتا — اس کو حل کرنے کیلئے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ خون کے اندر خمیر مذکور کی ایک ضد ضد خامرہ (اینٹی انزائم) پائی جاتی ہے، جو ضد عاقدہ (اینٹی تھرامبین) کہلاتی ہے، اور جس کے متعلق باور کیا جاتا ہے کہ وہ جگر میں پیدا ہوتی ہے۔" (صفحہ ۱۷۴ تنقیح (۱۷))

---

[1] تھرامبین تھیوری : نظریہ عاقدہ

نظریہ عاقدہ میں پیچیدگی کا اضافہ

نقرہ (۳) اس کے بعد فاضل موصوف لکھتے ہیں :

"یہ سادہ نظریہ چونکہ بہت سے مشکلات کا مقابلہ نہیں کرتا، اسلئے اس نظریہ کو تسلیم کر کے پیچیدہ بنادیا گیا ہے کہ عاقدہ نامی خمیر سے پہلے ایک اور پیش رو خمیرانہ مادّہ ہوتا ہے، جو عاقلہ ساز (تھرامبوجن)، یا پیش عاقلہ (پروتھرامبین) کہلاتا ہے؛ قبل اس کے کہ حقیقی خامرہ (خَمِیرہ[1] انزائم) اپنا عمل کرنے کے قابل ہو، اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُس پیش رو مادّہ کو متأثر کر کے اُسے فعّال بنایا جائے۔ چنانچہ وہ عامل جو اس کو فعّال بناتا ہے، وہ داعی انعقاد (تھرامبوکائی نیز) کہلاتا ہے؛ یہ بھی خون کے بنے بنائے اجزاء (اجزاء مرکبہ) سے اور دوسری ساختوں سے پیدا ہوتا ہے"

دوسری رائے :

نقرہ (۴) اس کے بعد فاضل موصوف لکھتے ہیں :

"داعی انعقاد (تھرامبوکائی نیز) کے بارہ میں ھاویل کی رائے ہے کہ یہ از قبیل مادّہ شحمانیہ (لیپائڈ) ہے، اور خون کے انعقاد میں اسلئے مُعاوِن نہیں بنتا کہ یہ عاقلہ ساز (تھرامبوجین) میں فعّالیت پیدا کرتا ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ یہ ضد عاقدہ (اینٹی تھرامبین) نامی مادّہ کو بے اثر بنادیتا ہے"

خیالات کی پریشانی :

نقرہ (۵) اس کے بعد فاضل ہیلی برٹن خیالات کی پریشانی اور اصطلاحات

[1] خَمِیرہ عربی لفظ ہے، جس کے لغوی معنے عصیر اور عصارہ (نچوڑ، رس) کے ہیں۔ یہ اصطلاحاً خامِرہ (اِنزائم) کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

کی بھرمار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس طرح بیزاری کا اظہار کرتے ہیں:

"دوسرے لوگوں نے (اس مسئلہ کی تاویل میں) مزید تفصیلات کا اضافہ کیا ہے، جس کے لئے دوسرے بہت سے جدید الفاظ کے تعارف کی ضرورت ہے (اس لئے اِن تفصیلات کو نظرانداز کیا جاتا ہے)"۔

انجماد خون میں اَملاح کلسیہ کی اہمیت:

فقرہ (۶) فاضل موصوف تفصیلات سے درگزر کرکے لکھتے ہیں:

"یہ ایک عرصہ دراز سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ اَملاح کلسیہ (کیل سیم سالٹس) ضروری ہیں (یعنی خون کے اہم اجزاء میں سے ہیں، جو انجماد کے لئے ضروری ہیں)؛ اگر ان اَملاح کو اس طرح دور کردیا جائے کہ خون میں کھاری مُحَمّض آگین (آگزی لیٹ) نیلامیز (فلورائڈ)، یا لیموں آگیں (سائٹریٹ) شامل کردیا جائے، تو خون اس طرح منجمد ہونے سے رُک جاتا ہے"۔

"یہ ایک لاریب حقیقت ہے ــــ اس کے ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس خون کو سلب کلسیت[1] کے ذریعہ انجماد سے روک دیا گیا ہے، اگر اس میں پھر اجزاء کلسیہ شامل کردئے جائیں، تو ازسرنو خون میں انجماد کی قابلیت عود کرآتی ہے"۔

لاعلمی کا اعتراف:

فقرہ (۷) "لیکن اجزاء کلسیہ کی نوعیتِ عمل کیا ہے، اس کا کوئی علم نہیں ــــ بہت سے لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ لیفین نامی مادّہ لیفین ساز مادّہ کا کلسی مرکب نہیں ہے، اور عام طور پر فرض کیا جاتا ہے کہ کلسیہ کسی طریقے سے داعی انعقاد کے ساتھ ملکر عاقدہ (تھرامبین) کے بنانے میں کام کرتا ہے"۔

رطوباتِ انسجہ سے انعقادِ خون:

فقرہ (۸) "بعض انسجہ کے نلاصوں (رطوبات، ترشحات) کو جب پچکاری کے ذریعہ

---

[1] سلب کلسیت (ڈی کیل سی فی کیشن) اجزاء کلسیہ کو خون سے دور کردینا۔

خون میں داخل کر دیا جاتا ہے، تو خون رگوں کے اندر منجمد ہو جاتا ہے۔ ان مواد کے اس اثر کو **دافع الانجماد** کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جو اس نووی لحمیین (نیوکلیو پروٹین) کے ساتھ الجھ جاتا ہے، جو اس قسم کی رطوبات میں موجود ہوتی "

علاوہ ازیں یہ بھی ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے کہ اگر خون کو بہتے وقت، اُس مجروح مقام کی ساخت سے ملاقی ہونے کا موقعہ دیا جاتا ہے، تو وہ مقابلۃً تیزی کے ساتھ منجمد ہو جاتا ہے؛ اس کے برعکس اگر خون براہِ راست صاف نلی کے ذریعہ کسی صاف ظرف میں لیا جاتا ہے، تو وہ نسبتۃً دیر میں جمتا ہے "

عمرونہ اور انجماد خون:

فقرہ (۹) " نظریہ سابقہ (نظریہ عاقدہ) سے جو بہت سی رائیں اور خیالات وابستہ ہیں، اُن میں سے ایک اور خیال کو پیش کرنے کے لئے (تاحال) یہ باور کیا جاتا ہے کہ عمرونہ (پیپ ٹون) خون کے انجماد کو اس وجہ سے روکتا ہے کہ وہ جگر میں پہونچ کر ضد عاقدہ کے اخراج میں اضافہ کر دیتا ہے، جس سے خون جمنے نہیں پاتا، خواہ وہ عروق سے باہر نکال لیا جائے۔

" اس رائے کو دو بیانات سے تقویت پہونچائی گئی ہے، جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے:

"**پہلا بیان** یہ ہے کہ عمرونہ خارج شدہ خون کے جمنے میں رکاوٹ نہیں ڈالتا (بلکہ اُسی وقت یہ عمل کرتا ہے، جب عروق کے اندر اسے داخل کیا جاتا ہے "

" اس بیان کا عدم صحت ہر اُس شخص پر واضح ہو سکتا ہے، جو تجربہ سے اس کی آزمائش کرے "

"**دوسرا بیان** یہ ہے کہ اگر جگر کو دوران خون سے بے تعلق کر دیا جائے تو عمرونہ کا یہ اثر زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتا "

ہوا، کا تعلق انجماد خون سے:

فقرہ (۱۰) " پیکیرنگ اور هیوٹ نے بتایا ہے کہ یہ امر بھی صحیح نہیں ہے اگر اس امر کی احتیاط پہلے ہی سے کر لی جائے کہ خون میں نسیم[1] (آکسی جن) اچھی طرح پہونچی ہوئی ہو، (اچھی طرح خون کی ترویح ہو چکی ہو)، تو اس وقت مروئہ انجماد کو برابر روک دیتا ہے، خواہ جگہ دوران خون سے با تعلق ہو یا بے تعلق۔ اس احتیاط کی طرف ابتداءً تجربہ کرنے والوں نے کوئی توجہ نہیں کی، اگرچہ وہ ایک دوسری غیر مشتبہ حقیقت کو جانتے تھے کہ دُخانیت (حامض فحمی کاربونک ایسڈگیس) انجماد کے لئے بہت زیادہ مُمِدّ و معاون ہے، اور یہ کہ سُلالہ حمرٌ وِیَہ (پیپ ٹون پلازما کے اندر محض حامض فحمی (دُخانیت) کی ایک رَو گزار کر اس کو منجمد بنادیا جاسکتا ہے"۔

ضِدّ عاقدہ کوئی مُشخص اور ممتاز چیز نہیں:

فقرہ (۱۱) " اغلب یہ ہے کہ ضد عاقلہ (اینٹی تھرامبین) کوئی ممتاز حقیقت نہیں ہے؛ موادِ آلیہ کے بہت سے حاصلات[2] (مشتقات) انجماد خون کو روک دیا کرتے ہیں؛ مثلاً جونک کے سر کا خلاصہ (رطوبت) یہی عمل کرتا ہے؛ مواد تخمیر (خمیرہ: ایسٹ) کا مطبوخ، حامض نُوَوِی (نیوکلی اک ایسڈ) کے بعض مرکبات اور دوسری چیزیں اس قسم کی دوسری مثالیں ہیں۔ اس قسم کے مواد (جو مختلف خواص کے مواد کی ٹوٹ پھوٹ سے حاصل ہوتے ہیں) ممتاز جواہر شمار نہیں کئے جاسکتے، جو کسی منافعی[3] عمل سے تعلق رکھتے ہوں"۔

---

[1] اس بیان سے ملانفیس کے اُس قول کی تائید ہوتی ہے کہ خون کی ترویح انجماد کیلئے مانع ہے، اور عدمِ ترویح معاون انجماد، جیسا کہ حوالہ عدد (۸۷) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

[2] حاصلات مواد آلیہ: ڈرائی وِیے ٹِو آف آرگے نک مے ٹیریلس۔

[3] منافعی عمل: فزیالوجیکل ایکشن

نظریہ عاقدہ کی تردید :

فقرہ (۱۲) "یہ امر کہ مصل مائی (جس میں پانی ملا دیا گیا ہو) اور اُس کی لحمیات کا خلاصہ، جو بیرونی خون میں انجماد کا موجب ہوتا، یا اُس میں عجلت پیدا کر دیتا ہے، ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے ـــــ لیکن یہ نظریہ کہ عاقدہ (تھرامبین) یا خمیر لیفین (فائبرین فرمنٹ) ہی انجماد میں حقیقی حامل ہے۔ دوسرے غیر مشتبہ حقیقت سے متحرّد ہو جاتا ہے ـــــ نیز خون کے بہاؤ میں عاقدہ کے مزیجات کی پچکاری عروق کے اندر کبھی انجماد کی موجب نہیں ہوا کرتی ہے"۔

انجماد خون کیمیاوی تغیر نہیں ہے :

فقرہ (۱۳) "لیکن اگر ہم نظریہ عاقدہ سے مع اُس عمارت کے انکار کر دیں، جو اس کی بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس کی بجائے کس نظریہ کو جگہ دی جائے؟ ـــــ تحقیقات حاضرہ نے جہاں تک قدم بڑھایا ہے، وہ یہ بتاتے ہیں کہ لیفین ساز (فائبری نوجن) نامی مادّہ کی تبدیلی لیفین کی صورت میں کیمیاوی تغیر کی بجائے ایک طبعی تغیر ہے"۔

یعنی یہ تبدیلی استحالۂ حقیقی کی بجائے استحالہ مجازی ہے، جس میں کوئی عنصری انقلاب رونما نہیں ہوتا۔

نظریۂ تکاثف (سطوح کا عمل انجماد میں) :

فقرہ (۱۴) "لیفین ساز (اُمّ الخیوط) اُس مادّہ کی اہم جماعت سے تعلق رکھتا ہے، جو مادّہ غرویہ (هلامیہ) کہلاتا ہے۔ ایسے مواد اس بات کے لئے بہت مائل ہوتے ہیں کہ یہ جن اجزاء سے مرکب ہیں، ان کے

00000224 (3288x5689x2 tiff)

جرم تکاثف میں تیزی کے ساتھ تبدیلی واقع ہوجائے۔ چنانچہ ھُلاکرمیں، جسے گرم پانی میں حل کرلیا گیا ہو، اجزار کا تکاثف بہت ہی قلیل ہوتا، اور وہ محلول صورت اختیار کرلیتا ہے (شکل محلول)۔ پھر جب یہ محلول ٹھنڈا ہوتا ہے تو اُس کا قوام گاڑھا ہوجاتا، اور فالودہ (جیلی) کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے (شکل فالوذج)۔

"اس اصول کو خون پر تطبیق دیتے ہوئے حکمُا نے سب سے پہلے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ لیفین ساز مادّہ ایک "محلول شکل" ہے، اور لیفین اُس کی "فالوذجی شکل" "

"(دودھ کے جمنے کے سوال کا بھی یہ مسئلہ اسی طرح حل کررہا ہے)"

"لیفین ابتدائً ماورا خردبینی ذرات کی صورت میں راسب ہوتی ہے، اس کے بعد سوئی جیسی باریک قلمیں نمودار ہوتی ہیں، اور آخرکار یہ باہم چپک کر لیفین کے مخصوص دھاگے (مثالی خیوط) بن جاتی ہیں"

عروق کی سطح کا عمل — انجماد خون میں :

فقرہ (۱۵) "ھُلاکرمیں اس قسم کی تبدیلی قوام کا ذریعہ اگر حرارت (بلحاظ اختلاف درجات) ہے، تو خون کے انجماد میں حرارت کو بہت ہی قلیل دخل ہے، اور اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے، تو لیفین ساز پر حرارت کا اثر (دوسری لحمیات کی طرح) اس کے اُس تاثیر کے متضاد ہے، جو ھلامہ پر ہوتا ہے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجماد خون میں بڑا عامل عروق کی اندرونی سطوح کی تبدیلی و بے قاعدگی

لہ جیسا کہ "مؤثرات انجماد" میں بتایا گیا ہے کہ اگر حرارت کا درجہ بدنی حرارت سے کسی قدر اونچا ہو، تو وہ انجماد خون کو تیز کردیتا ہے۔ اسی طرح بدن کے اندر دوسرے لحمی مواد (لحمیت، پروٹین) انڈے کی سفیدی کی طرح حرارت کے عمل سے منعقد ہوجایا کرتے ہیں۔

اس کے برعکس ہلام حرارت کی تاثیر سے پگھل جاتا ہے، اور برودت کے عمل سے جم جاتا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ "حرارت کا عمل لیفین ساز پر اس کے اُس عمل کے متضاد ہے، جو ہلام پر ہوتا ہے"

ہے. خون جیسے سیدار آمیزہ (خلیط غروی) میں تغیر پیدا کرنے والا مؤثر سطوح کا عمل اور اس کا تناؤ ہی ہو سکتا ہے"

"جب تک سطوح کے حالات طبعی حالات میں قائم رہتے ہیں، یعنی خون جب تک زندہ تندرست عروق دموی میں رہتا ہے، اُس وقت تک خون سیّال صورت میں رہتا ہے۔ اگر ان طبعی حالات کی نقل کی جاتی ہے (ان کے مماثل حالات پیدا کئے جاتے ہیں)، مثلاً خون کو کسی رگ کے ایک ایسے ٹکڑے کے اندر بند کیا جائے جو ابھی زندہ ہو، یا ایسے قلب میں بند کیا جائے، جو جسم سے الگ کر لیا گیا ہو (جیسا کہ جانوروں میں کیا جاتا ہے)، تو ان حالات میں خون کا انجماد بہت زیادہ متأخر ہو جاتا ہے — اسی طرح اگر خون کسی ایسے ظرف میں کسی ایسی نلی کے ذریعہ لیا جائے، جن کی سطوح کو روغن سے چکنا لیا گیا ہو، تو اس حالت میں بھی خون کے جمنے میں اسی وجہ سے دیر لگ جاتی ہے کہ سطوح کی طبعی حالات کی یہ نقلیں کم و بیش کامیاب ہیں"

"عروق کی دیواروں کا ماؤف ہو جانا، یا اجسام غریبہ سے ان کا ملاقی ہونا فوراً عروق کی سطح کے طبعی ماحول کو بدل دیتا اور خون جمنے لگتا ہے"

"اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تحقیقات جیسے جیسے بڑھتی جا رہی ہیں، آگے چل کر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ خون کے ساتھ اجسام غریبہ (جن میں سے بعض انجماد کو روکتے، اور بعض اس میں سرعت پیدا کرتے ہیں) کے ملانے سے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں، وہ اس وجہ سے مترتب ہوتے ہیں کہ یہ سطوح کی طبعی حالات کو کسی ایک رُخ پر تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثالاً — ممرونہ (پپ ٹون) عروق سے باہر کے خون کو انجماد سے روک دیتا ہے، اس کے اس اثر کا صحیح طور پر مظاہرہ محض اس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے ہی سے اس بات کی احتیاط مد نظر رکھی جائے کہ سطح کا طبعی ماحول محفوظ ہے، یعنی سطح کو تیل لگا کر چکنا بنا لیا جائے"

قول فیصل پیش کرنا دشوار ہے:

فقرہ (۱۶) مختلف مذاہب کی ترجمانی اور مختلف نظریات کے پیش کرنے کے بعد

"ہیلی برٹن" مسئلہ انجماد کی پیچیدگی اور تاویلات کی درماندگی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"انجماد خون جیسے مسئلہ میں کسی "قول فیصل" کا پیش کرنا مشکل ہے، لیکن اس عجیب و غریب خصوصیت کی جو ممکن تشریح و توضیح میرے دماغ میں تھی، اُس کا ایک خاکہ میں نے پیش کر دیا ہے۔ خون کے صفیحات کا اس بارہ میں کتنا حصہ ہے (جن کو بعض مشاہدین بہت زیادہ اہمیت بخشتے ہیں) ابھی یہ امر حل طلب ہے، لیکن یہ غیر ممکن نہیں ہے کہ ان کا فعل (اگر کچھ ہو) ان کے اُس تاثیر پر بھی مبنی نکلے، جو ان کی وجہ سے سطح عروق میں پیدا ہوتی ہوں۔"

[(صفحات ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳)
تنقیح (۱۰)]

اصطلاحات

متعلقہ

ضمیمہ

انجماد خون

<table>
<tr><td>Mixture</td><td>مکسچر</td><td>آمیزہ (خلیط)</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو "خلیط"</td></tr>
<tr><td>Foreign Bodies</td><td>فارن باڈیز</td><td>اَجسامِ غریبہ</td></tr>
<tr><td colspan="3">غیر طبعی اجسام. وہ اجسام جو کسی جگہ موجود ہوں، اور وہاں کے لئے وہ اجنبی اور غیر طبعی ہوں، مثلاً خون میں سمی مواد کا پایا جانا.</td></tr>
<tr><td>Protagon</td><td>پروٹے گان</td><td>اُسُّ العصب</td></tr>
<tr><td colspan="3">(عصبی بنیاد) ایک بلوری مادّہ ہے، جو دماغ (اور بقول بعض سرخ دانوں) اور عصبی بافتوں سے حاصل کیا جاتا ہے. کہتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ دماغین (سری برین) اور محین (لے سی تھین) کا آمیزہ ہو. (اُس : بنیاد، اساس، العصب : پٹھا)</td></tr>
<tr><td>Chemical change</td><td>کمیکل چینج</td><td>استحالۂ حقیقی</td></tr>
<tr><td colspan="3">(استحالہ : بدل جانا، متغیر ہو جانا، تغیر و تبدل، حالت کا تبدیل ہو جانا) مادّہ کا وہ تغیر جس میں مادّہ کے اصلی خواص بدل جائیں. دیکھو "تغیر کیمیاوی".</td></tr>
<tr><td>Chemical change</td><td>کمیکل چینج</td><td>استحالہ صُوری</td></tr>
<tr><td colspan="3">مادّہ کا وہ تغیر جس میں اُس کی صورت نوعیہ (ماہیت) بدل جائے. دیکھو "استحالۂ حقیقی"</td></tr>
<tr><td>Physical change</td><td>فزیکل چینج</td><td>استحالۂ کیفی</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو "استحالۂ مجازی" اور "تغیر طبعی"</td></tr>
</table>

استحالۂ مَجازی	فزیکل چینج	Physical change
مادّہ کا وہ تغیر، جس میں دیگر کیفیات بدل جائیں، مگر اُس کے اصلی خواص نہ تبدیل ہوں۔ دیکھو "تغیرِ طبعی"		
اعادۂ کلسیئت	ری کیل سی فی کے شن	Recalcification
کسی چیز میں (مثلاً خون میں) کلسیہ (کیل سیم) کے اجزاء کا دوبارہ شامل کردینا۔		
اِلتصاقین	سنٹونین	Syntonin
دیکھو "ماحِ ثانی"		
اُمُّ الخیوط	فائبری نوجین	Fibrinogen
دیکھو "لیفین ساز"		
املاح	سالٹس	Salts
مِلح کی جمع۔ نمک۔ دیکھو "مِلح"		
اَملاحِ کلسیہ	کیل سیم سالٹس	Calcium salts
وہ اَملاح (نمک) جن میں کسی تیزاب کے ساتھ اساس کے طور پر کلسیہ شامل ہو، مثلاً کلسیہ نوراگین (کیل سیم فاسفیٹ)، جو تیزاب نوری (فاسفورک ایسڈ) اور کلسیہ (کیل سیم) کا نمک ہے۔		
انجمادِ خون	بلڈ کوگولیشن بلڈ کلاٹنگ	Blood coagulation Blood clotting

خون کا جم جانا، سیال صورت کو چھوڑ کر لوتھڑے کی صورت اختیار کر لینا۔
اسی کو اِنعقادِ دم بھی کہا جاتا ہے۔
(اِنجماد: جم جانا۔ انعقاد: بستہ ہو جانا)۔

Tissues	ٹشیوز	اَنسِجَہ

(نسیج کی جمع: بناوٹ، ساخت) بافت۔ ایک خاص جماعت کے خلیات جب اس طرح جمع ہو جائیں کہ اُن سے کسی خاص فعل کی تکمیل ہو سکے، مثلاً عصبی بافت میں عصبی خلیات، اور عضلی بافت میں عضلی خلیات اس طرح جمع ہو جاتے ہیں کہ ان کے متعلقہ افعال سرانجام پا سکتے ہیں۔

Blood coagulation Blood Clotting	بلڈ کوگولے شن بلڈ کلاٹنگ	انعقادِ خون

خون کا جم جانا۔ سیال صورت چھوڑ کر نیم منجمد بن جانا۔

Chemical Change	کیمیکل چینج	انقلابِ عُنصُری

دیکھو "استحالہ حقیقی"

Albuminoid	البومی نائڈ	بَیضَانِیَہ

(۱) شِبہُ الماح۔ مواد بیضیہ سے مشابہ۔ (۲) لَحمِاین (پروٹین) کا مترادف (۳) لحمیات (پروٹین) کے بے شمار گروہ میں سے کوئی ایک قسم جو اپنی ترکیب میں ماح (البومن) سے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ پانی میں حل ہو جاتی اور الکحل میں تقریباً غیر منحل ہے؛ یہ خون، غدد، عضلات اور اعصاب وغیرہ کا اہم اور بڑا جزو ہے۔
قرنین (کیراٹین)، لدنین (الاسٹین)، اور ہلام ساز (کولے جین) بھی اسی میں شامل ہیں۔

Protbrombin	پروتھرامبن	پیش عاقلہ

عاقلہ ساز - خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مادہ ہے۔ جو خون میں پایا جاتا ہے، اور داعی انعقاد (تھرامبوکائنیز) نامی خمیر کے عمل سے عاقلہ (تھرامبین) نامی مادہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

Chulesterin	کولسٹرین	پیہ زہرہ

جوامد صفراویّہ، خصوصیّہ صفراویہ۔ اس مادّہ کی خفیف مقدار مادّہ حیات کی ہر قسم کی پائی جاتی ہے۔ عصبی ساختوں میں عموماً، اور سفید جوہر میں خصوصاً اس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی خفیف مقداریں خون اور صفراء میں بھی پائی جاتی ہے، اور لگا ہے یہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ صفراوی پتھریاں بن جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں سانپ کے زہر کو بے اثر کرنے، اور اس کے خلاف بدن میں قوت مقابلہ پیدا کرنے کی قوت ہے۔ (ف ۲۷ - م۵۸ ۵۹ م) ۲۹۳ درجۂ حرارت (مقیاس مردج) پر یہ مادہ پگھلتا ہے۔

Oxygenation	آکسی جی نے شن	تروّیح

روح (آکسی جن) سے سیر ہونا۔ تشبیع بالروح۔ مثلاً خون میں براہ تنفس نسیم کا شامل ہونا۔

Aggregation	ایگری گے شن	تکاثف

اجزاء کا مجتمع ہو کر ایک مجموعہ بن جانا۔ انضمام اجزاء، اجتماع اجزاء۔ جس طرح دودھ جمکر ایک ٹھکا بن جاتا ہے۔ تجامع، اجتماع۔

Physical Change	فزیکل چینج	تغیر طبعی

مادّہ کا وہ تغیر جس میں مادّہ کے خواص نہ بدلیں، بلکہ دیگر کیفیات میں تبدیلی

واقع ہو، مثلاً رنگ یا وزن یا قوام کا بدل جانا، تخلخل و تکاثف میں فرق واقع ہونا، حرارت و برودت میں بدل جانا وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں تغیر کیمیاوی ہے، جس میں مادّہ کے خواص بدل جاتے ہیں۔

طبعی تغیر کو استحالہ مجازی (جھوٹا استحالہ) اور استحالہ کیفی بھی کہا جاتا ہے۔

تغیر کیمیاوی	کیمیکل چینج	Chemical Change

جوھری تغیر، مادّہ کا وہ تغیر و انقلاب، جس میں مادّہ کے خواص بدل جائیں۔ اس کے مقابلہ میں تغیر طبعی ہے۔ اس کو استحالہ حقیقی اور استحالہ صُوری بھی کہا جاتا ہے، یعنی اس میں مادّہ کی صورت نوعیہ بدل جاتی ہے، جس سے اُس کی سابقہ ماہیت قائم نہیں رہتی، مثلاً شکر کا چربی میں تبدیل ہو جانا، گوشت کا اجزاء بولیہ میں بدل جانا، وغیرہ۔

جُسَیمات	کارپسکلز	Corpuscles

چھوٹے چھوٹے اجسام۔ جسم کی تصغیر، مثلاً خون کے دانے جسیمات کہلاتے ہیں۔

جگرین	جےکورین	Jecorin

ایک مادّہ ہے، جو طبعی اور ذیابیطسی خون میں، نیز جگر، طحال، اور دماغ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ (ف ۱۰۵، ھ ۱۸۶، ش ۵، ک، ن ۳، ح ۲۴۶)

حاصلات	ڈرائی ویٹوز	Derivatives

مُشتقات، پیداوار، وہ رطوبات و مواد جو کسی عضو کے عمل سے پیدا ہوں مثلاً جگر کے عمل سے صفرا، اجزاء خون، جلد کے عمل سے پسینہ، گردے کے عمل سے پیشاب۔ مُستخرجات، مُستحصلات۔

حامض بیضی	ایسڈ البومن	Acid - albumin

دیکھو "اح ثانی"

حامض فحمی	کاربونک ایسڈ گیس	Carbonic acid gas

(حامض : کھٹا، ترش، ترشہ. فحمی : کوئلہ کی طرف منسوب)
دیکھو "دُخان"

حامض نَوَوی	نیوکلی اِک ایسڈ	Nucleic acid

وہ عضوی تیزاب ہے، جو نو وین (نیوکلین) کے فساد سے حاصل ہوتا ہے، اور حامض نووی کے فساد سے حامض نوری (فاسفورک ایسڈ) حاصل ہوتا ہے۔ حامض نووی بعض اوقات، لحمین سے ملکر نووی لحمین (نیوکلیو پروٹین) بناتا ہے۔

حُمّاض آگین	آگزیلیٹ	Oxalate

حامض حُمّاضی (آگزیلک ایسڈ) کا کوئی نمک، جو اس تیزاب اور کسی اساس سے حاصل ہو۔

خامِرہ	اِن زائم	Enzyme

خُمَرہ[1] — قالِبہ — زُوُم. صائغہ.
وہ خمیر جو کسی زندہ جسم میں پیدا ہوتا ہے، یہ دراصل ایک پیچیدہ مرکب آلی ہوتا ہے، اور جس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ اپنے تماس و ملاقات سے

[1] خُمَرۃ اللبن : روبتہ تصب علیہ لیروب سریعًا (منجد)
دودھ کا جوڑن یا جامن، جس سے وہ جسم کر دہی بن جاتا ہے۔

دوسرے مادہ میں استحالہ و انقلاب پیدا کر دے ، اسی وجہ سے اس کا نام قالبہ (حالت بدل دینے والا) اور صائغہ (ڈھالنے والا) ہے ۔ مثلاً معدہ کا خمیر ھاضومہ ، جو گوشت کو ہضم کر دیتا ہے ، یعنی اس میں استحالہ پیدا کر دیتا ہے ۔

Extract	اکسٹریکٹ	خُلاصہ

کسی چیز کا اصلی جوہر ، جو ثقل (پھوک) سے الگ کر لیا گیا ہو ۔

Mixture	مکسچر	خَلیُط

مزیج ، آمیزہ ، ملی جلی چیز ، وہ چیز جس میں مختلف چیزیں باہم خلط ملط ہوں ، اور ان کے خواص باطل نہ ہوئے ہوں ، جیسا کہ ترکیب کیمیاوی میں ہوا کرتا ہے ، جس سے نیا مزاج پیدا ہو جاتا ہے ۔ مخلوط ، مختلط ۔ اس کا مقابل مرکب ، اور مرکب کیمیاوی ہے ۔

Colloidal mixture	کولائیڈل مکسچر	خلیط غَرَوِیّ

سریشدار آمیزہ ، جس میں مختلف چیزیں ملی ہوئی ہوں ، اور مجموعہ لیسدار ہو ، جیسے خون ۔ دیکھو " غَرَوِیَّہ "

Fibrin Ferment	فائبرین فرمنٹ	خمیر لیفین

وہ خمیر جو خون میں پایا جاتا ہے ، اور لیفین ساز نامی سیال مادّہ کو منجمد کر کے لیفین (خیوط ، فائبرین) میں تبدیل کر دیتا ہے ۔ اس کو عاقلہ بھی کہا جاتا ہے ۔

Yeast	ایسٹ	خمیرہ

فُطُر سکری کا عام نام ۔ خمیرے مندرجۂ ذیل مقاصد میں استعمال کئے جاتے ہیں :

روٹی کا خمیری بنانا، شراب کے لئے تخمر پیدا کرنا، بعض دیگر ادویہ کا تیار کرنا۔ یہ نباتی مادہ شکر کو شراب میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کو گاہے "ہوا دِ تخمیر" بھی کہتے ہیں۔

داعی انعقاد	تھرامبوکائی نیز	Thrombokinase

یہ خیال بعض " یہ خمیر کی قسم کا جوہر ہے، جو عاقدہ ساز (تھرامبوجین) نامی مادہ سے مل کر عاقدہ (تھرامبین) بناتا ہے۔

دُخان	کاربن ڈائی آکسائڈ	Carbon Dioxid

اس کو حامض فحمی (کاربونک ایسڈ گیس) بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک جز فحمین (کاربن)، اور دو جز نسیم (حمضین؛ آکسی جن) ہوتی ہے (ف ح ۲)۔ یہ باہر لکڑی، کوئلہ، اور تیل وغیرہ کے جلنے سے حاصل ہوتا ہے، جس میں فحمین موجود ہوتی ہے، اور بدن کے اندر بدنی تغیرات کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے، کیونکہ تنفس کی ہوا کے ذریعہ نسیم (روح) برابر پہونچتی رہتی ہے، جو ساختوں کے اجزاء فحمیہ سے مل کر دُخان میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور تنفس خارجی کے ذریعہ باہر آتی ہے۔ (دُخان؛ دھواں)

دُخانیت	کاربن ڈائی آکسائڈ	Carbon Dioxid

دیکھو "دُخان"۔

راسب ہونا	ڈی پوزیشن	Deposition

کسی محلول چیز کا منجمد صورت اختیار کر لینا۔

رطوبت بَیضیّہ	البومن	Albumin

دیکھو "ماح" (بَیضیّة؛ انڈے والی۔ انڈے کی سفیدی سے تعلق رکھنے والی۔

Enzyme	اِن زائمر	خُرُوْمر

خُرُوْمر: عربی۔ لغۃً عصیر، عصارہ (رَس) کو کہتے ہیں۔ اصطلاحاً خامرہ (خمیر حیوانی) کا دوسرا نام ہے۔ دیکھو "خامرہ"

Peptone plasma	پپ ٹون پلازما	سُلَالہ مَہضُومِیَّہ

خون کا وہ سلالہ (بلڈ پلازما) جو ملح ثالث (البیومز) کی پچکاری کرنے کے بعد خون سے حاصل کیا جائے۔

Decalcification	ڈی کیل سی فی کے شن	سَلبِ کِلسِیَّت

کسی مرکب سے کالسیہ (کیل سیم) کے اجزا کو دور کر دینا، مثلاً خون سے املاح کلسیہ کو معدوم کر دینا۔ (سَلب: نفی، عدم۔ منفی کر دینا)۔

Fluoride	فلورائڈ	سَیَلائیز

سَیَّلِیَّہ (فلورین) کا کوئی مُزدَوِج مرکب، یعنی جس کی ترکیب میں محض دو عناصر موجود ہوں، ایک سیلیہ، اور دوسرا کوئی اور۔

Fluorin	فلورین	سَیَّلِیَّہ (سَیَلِیُون)

ذَوُبین — ذو بانین۔ نمک بنانے والا غیر فلزی (ادھاتی) عنصر ہے، جو بخاری (ہوائی) شکل میں ہوتا ہے۔ یہ خضرین (کلورین) نامی عنصر سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا وزن جوہری (۱۹) ہے۔
(سَیَل: بہنا۔ ذَوب، ذَوبان: پگھلنا)۔

Lipoid	لیپائڈ	شَحمَانیہ

شِبہُ الشحم۔ روغن آسا۔ چربی کے مشابہ۔

سیال روغن کے علاوہ [illegible] (سیلز) کے اجزاء میں سے ایک جماعت ہے، جو الکحول اور ایتھر جیسے [illegible] محللات (سالونٹس) کے ذریعہ حل کئے جا سکتے ہیں۔ یہ صمغین (رے سی نین)، ایسڈ زھرکا (کواسٹرین)، قیفالین (کے فالین)، اُسّ العصب (پروٹے گان)، اور حجازین (سے گورین) پر مشتمل ہے۔

Gel - phase	جیل فیز	شکل فالوذج

فالودہ کی شکل، فالودہ کی طرح نیم منجمد ہیئت۔ یہ شکل محلول کے مقابلہ میں ہے۔

Sol - phase	سال فیز	شکل محلول

کسی مادہ کی محلول صورت۔ مثلاً سریش کی محلول صورت، جب اسے گرم پانی میں گھولا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں شکل فالوذجی (انجمادی) ہے، مثلاً سریش کا ٹھنڈا ہونے کے بعد جم جانا۔

Blood - platelets	بلڈ پلیٹ لٹز	صفیحات خون

باریک باریک گول یا بیضوی طبقات، جو خون کے اندر (سرخ اور سفید دانوں کے علاوہ) پائے جاتے ہیں۔

Anti - enzyme	اینٹی انزائم	ضد الخامرہ

(۱) وہ عامل جو خامرہ (انزائم) کے عمل کو باطل کر دے۔ (۲) وہ خامرہ جو دوسرے خامرہ کے اثر کو باطل کر دے۔

Anti thrombin	اینٹی تھرامبین	ضد العاقدہ

عاقدہ (تھرامبین) کی ضد۔ وہ رطوبت یا جسم جس کے بارہ میں فرض کیا جاتا ہے

کہ وہ خون میں پایا جاتا ، اور اس کو انجماد سے روکتا ہے ۔

Physical change	فزیکل چینج	طبعی تغیر

دیکھو "تغیر طبعی"

Thrombin	تھرامبین	عاقدہ

(عقد: جمانا، بستہ کرنا) دیکھو "خمیر لیفین"

Thrumbogen	تھرامبوجین	عاقدہ ساز

عاقدہ (تھرامبین) نامی خمیر کا بنانے والا، جس کو "پیش عاقدہ" (پروتھرامبین) بھی کہا جاتا ہے ۔ دیکھو "پیش عاقدہ" +

Agent .	ایجنٹ	عامل

کارکن، کام کرنے والا۔ وہ جوہر، یا مادّہ جس میں اثر کرنے کی قوت ہو۔ اسکو گاہے فاعل اور موثر بھی کہتے ہیں ۔

Vessels	وسیلز	عُرُوق

عِرق (رگ) کی جمع ۔ رگیں ۔ وہ نالیاں جن میں خون یا جسم کی کوئی دوسری رطوبت (خلط) موجود ہو +

Vessels	وسیلز	عُروق

رگیں، عِرق کی جمع ۔ خواہ اس میں خون ہو، یا کوئی دوسری خلط ۔ عروق کو اَوْعِیَہ بھی کہا جاتا ہے، جو وعاء کی جمع ہے (وعاء: ظرف، برتن)

Blood-vessels	بلڈ وسیلز	عروقِ دمویّ عروقِ دمویّہ

وہ رگیں جن میں خون دوڑتا پھرتا ہے، خواہ وریدیں (وینز) ہوں، یا شریانیں (آرٹریز)۔

Colloid	کولائڈ	غَرَوِیّہ

یہ غَراء سے مشتق ہے، جس کے معنے سریش کے ہیں۔ سریش کے مانند، سریشدار، لیسدار۔ مادّہ غَرَوِیّہ دیر سے گھلتا ہے، قلموں کی شکل قبول نہیں کرتا، اور حیوانی جھلی سے نفوذ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ مواد جو قلموں کی صورت میں ہوتے ہیں، مثلاً نمک اور شکر، وہ حیوانی جھلی کے مسامات سے نفوذ کر جاتے ہیں۔ اس کو گاہے مادّہ هُلامِیّہ بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ هُلَام (عربی) اور هلیم (اردو) کا مادۂ اشتقاق ایک ہی ہے۔ هلیم میں اس قسم کی سریشی کیفیت بہت نمایاں ہوتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ بدن کی بیشتر رطوبات غَرَوِی یعنی لیسدار ہی ہیں۔

Extract Juice	اِکسٹریکٹ جوس	عُصَارہ

نچوڑ، رس، کسی چیز کا خلاصہ، خمیر۔

Insoluble	ان سُولیوبل	غیر محلول

غیر منحل، ناقابلِ انحلال۔ جو حل پذیر نہ ہو۔ جس میں حل ہونے کی قابلیت نہ ہو۔

فالودہ	جیلی	Jelly

فالوذج ۔ وہ نرم مادّہ، جس کے اجزاء باہم مجتمع اور چپیاں ہوں، اور جس میں عند التحریک ارتعاش (تھرتھراہٹ) پیدا ہو، اور وہ کم و بیش شفاف ہو۔

فعّال	ایکٹو	Active

فاعلیت کے ساتھ متصف۔ جس میں عمل و اثر کرنے کی شان ہو۔ اس کے مقابلہ میں مُنفَعِل ہے، جس میں اثر کے قبول کرنے کی شان ہو۔ اس کو فاعل، مُؤَثِّر اور گاہے عامِل بھی کہا جاتا ہے ۔

قلم	کرسٹل	Crystal

وہ مخصوص شکل جو از خود (طبعاً) بعض منجمد اجسام میں پیدا ہو جاتی ہے جن میں زاویئے اور گوشے ہوتے ہیں، مثلاً بلور کی قلمیں، شورہ کی قلمیں شکر اور نمک کے مخصوص دانے۔ بلورات ۔

قیفالین	کے فالین	Cephalin

لحمین (لے سی تھین) سے مشابہ ایک جوہر ہے، جو دماغی جوہر سے حاصل کیا جاتا ہے، لیکن یہ الکحول میں حل نہیں ہوتا۔ یہ مادّہ عصبی ریشوں میں مخصوصاً زیادہ ہوتا ہے، اور انڈے کی زردی میں بھی ملتا ہے ۔

کُرَیّات	کارپسکلز	Corpuscles

خون کے سرخ اور سفید دانوں کو گاہے مطلق کُرَیّات بھی کہا جاتا ہے۔

کُرَیّات	سیلز	Cells

خلیات کا دوسرا نام ہے۔ وہ باریک ذرات، دانے یا اجسام جو ایک

دیوار سے محدود ہوتے، اور اس کے اندر ایک نیم منجمد بلامی مادّہ بھرا رہتا ہے، جس کو مادّہ حیات (پروٹوپلازم) کہا جاتا ہے، اور اس کے وسط میں علی العموم ایک نوات (نیوکلی اس) پایا جاتا ہے۔ خلیات گویا اینٹیں ہیں، جو تمام اعضاء کی تعمیر میں داخل ہوتی ہیں، اور ہر عضو کے طبعی افعال انہی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ حسب موقعہ مختلف شکل و صورت کے ہوتے ہیں، مثلاً گول، بیضوی، لمبوترے تکلہ نما وغیرہ۔

کُرَیْئِین (کُرِیُوئِین)	گلوبیولین	Globulin

کُریین کے بیشتر خواص ماح کے مطابق ہوتے ہیں، لیکن انحلال میں یہ دونوں کسی قدر اختلاف رکھتے ہیں۔ لحمیات (پروٹین) کی ایک جماعت ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ پانی، نمک طعام کے محلول، اور الکحول میں حل نہیں ہوتی، لیکن بعض متعادل املاح کے محلول میں منحل ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اس محلول میں حرارت پہونچائی جائے، تو کریین کے اجزاء راسب ہو جاتے ہیں۔ الغرض حرارت سے یہ مادّہ بھی ماح کی طرح منجمد ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کی مختلف قسمیں مختلف درجات پر انجماد کو قبول کرتی ہیں۔

اس کی عام قسمیں مندرجۂ ذیل مواد میں پائی جاتی ہیں:- لیفین ساز اور مصلی کریین (سیرم گلوبیولین) خون میں — بیضی کریین (ایگ گلیوبیولین) انڈے کی سفیدی میں — عُضَیلین ساز (پیرامائی او سینوجن) عضلات میں — جلیدین (کرسٹلین) رطوبت جلیدیہ میں — لبنی کریین (لیک ٹوگلوبیولین) دودھ میں۔ اسی طرح عضلین (مایوسین) اور لیفین (فائبرین) کو بھی اسی جماعت میں شامل کرنا چاہیئے، جو کریین کے انجماد سے حاصل ہوتے ہیں۔

کِلسِیَّہ	کیلسیم	Calcium

کِلس کے معنے چونہ کے ہیں۔ کِلسِیَّہ چونہ کا بنیادی عنصر ہے، جو بساطت کے حالت میں ایک زرد رنگ کی دھات ہے۔ اس کے نمکیات ہڈی اور تقریباً

<table>
<tr><td colspan="3">آلی ساختوں میں پائے جاتے ہیں ۔</td></tr>
<tr><td>کیمیاوی تغیّر</td><td>کیمیکل چینج</td><td>Chemical change</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو " تغیرِ کیمیاوی "</td></tr>
<tr><td>لَحمِیّات</td><td>پروٹینز</td><td>Proteins</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو " لَحمِیّت "</td></tr>
<tr><td>لَحمِیّت</td><td>پروٹین</td><td>Protein</td></tr>
<tr><td colspan="3">لَحمین ــ اَجزاءِ لَحمِیّہ ــ مَوادِ مُلَحّمہ ــ مادّہ لَحمِیّہ ــ جوہرِ لَحمِیّ ــ (جمع ، لَحمِیّات) مادّہ کے ایک بڑے گروہ کا نام ہے، جو فحمین (کاربن)، مائین (ہائیڈروجن)، شورین (نائٹروجن)، حمضین (آکسی جن)، اور گندھک سے مرکب ہوتا ہے ۔ یہ مادّہ حیوانات و نباتات میں بکثرت پایا جاتا ہے ۔ یہ مواد قلمی صورت اختیار نہیں کرتے، اور اکثر حرارت اور معدنی تیزابات سے راسب ہوجاتے، اور اثیر اور الکحول میں حل نہیں ہوتے ۔ اس کی بے شمار قسمیں ہیں، مثلاً انڈے کی سفیدی، جبنین، لیفین وغیرہ ۔</td></tr>
<tr><td>لَحمِیّ مواد</td><td>پروٹینز</td><td>Proteins</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو " لَحمِیّت "</td></tr>
<tr><td>لیفین ساز</td><td>فائبری نوجین</td><td>Fibrinogen</td></tr>
<tr><td colspan="3">اُمّ الخیوط ۔ وہ سیال مادّہ جو خون میں پایا جاتا ہے، اور جب وہ باہر آتا، تو جسم کر لیفین (فائبرین) نامی خیوط کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے ۔</td></tr>
</table>

لیموناگین	سائٹریٹ	Citrate

حامض لیمونی (سائٹرک ایسڈ) کا کوئی نمک، یعنی وہ نمک جو حامض لیمونی اور کسی دوسرے اساس کی ترکیب سے حاصل ہو۔

ماح	آلبومن	Albumin

مادۂ بیضیہ — رطوبت بیضیہ۔ (مثال: انڈے کی سفیدی)۔ یہ ایک سادہ لحمی مادّہ (لحمیت: پروٹین) ہے، جو تقریباً تمام حیوانی اور بہت سی نباتی ساختوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے خواص یہ ہیں کہ یہ پانی میں حل ہو جاتا، اور حرارت سے منجمد ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر فحمین (کاربن)، مائین (ہائیڈروجن)، شورین (نائٹروجن)، حمضین (آکسیجن) اور گندھک ہوتے ہیں، مگر ان کی صحیح کیمیاوی ترکیب اب تک معلوم نہیں ہو سکی ہے، اگرچہ قلمی ماح کی ترکیب اس طرح بتائی گئی ہے: فحمین (۷۲۰) — مائین (۱۱۳۴) — شورین (۲۱۸) — گندھک (۵) - حمضین (۲۴۸)۔

ماح ثالث	البیوموزس	Albumose

(حریسہ) اجزاء لحمیہ (پروٹین) کے انہضام کے سلسلہ میں ابتدائی پیداوار ہے، جو ماح (البومن) سے اس قدر اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ حرارت پہونچانے سے منجمد نہیں ہوتے۔ مزید تغیرات کے بعد یہی اجزاء ممرویہ (پیپٹون) میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ماح ثانی	سکنڈری البومن	Secondary albumin

حامض بیضی (ایسڈ البومن)، التصاقین (سن ٹونین)

جب اجزاء عضلیہ (عضلین: مایوسین) میں تیزابات اثر کرتے ہیں، تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا لحمی مادہ ہے۔

(معدہ کے اندر رطوبت معدیہ کے پہلے تغیر سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے)		
Albumin	البومن	مادّہ بیضیہ
دیکھو "ماح" (بیضیہ: انڈے سے لگاؤ رکھنے والا)		
Colloidal material	کولائڈل میٹیریل	مادّہ غرویّہ
دیکھو "غرویہ"		
Colloidal material	کولائڈل میٹیریل	مادّہ ھلامیّہ
دیکھو "غرویّہ"		
Ultramicros-cophical	الٹرامائیکراسکوپیکل	ماوراء خرد ؟
ماوراء خرد بینی۔ خردبین سے ماورا، خردبین سے بالا۔ اتنے باریک کہ خردبین سے دکھائی نہ دے سکیں۔		
Typical threads	ٹی پی کل تھریڈز	مثالی خیوط
مخصوص شکل کے دھاگے، نمونہ کے دھاگے، مثلاً لیفین (فائبرین) کے دھاگے، جو مخصوص صورت کے ہوتے ہیں۔		
Lecithin	لے سی تھین	مُحّیِّن
(مُحّ، انڈے کی زردی)۔ ایک شحمی مادّہ ہے، جو حیوانی بافتوں، خصوصاً عصبی بافت، منی، اور انڈے کی زردی میں اور قلیل مقدار میں صفرا اور خون میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ ایک بے رنگ، بلوری مرکب ہے، جو الکحول میں منحل ہو جاتا ہے۔ معین سانپ کے زہر کے لئے تریاق ہے۔ (ف ۴۴، م ۹۰، ش، ن، ح ۹)		

Calcium Compound	کیل سیم کمپونڈ	مرکبِ کلسی
وہ مرکب جس میں کلسیہ (کیل سیم) موجود ہو، مثلاً املاح کلسیہ ۔		
Albumose	البیوموز	• مَزُیغَہ
دیکھو "ماح ثالث" ۔		
Mixture	مکسچر	مَزُیج
جمع: مزیجات، دیکھو "خلیط"		
Observers	آبزرورز	مُشاہدین
مشاہدہ کرنے والے، مطالعہ کرنے والے، آنکھوں ملاحظہ کرنے والے ۔		
Derivatives	ڈرائی وے ٹِوز	مُشتقّات
دیکھو "حاصلات"		
Blood - serum	بلڈ سیرم	مَصل دَموی
آبِ خون۔ خون کا وہ زردی مائل پانی، جو خون کے جمنے کے بعد اُس سے جُدا ہوتا ہے۔ زرداب۔ صدید دم۔		
Dilute Serum	ڈائی لیوٹ سیرم	مَصَل مائی
پانی ملایا ہوا مصل (آبِ خون، سیرم)		
Decoction	ڈی کاکشن	مَطبُوخ
جوشاندہ، پانی جس میں کوئی چیز اُبالی جائے ۔		

Salt	سالٹ	مِلْح

نمک ــ جمع : اَمْلَاح . اس کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے : (۱) نمک طعام، یا معمولی نمک . (۲) کسی ترشہ (تیزاب) اور اساس کا مرکب، مثلاً توتیا جو تیزاب گندھک اور تانبہ کا مرکب ہے، یہ بھی اصطلاحاً ایک قسم کا نمک ہے .

Pepton	پپٹون	مَمْرُوئَہ

مَهْضُومَہ (ہضم شدہ) ــ مَمْرُوئَہ (ہضم شدہ)
وہ لحمی مادّہ (لحمیت : پروٹین) جو ہضم معدی و بانقراسی کے دوران میں ...... ماح پر ھاضوم (پپسین) کے عمل سے حاصل ہوتا ہے . ممروئہ پانی میں بہ آسانی حل ہو جاتا ہے، اور گرمی پہونچانے اور اُبالنے سے، اور قلی اور حامض کے عمل سے وہ منجمد نہیں ہوتا .

Physiology	فزیالوجی	مَنَافِع (مَنَافِعُ الاعضا)

وہ علم جو اعضاء و اجزاء بدن کے طبعی افعال سے بحث کرتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں جو علم مرضی تغیرات سے بحث کرتا ہے، اُسے علم الامراض (مرضیات : پیتھالوجی) کہا جاتا ہے .

Physiological process	فزیالوجیکل پروسس	مَنَافِعی عَمَل

وہ عمل جن کا تعلق اعضاء و اخلاط کے طبعی افعال سے وابستہ ہو . وہ فعل، جس کا تعلق منافع الاعضاء سے ہو .

Soluble form	سولیوبل فارم	مُنْحَل صورت

محلول شکل، مثلاً نمک، جسے پانی میں حل کرکے گھول لیا گیا .

<table>
<tr><td>Passive</td><td>پے سِو</td><td>مُنفَعِل</td></tr>
<tr><td colspan="3">متأثر، وہ جس میں کسی فاعل کے اثر کو قبول کرنے کی شان ہو. اس کے مقابلہ میں فاعل، فعّال، اور عامِل ہے .</td></tr>
<tr><td>Organic Materials</td><td>آرگے نک مٹیریلز</td><td>مَوادِ آلیہ</td></tr>
<tr><td colspan="3">وہ مواد جو ذی حیات جسم (نبات یا حیوان) سے حاصل کئے گئے ہوں، یا اُن سے تعلق رکھتے ہوں. مثلاً دودھ، گوشت، چربی. اس کے مقابلہ میں مٹی، پتھر، لوہا، وغیرہ مواد غیر آلیہ ہیں .</td></tr>
<tr><td>Yeast</td><td>ایسٹ</td><td>موادِ تخمیر</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو "خمیرہ" .</td></tr>
<tr><td>Peptone</td><td>پپ ٹون</td><td>مَهضُومہ</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو "مَمرُوئہ"</td></tr>
<tr><td>Tissue</td><td>ٹشو</td><td>نسیج</td></tr>
<tr><td colspan="3">دیکھو "انسجہ"</td></tr>
<tr><td>Oxygen</td><td>آکسیجن</td><td>نسیم</td></tr>
<tr><td colspan="3">روح، حمضین، یا ہوا کا وہ جزء جس سے بدن کے اندر روح حاصل ہوتی ہے. یہ ایک ہوائی (بخاری، گیس اس) عنصر ہے، جو ہوا کے اندر آزاد صورت میں، اور بہت سے دوسرے جوامد، سیالات اور بخاری مواد میں بحالتِ ترکیب پایا جاتا ہے. بیرونی ہوا (ہوائے محیط) میں یہ بلحاظ وزن (۲۰) فیصدی ہے. یہ حیوانات و نباتات کے تنفس کا بنیادی عامل، اور احتراق (جلنے) کے لئے ضروری ہے.</td></tr>
</table>

حَمَضَ ـُ حَمْضًا وحَمَضًا وحُمُوضَةً (منجد)

نَظَرِیَّہ	تھیوری	Theory

وہ رائے، خیال، یا مفروضہ، جو حقیقی معلومات پر مبنی نہ ہو، بلکہ اس کی بنا ر ایسے معلومات پر ہو، جن کا علم یقینی اور حقیقی طور پر حاصل نہ ہو، اس لئے یہ ممکن ہو کہ وہ نظریہ آیندہ چل کر ٹوٹ جائے، یا قائم رہے +

نَظَرِیَّہ عاقلہ	تھرامبین تھیوری	Thrombin theory

خون کے انجماد کا یہ نظریہ کہ خون میں انجماد ایک خمیرے حاصل ہوتا ہے، جس کا نام عاقلہ (تھرامبین) ہے، اور جو خون کے صفیحات اور دانوں کی ٹوٹ پھوٹ سے پیدا ہوتا ہے۔

نووی لحمین	نیوکلیو پروٹین	Nucleo-protein

لحمین (پروٹین) کے مرکبات ہیں، جسکی ترکیب میں ایک پیچیدہ عضوی تیزاب (حامض نووی : نیوکلی اِک ایسڈ) شامل ہوتا ہے. یہ خلیات کے نوات اور اس کے مادّہ حیات (سُلالہ) دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے ظاہری خواص اکثر اوقات بلغمین (میوسین) سے مشابہ ہوا کرتے ہیں.

نَوَوِین	نیوکلین	Nuclein

وہ مخصوص لحمین (پروٹین : لحمی مادہ) ہے، جس کی ترکیب میں نوریں (فاسفورس) بھی شامل ہوتا ہے. یہ مادّہ خلیات کے نوات کی ترکیب جوہری میں شامل ہوتا ہے. یہ بے رنگ، غیر قلمی مرکب ہے، جو خفیف قلویات میں حل ہوجاتا ہے، مگر خفیف تیزابات میں ناقابل انحلال ہے. اس کے فساد ترکیب سے ایک پیچیدہ عضوی تیزاب حاصل ہوتا ہے، جو حامض نَوَوِی (نیوکلی اِک ایسڈ) کہلاتا ہے.

هُلام	جیلاٹین	Gelatim

ایک بے رنگ شفاف مادّہ ہے، جو خشک ہونے پر سخت ہو جاتا، اور تر ہونے پر فالودہ کی طرح نیم منجمد بن جاتا ہے۔ یہ مختلف حیوانی ساختوں سے حاصل ہوتا ہے، اور مواد بیضیہ سے مشابہت رکھتا ہے (بیضا نیہ : البوی نائڈ)۔ سریشں (غر ۱۶) بھی اسی کی ایک شکل ہے۔

صحت نامہ

کتاب الاخلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	۱۴	تریں	ترین	۴۴	۲	اصلاحات	اصطلاحات
۲۷	۱۱	خلافت	خلاف	۴۵	۵	ٹیٹکر	ٹیبٹلر
۲۷	۲حاشیہ	والبتہ	وابستہ	۴۵	۱۰	.... گریز	چنانچہ گریزہ
۲۹	۲	ان سی	ان ہی	۴۶	۹	GAS	Gas
۳۰	۳	یُصَبُّ	یُصَبُّ	۴۸	۴	رخنوں	رِخنوں
۳۰	۸	جنس	جنس	۴۸	۱۶	اجزت	اجازت
۳۰	۲۰	متشبتة	مُتَشَبِّثة	۴۸	۲۳	رامہ ا بیعیہ	توامورطبیعیہ
۳۰	۲۲	یتشحل	یتحلّل	۵۰	۲	قانوں	قانون
۳۳	۱۲	فاصل	فاضل	۵۲	۸	عَرُّفَ	عَرَّفَ
۳۶	۳	سَیّالہ	سَیّالہ	۶۲	۴	با وری	یا وری
۳۷	۱۲	مشگلین	مشگکین	۶۳	۱	روکیے	روکنے
۴۱	۳	بنایا	بتایا	۶۳	۱۷	Vens	Veins
۴۳	۱۹	لی ہو لی	لی ہوئی	۶۵	۲۰	ششنبی	شبنمی
۴۳	۲۱	کروہ	گروہ	۶۶	۸	ln.phaties	Lymphaties

٦٧	٢	طَلِیَۃ	طلّیَّہ	١١١	١٢	یدّلُ	یَدُلُّ
٦٧	١٥	طلیَّہ	طلّیَّہ	١١٣	٦	الاسرد	الاسود
٦٨	٧	شنبم	شبنم	١١٣	١٨	تعلـ ـل	تعلیل
٦٨	١٥	شنبمی	شبنمی	١١٤	٧ حاشیہ	عنـہ	عنـد
٦٨	١٨	شبنی	شبنمی	١١٤	٨ حاشیہ	لاشـہ	لکنـہ
٦٩	١٨	Vessols	Vessels	١٢٨	٢	ذالک	ذٰلک
٦٩	١٩	nntrition	nutrition	١٣٧	١٦	الرنیس	الرئیس
٧٣	١١	عا م	عام	١٣٧	١٨	الغلۃ	الخلط
٧٦	٢ حاشیہ	صَفُرَاء	صَفْرَاء	١٣٨	٢	تذکرہ	تذکرہ
٧٩	٧	ما	تھا	١٤٠	١٧	شلا	مثلا
٨٢	١٣	مدحو	بلغمی	١٤٨	٨	بلغم	بلغمی
٨٦	٤	آکے	آگے	١٤٨	١٧	خلط	خلیط
٨٦	٩	منقاب	منقلب	١٥٠	١٠	جانے	جاتے
٨٦	١٩	موفع	موقع	١٥١	٥	پری	پڑی
٨٩	٢٠	بلدی	بندی	١٥١	٨	مترجین	مترجمین
٩٠	١٤	ررسری	دوسری				
٩٥	٥	دیکھاگیا	دیکھاگیا	١٥١	١٠	مخصوص "	مخصوص کردیا
٩٥	٦	دیکھ	دیکھ	١٧٤	٢٢	جلّے	جلے
٩٥	١٥	ذوز	دور				
٩٦	٤	دقیفہ	دقیقہ	١٧٦	١٤	قصور	تصور
٩٦	٩	المصال	انفصال	١٧٩	١٧	کہرائی	گہرائی
٩٨	١٨	لوتہ	لوٹنا	١٨٠	١٤	لگیّہ	:
١٠٢	١٩	اکر	اگر	١٨٢	١٨	للگ	الگ
١٠٣	٦	عندر	اندر	١٨٨	١٩	مابعد	بعد
١٠٣	٧	کائثات	کائنات	١٩٣	٨	,of	Filaments or
١٠٥	١٩	اخلاط فضات	اخلاط فضلات	١٩٣	١١	entnagle	entangle
١٠٩	٢١	والاترحی	والاترجی	١٩٣	١٤	coagul_	coagula_

تک	تک	۲۲	۲۱۶	may	many	۲۲	۱۹۲
شحمیات	سحمیات	۱۵	۲۱۹	غلطی سے چھپ گئیں	----۲۸	۲۶-۲۷	۱۹۳
نسیج	نسیح	۵	۲۲۵	جاتی	جانی	۱۷	۱۹۵
میں	کی	۷	۲۲۶	بفی کوٹ	بفی کوف	۱۱	۲۰۱
نسیم	نسم	۱۵	۲۲۶	العروق	العروفی	۲	۲۰۵
		۵	۲۳۰	ترویج	ترویج	۲۰	۲۰۷
انجمادی	الجمادی	۱۱	۲۳۳	al	al	۲۰	۲۰۷
(۲)	(۱)	۱۷	۲۳۳	ہوتے	ہونے	۱۴	۲۰۸
البیوموزن	البیوموزن	۱۳	۲۳۸	کے لئے	گیلئے	۲	۲۰۹
خردبینی	خرد؟	۸	۲۳۹	number	nubet	۱۳	۲۱۰
Copical	Cophical	۸	۲۳۹	استحالہ	ستحالہ	۴	۲۱۳
مُنحلّ	مُنتحلّ	۱۸	۲۴۱	خمیر	خمیرہ	۷	۲۱۴
Gelatin	Geltim	۱	۲۴۴	ہوتی ہے	ہوتی	۳	۲۱۶
				ذریعہ	ذرلعہ	۸	۲۱۶